فتاویٰ امن پوری

Part 526-550

مصنف

شیخ غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

حفظہ اللہ

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۲٦)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: بعض کہتے ہیں کہ انسان میں ایک نفس ہوتی ہے اور ایک روح، جب آدمی سوتا ہے، تو نفس نکل جاتی ہے اور روح باقی رہتی ہے، اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: یہ بے دلیل بات ہے۔ جب انسان سو جاتا ہے، تو اس کی روح نکل جاتی ہے، البتہ اس کا جسم کے ساتھ ایک تعلق رہتا ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرٰى إِلٰى أَجَلٍ مُّسَمًّى إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُونَ﴾ (الزّمر: ٤٢)

”اللہ موت کے وقت جانوں کو قبض کر لیتا ہے اور جن پر موت نہیں آئی، ان کو نیند میں قبض کر لیتا ہے۔ پھر سوئے ہوؤں میں سے جس پر موت کا فیصلہ کر دے، اس کی جان کو روک لیتا ہے، اور جس پر موت کا فیصلہ نہیں کیا، اس کو ایک مقرر وقت کے بعد جسم میں لوٹا دیتا ہے۔ اس میں تفکر کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔“

❀ اس آیت کی تفسیر میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

تَلْتَقِي أَرْوَاحُ الْأَحْيَاءِ وَالْأَمْوَاتِ فِي الْمَنَامِ، فَيَتَسَاءَلُونَ بَيْنَهُمْ، فَيُمْسِكُ اللّٰهُ أَرْوَاحَ الْمَوْتٰى وَيُرْسِلُ أَرْوَاحَ الْأَحْيَاءِ إِلٰى أَجْسَادِهَا .

''مردوں اور زندوں کی ارواح نیند میں باہم ملتی ہیں، ایک دوسرے سے سوال بھی کرتی ہیں، تو اللہ مردوں کی روحوں کو روک لیتا ہے اور زندوں کی روحوں کو ان کے جسموں کی طرف لوٹا دیتا ہے۔''

(المُعجم الأوسط للطّبراني : 122، وسندهٗ حسنٌ)

اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ سوتے وقت روح جسم سے جدا ہوتی ہے، نیز روح پر بھی نفس کا لفظ بولا جاتا ہے۔

تنبیہ:

❁ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

تَخْرُجُ الرُّوحُ عِنْدَ النَّوْمِ وَيَبْقٰى شُعَاعُهٗ فِي الْجَسَدِ، فَبِذٰلِكَ يَرَى الرُّؤْيَا فَإِذَا انْتَبَهَ مِنَ النَّوْمِ عَادَ الرُّوحُ إِلٰى جَسَدِهٖ بِأَسْرَعَ مِنْ لَحْظَةٍ .

''سوتے وقت انسان کی روح نکل جاتی ہے، البتہ اس کی ایک کرن جسم میں باقی رہتی ہے، اسی بنا پر انسان خواب دیکھتا ہے۔ جب وہ نیند سے جاگے، تو اس کی روح جسم میں لمحہ بھر سے بھی پہلے لوٹ آتی ہے۔''

(تفسير السّمعاني : 4/470)

اس کی سند پر دسترس حاصل نہ ہو سکی۔

سوال: سلم بن زریر ابو یونس راوی کیسا ہے؟

(جواب): سلم بن زریر ابو یونس صدوق ہے، جمہور نے اس کی توثیق کی ہے۔

(سوال): حدیث وہن کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

(جواب): حدیث وہن ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو؛

❀ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يُوشِكُ أَنْ تَدَاعٰى عَلَيْكُمُ الْأُمَمُ مِنْ كُلِّ أُفُقٍ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ عَلٰى قَصْعَتِهَا، قَالَ : قُلْنَا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَمِنْ قِلَّةٍ بِنَا يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ : أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ، وَلٰكِنْ تَكُونُونَ غُثَاءً كَغُثَاءِ السَّيْلِ، تُنْتَزَعُ الْمَهَابَةُ مِنْ قُلُوبِ عَدُوِّكُمْ، وَيَجْعَلُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ، قَالَ : قُلْنَا : وَمَا الْوَهْنُ؟ قَالَ : حُبُّ الْحَيَاةِ وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ .

”قریب ہے کہ آپ پر ساری کی ساری اُمتیں چہار سو سے

(مُسند الإمام أحمد : 278/5، وسندهٗ حسنٌ)

(سوال): آسمان وزمین کی تخلیق سے پہلے اللہ تعالیٰ کہاں تھا؟

(جواب): اللہ تعالیٰ ازل سے ہے، وہ اول ہے، اس سے قبل کوئی شے نہیں۔ نہ عرش، نہ کرسی، نہ آسمان وزمین۔

آسمان وزمین کی تخلیق سے پہلے اللہ تعالیٰ فضا میں تھا، بعد میں اللہ تعالیٰ نے مختلف مخلوقات کو خلق کیا، جن میں عرش بھی ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہوا۔

❀ سیدنا ابورزین عقیلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَيْنَ كَانَ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قَبْلَ أَنْ

يَخْلُقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ؟ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : كَانَ فِي عَمَاءٍ مَا فَوْقَهُ هَوَاءٌ وَمَا تَحْتَهُ هَوَاءٌ، ثُمَّ خَلَقَ الْعَرْشَ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَيْهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى .

''میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پہلے ہمارا رب تبارک وتعالیٰ کہاں تھا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فضاء میں تھا، اوپر نیچے ہوا نہیں تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے عرش کو پیدا کیا، پھر اس پر بلند ہوا۔''

(مُسند الإمام أحمد : 12/4، مُسند الطّيالسي : 1189، سنن التّرمذي : 3109، سنن ابن ماجه : 182، الأسماء والصفات للبيهقي : 864، واللّفظ لهٗ، وسندهٗ حسنٌ)

اسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن''، امام ابن حبان رحمہ اللہ (٦١٤١) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

(العُلوّ، ص 19)

سوال: کیا روز قیامت سورج اور چاند کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا؟

جواب: سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں، اس کے حکم کے مطابق اپنی ذمہ داریاں ادا کر رہے ہیں۔ تمام مخلوقات کی طرح چاند اور سورج بھی رب تعالیٰ کی تسبیحات کرتے ہیں۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سورج اور چاند کو لپیٹ دے گا اور انہیں بیل بنا کر جہنم میں ڈالے گا۔ انہیں جہنم میں عذاب کے لیے نہیں ڈالا جائے گا، کیونکہ سورج اور چاند کسی شریعت کے مکلّف نہیں اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کوئی نافرمانی نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ اسی کو عذاب دیتا ہے، جو شریعت کا مکلّف ہو اور نافرمانی کرے۔ سورج اور چاند کے جہنم میں

ڈالنے کی کئی حکمتیں ہوسکتی ہیں۔ ممکن ہے کہ انہیں جہنم میں ان لوگوں کی رسوائی کے لیے ڈالا جائے، جو دنیا میں چانداور سورج کی پوجا کرتے تھے، وہ دیکھ لیں کہ کیسے ان کے معبودوں کو جہنم میں ڈالا جا رہا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ پتھروں اور مورتیوں کو جہنم میں ڈالے گا، تا کہ دنیا میں جو بھی ان پتھروں کی پوجا کرتا تھا، وہ اپنی بے بسی اور اپنے باطل معبودوں کا انجام دیکھ لے۔

دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سورج اور چاند کے ذریعے جہنمیوں کو عذاب دے، جیسے اللہ تعالیٰ نے کئی فرشتوں، زہریلے جانوروں اور دیگر آلات عذاب کو جہنم میں اہل دوزخ کو عذاب دینے کے لیے داخل کیا ہے، نہ کہ خود انہیں سزا دینے کے لیے جہنم میں ڈالا ہے۔ اسی طرح سورج اور چاند کے ذریعے بھی اللہ تعالیٰ عذاب دے گا، اس صورت میں سورج اور چاند عذاب کا شکار نہیں ہوں گے، بلکہ دوسروں کے لیے عذاب کا باعث ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہر شے کا خالق ہے، وہ جس مخلوق کو جس کام پر مامور کر دے، اس کی مرضی ہے، ہمارے ذمہ فقط تصدیق کرنا اور دل و جان سے قبول کرنا ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ مُكَوَّرَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .

”روز قیامت سورج اور چاند لپیٹ دیے جائیں گے۔“

(صحيح البخاري : 3200)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ثَوْرَانِ فِي النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقَالَ لَهُ الْحَسَنُ : وَمَا ذَنْبُهُمَا؟ فَقَالَ : أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقُولُ : أَحْسِبُهُ قَالَ، وَمَا ذَنْبُهُمَا .

”روز قیامت سورج اور چاند جہنم میں دو بیلوں کی شکل میں ہوں گے۔ حسن بصری رحمہ اللہ نے (راوی حدیث) ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ سے عرض کیا: بھلا سورج اور چاند کا کیا گناہ؟ تو ابوسلمہ رحمہ اللہ نے فرمایا: میں آپ کو رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنا رہا ہوں اور آپ اپنا گمان ظاہر کر کے کہہ رہے ہیں کہ ان دونوں کا کیا گناہ؟!“

(مُسند البزّار: 8696، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ (۳۲۱ھ) فرماتے ہیں:

كَذٰلِكَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ هُمَا فِيهَا بِهٰذِهِ الْمَنْزِلَةِ مُعَذِّبَانِ لِأَهْلِ النَّارِ بِذُنُوبِهِمْ لَا مُعَذَّبَانِ فِيهَا إِذْ لَا ذُنُوبَ لَهُمَا .

”(پتھروں کی طرح) سورج اور چاند کو بھی جہنم میں اہل دوزخ کو اپنے گناہوں پر عذاب دینے کے لیے ڈالا جائے گا، ایسا نہیں کہ سورج اور چاند کو عذاب دیا جائے گا، کیونکہ سورج اور چاند کا تو کوئی گناہ ہی نہیں۔“

(شرح مُشکل الآثار: 170/1)

❁ امام ابوبکر اسماعیلی رحمہ اللہ (۳۷۱ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَلْزَمُ مِنْ جَعْلِهِمَا فِي النَّارِ تَعْذِيبُهُمَا فَإِنَّ لِلّٰهِ فِي النَّارِ مَلَائِكَةً وَحِجَارَةً وَغَيْرَهَا لِتَكُونَ لِأَهْلِ النَّارِ عَذَابًا وَآلَةً مِنْ آلَاتِ الْعَذَابِ وَمَا شَاءَ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ فَلَا تَكُونُ هِيَ مُعَذَّبَةً .

”سورج اور چاند کا جہنم میں داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ انہیں عذاب دیا جائے گا، کیونکہ جہنم میں اللہ تعالیٰ کے فرشتے، پتھر اور دیگر مخلوقات ہوں گی،

جو جہنمیوں کو عذاب دینے کے لیے اور آلات عذاب کے طور پر داخل ہوں گے یا کسی اور مقصد کے لیے جو اللہ چاہے گا۔ بہر حال ان اشیا کو عذاب نہیں دیا جائے گا۔“

(فتح الباري لابن حَجَر : 300/6)

❀ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهُ لَيْسَ كَوْنُهُمَا فِي النَّارِ عُقُوبَةً لَّهُمَا، وَلٰكِنَّهُ تَعْيِيرٌ وَتَبْكِيتٌ لِعَبَدَتِهِمَا الَّذِينَ عَبَدُوهُمَا فِي الدُّنْيَا، لِيَعْلَمُوا أَنَّ عِبَادَتَهُمْ إِيَّاهُمَا كَانَتْ بَاطِلًا، وَرَأْيَهُمْ فِي ذٰلِكَ رَأْيٌ فَائِلٌ .

”سورج اور چاند کا جہنم میں ہونا سزا کے طور پر نہیں ہے، بلکہ یہ سورج اور چاند کے پرستاروں کے لیے رسوائی اور ندامت کے لیے ہوگا، جو دنیا میں ان کی پوجا کرتے رہے، تاکہ وہ خوب جان لیں کہ ان کا سورج چاند کی عبادت کرنا باطل تھا اور ان کے بارے میں ان کی رائے غلط ثابت ہوئی۔“

(أعلام الحديث : 1476/2)

تنبیہ:

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

إِنَّهُ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ ذَاتَ يَوْمٍ إِذْ أَتَاهُ رَجُلٌ، فَقَالَ : يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، أَسَمِعْتَ بِالْعَجَبِ مِنْ كَعْبِ الْأَحْبَارِ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَذْكُرُ فِي الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ؟ قَالَ : وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مُتَّكِئًا فَاحْتَفَزَ، ثُمَّ قَالَ : وَمَا ذٰلِكَ؟ قَالَ : زَعَمَ أَنَّهٗ يُجَاءُ بِالشَّمْسِ وَالْقَمَرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، كَأَنَّهُمَا ثَوْرَانِ عَقِيرَانِ فَيُقْذَفَانِ فِي النَّارِ قَالَ عِكْرِمَةُ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى : فَطَارَتْ مِنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا شَظِيَّةٌ، وَوَقَعَتْ أُخْرٰى غَضَبًا، ثُمَّ قَالَ : كَذَبَ كَعْبٌ ثَلَاثًا، هٰذِهِ يَهُودِيَّةٌ يُرِيدُ إِدْخَالَهَا فِي الْإِسْلَامِ، جَلَّ وَعَزَّ أَجَلُّ وَأَكْرَمُ أَنْ يُّعَذِّبَ عَلٰى طَاعَتِهٖ، أَلَمْ تَرَ إِلٰى قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ : ﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ﴾(إبراهيم : ٣٣) يَعْنِي دُؤُوبَهُمَا فِي طَاعَتِهٖ، فَكَيْفَ يُعَذِّبُ عَبْدَيْنِ أَثْنٰى عَلَيْهِمَا أَنَّهُمَا دَائِبَانِ فِي طَاعَتِهٖ؟ ....

’’ایک دن آپ رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے، اچانک ایک شخص آیا اور عرض کیا: ابن عباس! کیا آپ نے کعب احبار رحمہ اللہ سے ایک عجیب وغریب بات سنی ہے، جو وہ سورج اور چاند کے بارے میں کہتے ہیں؟ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ٹیک لگا کر بیٹھے تھے، تو سیدھا ہو کر بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا: کعب احبار رحمہ اللہ نے کیا کہا ہے؟ تو اس شخص نے کہا: کعب رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ روز قیامت سورج اور چاند کو لایا جائے گا، گویا دو زخمی بیل ہوں، انہیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ عکرمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما شدید غصے میں آ گئے، پھر تین مرتبہ فرمایا: کعب نے غلط کہا، یہ یہودیت ہے، جسے وہ اسلام میں داخل کرنا

چاہ رہے ہیں۔ اللہ اس سے بلند اور مکرم ہے کہ اپنے اطاعت کرنے پر کسی کو عذاب دے، کیا آپ نے اس فرمان باری تعالیٰ کو نہیں پڑھا: ﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ﴾(إبراهيم : ٣٣) ''اس نے تمہارے لیے سورج اور چاند کو مسخر کر دیا، اس حال میں کہ وہ دونوں مسلسل چلتے ہیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری میں مسلسل چل رہے ہیں۔ بھلا اللہ تعالیٰ اپنی دو ایسی مخلوقوں کو کیسے عذاب دے سکتا ہے، جس کی اللہ تعالیٰ نے تعریف کی ہے کہ وہ اس کی اطاعت میں بدستور چل رہے ہیں۔''

(العَظَمة لأبي الشّيخ : 1163/4)

جھوٹی روایت ہے۔

① ابوعصمہ نوح بن ابی مریم متروک وکذاب ہے۔

② ابوالقاسم حماد بن محمد سلمی کے حالات زندگی نہیں ملے۔

③ ابو یعقوب اسحاق بن ابی حمزہ کا ترجمہ نہیں ملا۔

④ ابراہیم بن محمد بن علی رازی کا کوئی اتہ پتہ نہیں۔

اس روایت کا دوسرا طریق بھی ہے۔

(تاریخ الطّبري :65/1)

من گھڑت ہے۔

① ابونعیم عمر بن صبح کذاب ووضاع ہے۔

② خلف بن واصل متہم بالوضع ہے۔

③ محمد بن ابی منصور آملی طبری کے حالات زندگی نہیں ملے۔

اس روایت کی کوئی سند قابل التفات نہیں۔

❀ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مَوْضُوعٌ لَا شَكَّ فِيهِ وَفِي إِسْنَادِهِ جَمَاعَةٌ مِنَ الضُّعَفَاءِ وَالْمَجْهُولِينَ .

”یہ حدیث من گھڑت ہے، اس میں کوئی شک نہیں۔ اس کی سند میں کئی ضعیف اور مجہول راوی ہیں۔“

(المَوضوعات : 140/1)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَعَلَّهٗ هُوَ وَضَعَهٗ .

”ممکن ہے کہ اس روایت کو خلف بن واصل نے گھڑا ہو۔“

(لِسان المیزان : 405/2)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ حَدِيثٌ طَوِيلٌ آثَارُ الْوَضْعِ عَلَيْهِ ظَاهِرَةٌ .

”یہ طویل حدیث ہے، اس کا من گھڑت ہونا بالکل واضح ہے۔“

(تہذیب التّہذیب : 488/10)

معلوم ہوا کہ سورج اور چاند کا روز قیامت جہنم میں داخل ہونا تو ثابت ہے، مگر یہ ثابت نہیں کہ وہ عذاب کا شکار ہوں گے، سورج اور چاند اپنی ڈیوٹی بڑی ذمہ داری سے ادا کرتے ہیں، وہ تو رب تعالیٰ کی بغاوت کرتے ہی نہیں، بلکہ جو انسان اور جنات اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں، ان پر سورج افسوس کرتا ہے۔

❁ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَتَدْرُونَ أَيْنَ تَذْهَبُ هٰذِهِ الشَّمْسُ؟ قَالُوا : اَللّٰهُ وَرَسُولُهٗ أَعْلَمُ قَالَ : إِنَّ هٰذِهٖ تَجْرِي حَتّٰى تَنْتَهِيَ إِلٰى مُسْتَقَرِّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ، فَتَخِرُّ سَاجِدَةً، فَلَا تَزَالُ كَذٰلِكَ حَتّٰى يُقَالَ لَهَا : ارْتَفِعِي، ارْجِعِي مِنْ حَيْثُ جِئْتِ، فَتَرْجِعُ فَتُصْبِحُ طَالِعَةً مِنْ مَطْلِعِهَا، ثُمَّ تَجْرِي حَتّٰى تَنْتَهِيَ إِلٰى مُسْتَقَرِّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ، فَتَخِرُّ سَاجِدَةً، وَلَا تَزَالُ كَذٰلِكَ حَتّٰى يُقَالَ لَهَا : ارْتَفِعِي، ارْجِعِي مِنْ حَيْثُ جِئْتِ، فَتَرْجِعُ فَتُصْبِحُ طَالِعَةً مِنْ مَطْلِعِهَا، ثُمَّ تَجْرِي لَا يَسْتَنْكِرُ النَّاسُ مِنْهَا شَيْئًا حَتّٰى تَنْتَهِيَ إِلٰى مُسْتَقَرِّهَا ذَاكَ تَحْتَ الْعَرْشِ، فَيُقَالُ لَهَا : ارْتَفِعِي أَصْبِحِي طَالِعَةً مِّنْ مَغْرِبِكِ، فَتُصْبِحُ طَالِعَةً مِّنْ مَغْرِبِهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَتَدْرُونَ مَتٰى ذَاكُمْ؟ ذَاكَ حِينَ : ﴿لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا﴾(الأنعام : ١٥٨)

”کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ سورج کہاں جاتا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: یہ سورج چلتا رہتا ہے، یہاں تک کہ عرش کے نیچے اپنے ٹھکانے پر پہنچ جاتا ہے، وہاں سجدے میں گر جاتا ہے اور اسی حالت میں ہی رہتا ہے، تا آنکہ اسے کہا جاتا ہے: اٹھو اور جہاں

سے آئے ہو، وہیں واپس چلے جاؤ۔ سورج واپس ہو جاتا ہے اور صبح کے وقت اپنے طلوع ہونے والی جگہ سے طلوع ہوتا ہے۔ پھر چلتا رہتا ہے، یہاں تک کہ عرش کے نیچے اپنے ٹھکانے پر پہنچ جاتا ہے، سجدے میں گر جاتا ہے اور سجدے میں ہی رہتا ہے، یہاں تک کہ اسے کہا جاتا ہے: اٹھو اور اسی جگہ واپس چلے جاؤ، جہاں سے آئے تھے، سورج لوٹ جاتا ہے اور صبح کے وقت اپنے طلوع ہونے والی جگہ سے طلوع ہوتا ہے۔ پھر چلتا رہتا ہے، لوگوں کو اس میں کوئی بات عجیب نہیں لگتی، یہاں تک کہ (قرب قیامت) سورج عرش کے نیچے اپنے اسی ٹھکانے پر پہنچ جائے۔ پھر اسے کہا جائے گا: اٹھو اور صبح مغرب سے طلوع ہونا، تو وہ صبح مغرب سے طلوع ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جانتے ہیں کہ یہ کب ہوگا؟ اس وقت جب: ﴿لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا﴾ ”کسی کو اس کا ایمان لانا فائدہ نہ دے گا، جو اس سے پہلے ایمان نہیں لایا ہوگا یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کی ہوگی۔“

(صحيح البخاري: 7424، صحيح مسلم: 159)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

إِنَّ الشَّمْسَ تَطْلُعُ كُلَّ سَنَةٍ فِي ثَلَاثِمِائَةٍ وَسِتِّينَ كَوَّةً، تَطْلُعُ كُلَّ يَوْمٍ فِي كَوَّةٍ، وَلَا تَرْجِعُ إِلٰى تِلْكَ الْكَوَّةِ إِلٰى ذٰلِكَ الْيَوْمِ مِنَ الْعَامِ الْقَابِلِ، وَلَا تَطْلُعُ إِلَّا وَهِيَ كَارِهَةٌ، فَتَقُولُ: رَبِّ لَا تُطْلِعْنِي عَلٰى عِبَادِكَ؛ فَإِنِّي أَرَاهُمْ يَعْصُونَكَ؛ يَعْمَلُونَ بِمَعَاصِيكَ.

''سورج سال بھر میں تین سو ساٹھ روشن دانوں (مداروں) سے طلوع ہوتا ہے، ہر روز ایک روشن دان (مدار) سے طلوع ہوتا ہے، اگلے سال سورج اسی دن اسی روشن دان سے طلوع نہیں ہوتا، (بلکہ قمری کیلنڈر کے اعتبار سے اس کا مدار تھوڑا سا تبدیل ہو جاتا ہے۔) سورج کراہت کے ساتھ طلوع ہوتا ہے، کہتا ہے: میرے رب! مجھے اپنے بندوں پر طلوع نہ کر، میں انہیں تیری نافرمانی کرتے دیکھتا ہوں، یہ تیری معصیت کا ارتکاب کرتے ہیں۔''

(حديث السّرّاج : 2609، العَظَمة لأبي الشّيخ : 1183/4، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: علامہ واحدی کا صفات باری تعالیٰ میں تفسیری منہج کیا ہے؟

جواب: علامہ ابوالحسن علی بن احمد واحدی (۴۶۷ھ) بڑے عالم تھے، لغت میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ آپ کا شمار ابواسحاق ثعلبی کے مشہور تلامذہ میں ہوتا ہے۔

آپ کی تین تفاسیر ہیں؛ ① البسیط ② الوسیط ③ الوجیز

اسی طرح ''اسباب النزول'' اور ''التحبیر فی الاسماء الحسنٰی'' بھی آپ کی تصانیف ہیں۔

صفات باری تعالیٰ میں آپ کا تفسیری منہج اہل سنت والجماعت سے ہٹا ہوا ہے۔ آپ نے اشاعرہ کے مذہب کے مطابق صفات باری تعالیٰ کی تاویلات کی ہیں۔ کم علم لوگ ان تفاسیر پڑھنے سے مجتنب رہیں، واللہ اعلم!

سوال: سورت التین میں ''تین'' اور ''زیتون'' کا ذکر ہے، ان سے کیا مراد ہے؟

جواب: سورت التین میں جس انجیر اور زیتون کا ذکر ہے، اس سے مراد عام انجیر اور زیتون ہے۔ یہ انجیر وزیتون کی فضیلت اور اہمیت پر دلالت کرتا ہے۔

سوال: کیا سورت زلزال کی قرأت کا ثواب نصف قرآن کے برابر ہے؟

جواب: سورت زلزال کی یہ فضیلت ثابت نہیں۔ اس بارے میں مروی روایت ضعیف ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

إِذَا زُلْزِلَتْ تَعْدِلُ نِصْفَ الْقُرْآنِ، وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ تَعْدِلُ ثُلُثَ القُرْآنِ، وَقُلْ يَا أَيُّهَا الكَافِرُونَ تَعْدِلُ رُبُعَ الْقُرْآنِ .

''سورت زلزال نصف قرآن کے برابر ہے، سورت اخلاص ایک تہائی قرآن کے برابر ہے اور سورت کافرون ایک چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔''

(سنن التّرمذي : 2894)

سند سخت ضعیف ہے۔ یمان بن مغیرہ ضعیف و منکر الحدیث ہے۔

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُنْكَرُ الْحَدِيثِ جِدًّا يَرْوِي عَنْ عَطَاءَ أَشْيَاءَ لَا يُتَابَعُ عَلَيْهَا مِنَ الْمَنَاكِيرِ الَّتِي لَا أُصُولَ لَهَا فَلَمَّا كَثُرَ ذٰلِكَ فِي رِوَايَتِهِ اسْتَحَقَّ التَّرْكَ .

''یہ سخت منکر الحدیث ہے، یہ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے منسوب ایسی منکر روایات بیان کرتا ہے، جن پر اس کی متابعت نہیں کی گئی، ان روایات کی کوئی بنیاد نہیں، جب اس کی روایات میں بکثرت منکر روایات پائی گئیں، تو یہ متروک ہونے کا مستحق ٹھہرا۔''

(كتاب المَجروحين : 144/3)

سوال: ایک شخص ہر رکعت میں سورت زلزال پڑھتا ہے، اس کے بارے میں کیا

کہتے ہے؟

(جواب): جو شخص تلاوت قرآن پر دسترس رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ مختلف سورتیں پڑھے، البتہ اگر اسے صرف سورت زلزال آتی ہے یا بار بار سورت زلزال پڑھنے سے خشیت طاری ہوتی ہے، تو وہ ہر نماز یا ہر رکعت میں سورت زلزال پڑھ سکتا ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

أَتٰى رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَقْرِئْنِي يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْرَأْ ثَلَاثًا مِّنْ ذَاتِ الٓرٰ فَقَالَ الرَّجُلُ: كَبِرَتْ سِنِّي، وَاشْتَدَّ قَلْبِي، وَغَلُظَ لِسَانِي قَالَ: اقْرَأْ ثَلَاثًا مِّنْ ذَاتِ حٰمٓ فَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهٖ الْأُوْلٰى قَالَ: اقْرَأْ ثَلَاثًا مِّنَ الْمُسَبِّحَاتِ فَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهٖ، ثُمَّ قَالَ الرَّجُلُ: وَلٰكِنْ أَقْرِئْنِي سُوْرَةً جَامِعَةً قَالَ: فَاقْرَأْ: ﴿إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا﴾(الزلزلة: ١) حَتّٰى فَرَغَ مِنْهَا فَقَالَ الرَّجُلُ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَزِيْدُ عَلَيْهَا شَيْئًا أَبَدًا، ثُمَّ أَدْبَرَ الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَفْلَحَ الرُّوَيْجِلُ، أَفْلَحَ الرُّوَيْجِلُ.

''ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: اللہ کے رسول! مجھے قرآن پڑھا دیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ تین سورتیں پڑھ لیں، جن کا آغاز ﴿الٓرٰ﴾ سے ہوتا ہے۔ کہنے لگا: میری عمر زیادہ ہو گئی ہے،

دل سخت ہو چکا ہے اور زبان موٹی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پھر ﴿حٰمٓ﴾ سے شروع ہونے والی تین سورتیں پڑھ لیں، اس نے پھر وہی کہا، نبی کریم ﷺ نے ﴿سَبَّحَ﴾ سے شروع ہونے والی تین سورتوں کا مشورہ دیا، لیکن اس نے پھر وہی بات دہرا دی اور کہنے لگا: اللہ کے رسول! مجھے کوئی جامع سورت سکھا دیں۔ آپ نے سورت زلزلہ پڑھا دی۔ وہ اسے پڑھ کر فارغ ہوا تو کہنے لگا: اس ذات کی قسم، جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے! اس پر کبھی اضافہ نہیں کروں گا، وہ واپس لوٹا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کامیاب ہو گیا، کامیاب ہو گیا۔“

(مسند الإمام أحمد: 169/2، سنن أبي داود: 1399، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۷۷۳) نے ”صحیح“ کہا ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ (۵۳۲/۱) نے امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ”صحیح“ کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ”صحیح“ قرار دیا ہے۔

سوال: جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہے، اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآنی شخصیات ہیں، ان کی تعریف وثنا رب العالمین نے کی ہے، ان سے راضی ہونے کا اعلان کیا۔ اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہنا کفر کی نشانی ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے علم پر اُنگشت نمائی کرنا ہے۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

”کفار صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی وجہ سے غیظ وغضب کا شکار ہوتے ہیں، اسی طرح جو شخص صحابہ کو لے کر غصے میں آجائے اور برا محسوس کرے، اس کا معاملہ بھی کفار

والا ہے، کفار کی طرح ذلت، رسوائی اور غم اس کا مقدر ہے۔ کفار صحابہ سے بغض کا شکار اپنے کفر کی وجہ ہوئے اور بلا شبہ وہ شخص جو صحابہ سے بغض رکھنے میں کفار کا ہم نوا ہو، کافر ہی ہو سکتا ہے، کیونکہ مومن کفر کی وجہ سے رسوا نہیں ہو سکتا۔ اس اجمال کی تفصیل قرآن کریم کی اس آیت سے سمجھی جا سکتی ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ﴾ ''تا کہ ان (صحابہ) کے ذریعہ کفار کو غیظ و غضب میں مبتلا کرے۔'' یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بغض میں مبتلا ہونا کفر کی مشترکہ علت ہے۔ جس طرح کافر کے لیے ضروری ہے کہ وہ صحابہ سے بغض رکھے، یعنی جو کفر کرتا ہے، وہ صحابہ سے بھی بغض رکھنے لگ جاتا ہے، اسی طرح جب کوئی بھی شخص صحابہ سے بغض رکھنے لگ جائے، تو وہ لازماً کافر بھی ہو جاتا ہے۔''

(الصّارم المَسلول، ص 579)

❀ مفتی احمد یار خان نعیمی بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

''جو شخص حضرات صحابہ اور خاص کر بیت رضوان میں شرکت کرنے والوں کو برا کہے، یا کہ ان کو منافق کہے یا کہے کہ بعد میں ابوبکر صدیق یا فاروق اعظم یا عثمان غنی رضی اللہ عنہم اسلام سے پھر گئے تھے، وہ کافر اور مرتد ہے، کیونکہ پھر اس کے معنی یہ ہوئے کہ رب العالمین کو بھی علم نہ تھا کہ ان حضرات کا انجام کیا ہوگا؟ اور ان کو اپنی خوشنودی کا تمغہ دے دیا۔ رب علیم وخبیر ہے، جن سے راضی ہو، وہ واقعی جنتی اور جنتیوں کے سردار ہیں۔''

(شانِ حبیب الرحمٰن، ص213-214)

سوال: بعض کہتے ہیں کہ جب بیعت رضوان ہوئی، تو سیدنا خضر علیہ السلام بھی بیعت کرنے والوں میں موجود تھے۔اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: یہ بے دلیل اور بے حقیقت بات ہے۔سیدنا خضر علیہ السلام کا زندہ ہونا بھی ثابت نہیں، چہ جائیکہ ان کا بیعت رضوان میں شامل ہونا ثابت ہو۔

سوال: کہا جاتا ہے کہ باپ خلیفہ یا بادشاہ ہو،تو بیٹا اس کا جانشین نہیں بن سکتا؟

جواب: جان نشینی کے لیے اہلیت شرط ہے، اگر یہ شرط بیٹے میں پائی جاتی ہے،تو بیٹے کے خلیفہ یا حکمران بننے میں کوئی مضائقہ نہیں، البتہ اگر بیٹا نا اہل ہے،تو اسے جانشین بنانا درست نہیں۔

خلیفہ یا حاکم وقت کی ذمہ داری ہے کہ زمین پر اللہ کے دین کو غالب کرے،جس کا لازمی تقاضا ہے کہ وہ اپنا جانشین بھی ایسے شخص کو بنائے،تو عادل اور دین دار ہو، نیز نظام حکومت کو بخوبی چلانا جانتا ہو۔

سوال: درج ذیل عبارت کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

❁ مفتی احمد یار خان نعیمی بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

”مثنوی شریف میں فرمایا کہ شہد کی مکھی چمن سے پھولوں کا رس چوس کر حضور پر درود شریف پڑھتی ہوئی آتی ہے، اس کی برکت سے شہد میں شفا ہے، کیونکہ درود شریف شفا ہے۔ یہ درود شریف قدرتی طور پر اس مکھی کو سکھایا گیا ہے۔ اس درود شریف کی مٹھاس اس شہد میں ہے،تو جیسے درود شریف کی برکت سے پھولوں کے پھیکے رس میٹھے بن جاتے ہیں، ان شاء اللہ درود شریف کی برکت سے ہماری پھیکی عبادات میں مقبولیت کی شیرینی آوے گی۔“

(تفسیر نور العرفان، ص 437 ،شان حبیب الرحمٰن، ص 187)

جواب: یہ بے حقیقت بات ہے۔ ویسے حیرانی کی بات ہے کہ ان احباب کے نزدیک اگر کوئی شخص پہلے تشہد میں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ کہہ دے، تو اس پر سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے، اسی طرح ان کے نزدیک آخری تشہد میں درود ضروری نہیں، بلکہ نماز جنازہ میں مسنون و ماثور درود کے الفاظ کی بجائے غیر ثابت الفاظ پڑھتے ہیں۔ لیکن شہد کی مکھی کے متعلق عجیب وغریب باتیں ذکر کر دی ہیں۔

سوال: خاتم النبیین کا کیا معنی ہے؟

جواب: خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہے۔ یہ معنی خود رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے۔ خاتم کا معنی آخری بھی ہے اور مہر بھی۔ دونوں صورت میں یہی لازم آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں، اب آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی یا رسول پیدا نہ ہو گا۔ پوری اُمت یہی مفہوم و معنی بیان کرتی ہے۔ احادیث صحیحہ، آثار سلف اور علمائے اُمت کی آراء سے اسی معنی کی تائید ہوتی ہے۔ اس لیے تو نبی کریم ﷺ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جھوٹے مدعی نبوت کے خلاف جہاد کیا۔

جو شخص نبی کریم ﷺ کے بعد کسی کو نبی مانے یا نبی ہونا ممکن سمجھے، تو وہ بالا جماع کافر و مرتد ہے، کیونکہ اس نے قرآن آیات، احادیث متواترہ، آثار سلف اور اجماع اُمت کا انکار کیا ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾ (الأحزاب : ٤٠)

”محمد (ﷺ) تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں، لیکن اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں اور اللہ ہر چیز سے بخوبی واقف ہے۔“

❁ مفسر ابن عطیہ رحمہ اللہ (۵۴۱ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْأَلْفَاظُ عِنْدَ جَمَاعَةِ عُلَمَاءِ الْأُمَّةِ خَلَفًا وَّسَلَفًا مُّتَلَقَّاةٌ عَلَى الْعُمُومِ التَّامِّ مُقْتَضِيَةٌ نَّصًّا أَنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

”علمائے سلف وخلف کے نزدیک یہ الفاظ عام ہیں اور واضح نص ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔“

(تفسير ابن عطية : 388/4)

❁ مفتی احمد یار خان نعیمی بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

”خاتم النبیین میں فرمایا گیا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں میں سب سے پچھلے نبی۔ خاتم ختم سے مشتق ہے اور ختم کے معنی ہیں مہر کے بھی اور آخری کے بھی، بلکہ مہر کو بھی خاتم اسی واسطے کہتے ہیں کہ وہ مضمون کے آخر میں لگائی جاتی ہے یا یہ کہ جب کسی تھیلے پر مہر لگ گئی، تو اب کوئی چیز باہر کی اندر اور اندر کی باہر نہیں جا سکتی۔ اسی طرح یہ آخری مہر لگ چکی، باغ نبوت کا آخری پھول کھل چکا۔ خود حضور علیہ السلام نے خاتم النبیین کے معنی بیان فرمائے ہیں کہ لا نبی بعدی ”میرے بعد کوئی نبی نہیں۔“ اب جو شخص کسی طرح کا ظلی، بروزی، اصلی، عارضی، مراقی، مذاقی، شرابی، افیونی نبی حضور علیہ السلام کے بعد مانے، وہ بے دین اور مرتد ہے۔“

(شان حبیب الرحمٰن، ص171-172)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۲۷)

غلام مصطفی ظہیر امن پوری

سوال: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا اُم حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا سے کیا رشتہ ہے؟

جواب: سیدہ اُم حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی (رضاعی) خالہ تھیں۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَ رَأْسَهٗ فِي بَيْتِ ابْنَةِ مِلْحَانَ، وَهِيَ إِحْدٰى خَالَاتِهٖ …… .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنت ملحان رضی اللہ عنہا کے گھر میں سوئے، آپ رضی اللہ عنہا سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی خالاؤں میں سے تھیں۔“

(مُسند أبي يعلٰى : 3677، وسندہٗ حسنٌ)

❀ ایک روایت یوں ہے:

…… عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ خَالَتِهٖ أُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ …… .

”سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ اپنے خالہ سیدہ اُم حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں۔“

(صحيح البخاري : 2799)

سوال: کیا نماز جنازہ میں سورت فاتحہ کے بعد قراءت ہے؟

جواب: نماز جنازہ میں سورت فاتحہ کے بعد قراءت کرنا ثابت نہیں۔

❁ طلحہ بن عبداللہ بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ عَلٰى جَنَازَةٍ، فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَسُورَةٍ وَجَهَرَ حَتّٰى أَسْمَعَنَا .

''میں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے ایک جنازہ پڑھا، آپ رضی اللہ عنہ نے سورت فاتحہ اور مزید ایک سورت کی جہری قرأت کی، یہاں تک کہ آپ کی قرأت ہمیں سنائی دی۔''

(سنن النّسائي : 1987)

اس روایت میں سورت فاتحہ کے بعد والی سورت کا ذکر غیر محفوظ ہے۔

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ذِكْرُ السُّورَةِ فِيهِ غَيْرُ مَحْفُوظٍ .

''اس روایت میں ''سورت'' کا ذکر غیر محفوظ ہے۔''

(السّنن الكبرىٰ : 38/4)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ حبیب بن ابی ثابت رحمہ اللہ سے مروی ہے:

كَانَ بَيْنَ عَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ كَلَامٌ فَدَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ فَأَلْقٰى لَهٗ مِثَالًا فَاضْطَجَعَ عَلَيْهِ فَجَاءَ تْ فَاطِمَةُ فَاضْطَجَعَتْ مِنْ جَانِبٍ، وَجَاءَ عَلِيٌّ فَاضْطَجَعَ مِنْ جَانِبٍ، فَأَخَذَ رَسُولُ اللّٰهِ بِيَدِ عَلِيٍّ فَوَضَعَهَا عَلٰى سُرَّتِهٖ وَأَخَذَ بِيَدِ فَاطِمَةَ فَوَضَعَهَا عَلٰى سُرَّتِهٖ

وَلَمْ يَزَلْ حَتّٰى أَصْلَحَ بَيْنَهُمَا ثُمَّ خَرَجَ قَالَ : فَقِيلَ لَهٗ : دَخَلْتَ وَأَنْتَ عَلٰى حَالٍ وَّخَرَجْتَ وَنَحْنُ نَرَى الْبِشْرَ فِي وَجْهِكَ فَقَالَ : وَمَا يَمْنَعُنِي وَقَدْ أَصْلَحْتُ بَيْنَ أَحَبِّ اثْنَيْنِ إِلَيَّ .

''سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے درمیان کچھ ناراضی ہو گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بستر بچھا دیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر لیٹ گئے، اتنے میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور ایک جانب (بستر پر) لیٹ گئیں، سیدنا علی رضی اللہ عنہ آئے اور (بستر پر) دوسری طرف لیٹ گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور اپنی ناف پر رکھ دیا اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ پکڑا اور اسے بھی اپنی ناف پر رکھ دیا۔ ہاتھ ناف پر ہی رہے، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے درمیان صلح کرا دی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ (اللہ کے رسول!) آپ گھر داخل ہوئے تھے، تو عام حالت میں تھے، مگر جب واپس تشریف لائے ہیں، تو ہم آپ کے چہرہ انور پر خوشی کے آثار دیکھ رہے ہیں، (ایسا کیوں؟) فرمایا: میں مسکراؤں کیوں نہ، میں نے دو ایسی شخصیات کے درمیان صلح کرائی ہے، جو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔''

(الطّبقات الكبير لابن سعد : 26/8، مَدارة النّاس لابن أبي الدُّنيا : 187)

جواب: سند ضعیف ہے۔ حبیب بن ابی ثابت کی مرسل ہے۔

سوال: کیا سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات کیا ہے؟

جواب: سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات کا صحیح علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

اگرچہ بعض اہل نے ۲۲ جمادیٰ اولیٰ اور بعض نے ۲۲ جمادیٰ ثانیہ ذکر کی ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

تُوُفِّي أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَيْلَةَ الثُّلَاثَاءِ لِثَمَانٍ بَقِينَ مِنْ جُمَادَى الْأُولٰى سَنَةَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَهُوَ يَوْمَئِذٍ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ ....

''سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات منگل کی رات ۲۲ جمادیٰ اولیٰ سن ۱۳ھ کو ہوئی، اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر تریسٹھ (۶۳) برس تھی۔''

(المُستدرك للحاكم : 4409)

جھوٹی روایت ہے۔

① سلیمان بن داود شاذکونی منقری متروک وکذاب ہے۔

② محمد بن عمر واقدی متروک وکذاب ہے۔

③ زہری کا عنعنہ ہے۔

سوال: درج ذیل قول کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

❁ حماد بن زید بن درہم رحمہ اللہ سے مروی ہے:

قَالَ الْأَعْمَشُ حِينَ حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ مِنْ أَحَادِيثَ وَضَعْنَاهَا فِي عُثْمَانَ .

''جب اعمش رحمہ اللہ کی وفات کا وقت قریب آیا، تو آپ رحمہ اللہ نے کہا: میں ان احادیث کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرتا ہوں، جو ہم نے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بارے میں وضع کی ہیں۔''

(أحوال الرّجال للجوزجاني، ص 192، ت : 352)

جواب: یہ قول ثابت نہیں۔ حماد بن زید بصری کا اعمش کوفی سے سماع ولقاء نہیں۔

سوال: کیا نبی کریم ﷺ کی والدہ ماجدہ کی قبر مکہ میں ہے؟

جواب: نبی کریم ﷺ کی والدہ ماجدہ کی قبر مکہ میں نہیں۔ اس بارے میں کوئی روایت ثابت نہیں۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِمَكَّةَ عَلٰى قَبْرٍ مِّنْ قُبُورِ الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ : أَلَا إِنَّ هٰذَا قَبْرُ أُمِّ مُحَمَّدٍ .

''نبی کریم ﷺ مکہ میں زمانہ جاہلیت کی قبروں میں ایک قبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: یاد رہے کہ یہ محمد (ﷺ) کی ماں کی قبر ہے۔''

(تاريخ المدينة لابن شَبَّة :1/119)

سند ضعیف ہے۔

① سعد بن سعید مقبری ضعیف ہے۔

② فلیح بن محمد یمانی کی توثیق نہیں۔

❁ حافظ محمد بن سعد رحمہ اللہ (۲۳۰ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا غَلَطٌ وَلَيْسَ قَبْرُهَا بِمَكَّةَ وَقَبْرُهَا بِالْأَبْوَاءِ .

''یہ غلط ہے، نبی کریم ﷺ کی قبر مکہ میں نہیں ہے، بلکہ مقام ابواء پر ہے۔''

(الطّبقات الكبرىٰ :1/117)

مشہور یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی والدہ ماجدہ کی قبر مقام ابواء میں ہے، جو مدینہ کے

قریب مکہ کے راستے پر ہے۔

سوال: امام حاکم رحمہ اللہ کی تاریخ نیشاپور کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: امام ابو عبد اللہ حاکم رحمہ اللہ (۴۰۵ھ) کی ''تاریخ نیشاپور'' تاریخ پر عمدہ کتاب ہے۔اہل علم نے اسے پسند کیا ہے۔

❀ امام عبدالرحمٰن بن اسماعیل صابونی رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

اَللَّذَيْنِ جَمَعَهُمَا وَلَمْ يُسْبَقْ إِلٰى مِثْلِهِمَا .

''امام حاکم رحمہ اللہ نے تاریخ نیشاپور اور معرفۃ علوم الحدیث جیسی کتابوں کو تصنیف کیا، یہ بے مثال اور بے نظیر کتابیں ہیں۔''

(عقیدة السّلف وأصحاب الحديث، ص 30)

سوال: ہاروت و ماروت کے بارے میں درج ذیل عبارت پر تبصرہ مطلوب ہے۔

❀ مفتی احمد یار خان نعیمی بریلوی صاحب کہتے ہیں:

''ہاروت ماروت دو فرشتے تھے، جو تمام فرشتوں سے زیادہ عابد وزاہد تھے، ایک دفعہ بشکل انسانی دنیا میں قاضی وحاکم بنا کر بھیجے گئے، ایک عورت زہرا کا مقدمہ پیش ہوا، جس پر یہ عاشق ہو گئے اور اس کے عشق میں بہت گناہ کر بیٹھے۔ ادریس علیہ السلام کا زمانہ تھا ان کے وسیلے سے توبہ تو قبول ہوئی، مگر بابل کے کنواں میں قید کر دیے گئے۔انہیں جادو کی تعلیم کے لیے مقرر کر دیا گیا، پتہ لگا کہ نورانی فرشتے جب شکل انسانی میں آئیں، تو ان میں کھانے پینے، بلکہ جماع کی قوتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص24)

(جواب): ہاروت وماروت دو فرشتے تھے، جو ایک قوم میں آزمائش بنا کر بھیجے گئے تھے۔ زہرا نامی عورت والا واقعہ اسرائیلیات میں سے ہے۔ اسرائیلی روایات کے بارے میں حکم یہ ہے کہ قرآن وحدیث کے خلاف نہ ہوں، تو قبول، مگر یہ روایت قرآن وحدیث کے خلاف ہے، لہٰذا قبول نہیں۔ فرشتے معصوم ہیں۔

مفتی صاحب نے ان دو فرشتوں کے متعلق جو باتیں نقل کی ہیں، وہ مناسب نہیں، کہتے ہیں کہ عشق میں بہت گناہ کر بیٹھے، ادریس علیہ السلام کے وسیلے سے توبہ قبول ہوئی۔ یہ بے بنیاد بات ہے۔ فرشتوں پر تہمت اور افترا ہے۔ انہیں بابل کے کنواں میں قید نہیں کیا گیا۔

یاد رہے کہ فرشتے جب انسانی شکل میں زمین پر اترتے ہیں، تو ان میں کھانے پینے وغیرہ کی طلب نہیں ہوتی۔ ابراہیم علیہ السلام کے پاس انسانی شکل میں فرشتے آئے، تو ابراہیم علیہ السلام انہیں پہچان نہ سکے اور انہیں بھنا ہوا بچھڑا پیش کیا، مگر فرشتوں نے کھانے کی طرف التفات ہی نہ کیا، بعد میں ابراہیم علیہ السلام کو بتایا کہ ہم اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں۔

(سوال): چند سلفی تفاسیر کی راہنمائی درکار ہے۔

(جواب): تفاسیر کے حوالہ سے احتیاط چاہیے، اکثر مفسرین اشاعرہ اور معتزلہ کی رَوش پر چلتے نظر آتے ہیں، صفات باری تعالیٰ میں بری تاویلیں کرتے ہیں۔ صفات باری تعالیٰ عقیدہ توحید کی اساس اور بنیاد ہے۔

ذیل میں چند ایسی تفاسیر کا ذکر کیا جا رہا ہے، جو سلفی منہج اور اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کی نمائندہ تفاسیر ہیں؛

① تفسیر ابن جریر الطبری

② تفسیر القرآن العزیز لابن ابی زمنین

③ تفسیر القرآن لابی المظفر السمعانی

④ معالم التنزیل للبغوی

⑤ تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر

⑥ فتح البیان لمحمد صدیق حسن خاں القنوجی

⑦ محاسن التاویل لمحمد جمال الدین القاسمی

⑧ تیسر الکریم الرحمٰن لعبد الرحمٰن الناصر السعدی

⑨ اَضواءُ البیان لمحمد الامین الشنقیطی

⑩ الکنز الثمین لمحمد بن صالح العثیمین

⑪ صفوۃ الآثار والمفاہیم فی تفسیر القرآن العظیم لعبد الرحمٰن بن محمد الدوسری

⑫ حدائق الروح والریحان فی روابی علوم القرآن لمحمد الامین الھرری

سوال: صحیحین کے راویوں کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: بخاری و مسلم کو اُمت نے صحیحین کے معزز لقب سے نوازا ہے۔ان دونوں کی تمام مسند مرفوع متصل روایات بالاجماع صحیح ہیں۔

❁ حافظ ابن دقیق العید رحمہ اللہ (۷۰۲ھ) بیان کرتے ہیں:

كَانَ شَيْخُ شُيُوخِنَا الْحَافِظُ أَبُو الْحَسَنِ الْمَقْدِسِيُّ يَقُولُ فِي الرَّجُلِ يُخَرَّجُ عَنْهُ فِي الصَّحِيحِ: «هٰذَا جَازَ الْقَنْطَرَةَ»، يَعْنِي بِذٰلِكَ أَنَّهُ لَا يُلْتَفَتُ إِلٰى مَا قِيلَ فِيهِ وَهٰكَذَا يُعْتَقَدُ وَبِهِ نَقُولُ وَلَا نَخْرُجُ عَنْهُ إِلَّا بِبَيَانٍ شَافٍ وَحُجَّةٍ ظَاهِرَةٍ تَزِيدُ فِي غَلَبَةِ الظَّنِّ عَلَى الْمَعْنَى الَّذِي قَدِمْنَاهُ مِنِ اتِّفَاقِ النَّاسِ بَعْدَ

الشَّيْخَيْنِ عَلٰى تَسْمِيَةِ كِتَابَيْهِمَا بِالصَّحِيحَيْنِ وَمِنْ لَوَازِمِ ذٰلِكَ تَعْدِيلُ رُوَاتِهِمَا .

''ہمارے استاذوں کے شیخ حافظ ابوالحسن علی بن مفضل مقدسی رحمہ اللہ (۶۱۱ ھ) صحیح بخاری کے کسی راوی کے بارے میں فرماتے ہیں: ''یہ راوی (جرح وتعدیل کا) پُل عبور کر چکا ہے۔'' اس قول سے آپ رحمہ اللہ کی مراد یہ ہے کہ اس بارے پر جو جرح کی گئی ہے، اس کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔ (بخاری ومسلم کے راویوں کے بارے میں) یہی اُصول اپنایا جائے۔ ہمارا بھی یہی مؤقف ہے، ہم اس قانون کو اسی وقت ترک کرتے ہیں، جب (اس کے برخلاف) تسلی بخش وضاحت اور واضح دلیل قائم ہو جائے، جس میں ظن غالب کا عنصر اس سے بھی زیادہ پایا جائے، جس کا ہم تذکرہ کر چکے ہیں کہ لوگوں نے شیخین کے ساتھ ساتھ ان کی کتابوں کو بھی بالاتفاق صحیحین کے لقب سے نوازا ہے۔ جس سے لازم طور پر صحیحین کے راویوں کی تعدیل ثابت ہوتی ہے۔''

(الاقتراح في بيان الاصطلاح، ص 55، فتح الباري لابن حجر : 457/13)

اصل قانون یہی ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اُصول کے راوی عادل ہیں، البتہ بعض راوی ایسے ضرور ہیں، جن میں ضعف پایا جاتا ہے، مگر اس سے بخاری ومسلم کی روایات پر طعن لازم نہیں آتی، کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ علل حدیث کے ائمہ ہیں اور انہوں نے ہر ہر روایت کو تنقیح وتحقیق کے بعد ہی صحیحین میں درج کیا ہے، اس پر طرہ یہ کہ اُمت نے بخاری ومسلم کی تمام روایات کے صحیح ہونے پر اجماع کر لیا ہے۔

سوال: درج ذیل عبارت کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

❀ مفتی احمد یار خان نعیمی بریلوی صاحب سورت فرقان (آیت ۳) کے تحت لکھتے ہیں:

''یہ بے جان پتھر تمہیں تو کیا نفع نقصان پہنچائیں گے، یہ تو اپنی جان سے مضر چیز دفع نہیں کر سکتے۔ بعض لوگ یہ آیات قبور اولیاء اللہ پر منطبق کرتے ہیں، مگر یہ محض غلط ہے، بتوں کی آیتیں اولیاء اللہ یا انبیائے کرام پر چسپاں کرنا خوارج کا طریقہ ہے، کوئی مسلمان ولی کی قبر کو پوجتا نہیں، احترام و پرستش میں بڑا فرق ہے۔ کعبۃ اللہ، قرآن کریم کا ادب واحترام کیا جاتا ہے، مگر کوئی یہ نہیں کہتا کہ یہ مکھی نہیں اڑا سکتے، ان کا ادب کیسا؟''

(تفسیر نور العرفان، ص574)

جواب: بتوں کی عبادت میں بزرگوں کی عقیدت ومحبت پیش نظر ہوتی تھی۔ محض پتھر کو تراش کر معبود نہیں بناتے تھے۔ بلکہ اسے کسی نبی، ولی یا بزرگ کی شکل پر تراشتے تھے۔ در اصل وہ عبادت اس نبی، ولی اور بزرگ کی جاتی تھی۔ ان کے متعلق یہ بتایا گیا کہ مشرک نبیوں، ولیوں اور بزرگوں کو الہ بناتے ہیں، بھلا وہ الہ کیسے جنھوں نے ذرہ بھی پیدا نہیں کیا، خود مخلوق ہیں۔ اپنے نفع ونقصان کے مالک نہیں، موت وحیات اور قبروں سے جی اُٹھنے کے بھی مالک نہیں، وہ حاجت روا، مشکل کشا، فریاد رس، کرنیاں بھرنیاں والے، دست گیر، غوث، داتا کیسے؟ آج بھی لوگ قبور اولیا پر جا کر اپنی حاجات پیش کرتے ہیں، بزرگوں کے نام پر نذر و نیاز پیش کرتے ہیں، ان کے متعلق یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ ہماری حالت سے واقف ہیں۔ ہماری بات سن رہے ہیں۔ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ بعض تو ان سے شفا کی آرزو کرتے ہیں۔ بعض اولاد مانگتے ہیں اور ان کی قبر کو متبرک سمجھتے ہیں۔ سال بہ

سال وہاں حاضری ضروری سمجھتے ہیں، قبروں کی غیر شرعی تعظیم بجا لاتے ہیں۔ یہ تعظیم واحترام انہیں مخلوق کی عبادت تک لے جاتا ہے، حد درجہ احترام کے ساتھ ساتھ ان کی پرستش شروع کر دی، لہٰذا یہ آیات مشرکوں کے معبودان باطلہ کی تردید کرتی ہیں۔ ان سے شرک کی تردید و مذمت ہوتی ہے۔ آج بھی اگر کوئی مسلمان کسی کو ان عقائد و اعمال سے روک ٹوک کرے اور یہ آیات بطور دلیل پیش کرے، تو فوراً یہ بات سننے کو ملتی ہے کہ یہ آیات بتوں کے بارے میں ہے، قبور اولیا کے بارے میں نہیں، خوارج ایسا ایسا کرتے تھے۔

❁ بکیر بن عبداللہ اشج رحمہ اللہ نے نافع مولیٰ ابن عمر سے پوچھا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خوارج کے متعلق کیا رائے رکھتے تھے؟ نافع رحمہ اللہ نے کہا:

يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللّٰهِ انْطَلَقُوا إِلٰى آيَاتٍ فِي الْكُفَّارِ فَجَعَلُوهَا فِي الْمُؤْمِنِينَ .

”سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خوارج کو بدترین مخلوق سمجھتے تھے، کہ خوارج کفار کے متعلق نازل ہونے والی آیات کو مومنوں پر چسپاں کر دیتے تھے۔“

(صحيح البخاري معلقًا، قبل الحديث : 6930، تغليق التّعليق لابن حجر : 259/5، وسندهٗ صحيحٌ)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”صحیح“ کہا ہے۔

اس اثر کا مطلب یہ ہے کہ خوارج مسلمانوں کی تکفیر کرتے تھے اور کفر پر دلالت کرنے والی جتنی آیات ہیں، وہ مسلمانوں پر چسپاں کر دیتے تھے۔ ایسا وہ مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہوئے کرتے تھے، نہ کہ مسلمان سمجھتے ہوئے۔

لہٰذا آج اگر کوئی شرک سے متعلق آیات مشرکوں پر فٹ کرتا ہے، تو بالکل درست ہے،

کیونکہ وہ آیات صرف بتوں سے ہونے والے شرک کے متعلق نازل نہیں ہوئیں، بلکہ شرک کی تمام صورتوں اور حالتوں کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔کل کلاں کوئی درختوں کی پکار کرنے والا کہے گا کہ یہ آیات تو بتوں کے بارے میں ہیں! درختوں کے بارے میں نہیں۔جس طرح آج قبروں کی پوجا کرنے والے کہتے ہیں۔

یاد رہے کہ بت پرستوں اور قبر پرستوں کا معاملہ ایک ہو جاتا ہے۔دونوں کے مدنظر شخصیت ہوتی ہے۔قبر پرستی درحقیقت اصنام پرستی ہے۔جس طرح بت اپنے سے مکھی دور نہیں کر سکتے،اسی طرح اہل قبور اپنے سے مکھی دور نہیں کر سکتے،کسی کو نفع ونقصان پہنچانا تو کجا۔

رہا کعبۃ اللہ اور قرآن کریم کا ادب واحترام،تو کعبۃ اللہ کی پوجا نہیں کی جاتی، بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس کی طرف منہ کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے،لہٰذا کعبۃ اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا،کعبہ کا طواف کرنا عبادت ہے۔اسی طرح قرآن کریم کا ادب بجالایا جاتا ہے،یہ کلام الٰہی ہے۔

سوال:اہل حدیث کا عقیدہ کیا ہے؟

جواب:اہل حدیث فرقہ ناجیہ اور طائفہ منصورہ ہے۔ یہ وحی کا اتباع کرتے ہیں، قرآن وسنت کی جو تعبیریں اسلاف اُمت نے پیش کی ہیں،ان پر اکتفا کرتے ہیں،اپنی طرف سے ایسی کوئی تعبیر پیش نہیں کرتے،جس سے اسلاف کی مخالفت لازم آئے۔اہل حدیث اجماع کو معصوم دلیل مانتے ہیں۔قیاس اور اجتہاد کے قائل ہیں۔

اہل حدیث عقیدہ اسماء وصفات میں صحابہ وتابعین اور ائمہ دین کے عقائد پر ہیں،ان سے سرمو منحرف نہیں۔مسلک اہل حدیث میں وحی کا اتباع ہے،ان کے نزدیک تقلید جائز نہیں۔

❀ امام ابوبکر اسماعیلی رحمہ اللہ (۳۷۱ھ) فرماتے ہیں:

اِعْلَمُوا رَحِمَنَا اللّٰهُ وَإِيَّاكُمْ أَنَّ مَذْهَبَ أَهْلِ الْحَدِيثِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ الْإِقْرَارُ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ، وَقُبُولُ مَا نَطَقَ بِهٖ كِتَابُ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَصَحَّتْ بِهِ الرِّوَايَةُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَا مَعْدِلَ عَنْ مَّا وَرَدَ بِهٖ وَلَا سَبِيلَ إِلٰى رَدِّهٖ، إِذْ كَانُوا مَأْمُورِينَ بِاتِّبَاعِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، مَضْمُونًا لَّهُمُ الْهُدٰى فِيهِمَا، مَشْهُودًا لَّهُمْ بِأَنَّ نَبِيَّهُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهْدِي إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ، مُحَذَّرِينَ فِي مُخَالَفَتِهِ الْفِتْنَةَ وَالْعَذَابَ الْأَلِيمَ.

وَيَعْتَقِدُونَ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى مَدْعُوٌّ بِأَسْمَائِهِ الْحُسْنٰى وَمَوْصُوفٌ بِصِفَاتِهِ الَّتِي سَمّٰى وَوَصَفَ بِهَا نَفْسَهٗ وَوَصَفَهُ بِهَا نَبِيُّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، خَلَقَ آدَمَ بِيَدِهٖ، وَيَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ، بِلَا اعْتِقَادِ كَيْفَ، إِنَّهٗ عَزَّ وَجَلَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ، بِلَا كَيْفٍ، فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى انْتَهٰى مِنْ ذٰلِكَ إِلٰى أَنَّهُ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَلَمْ يَذْكُرْ كَيْفَ كَانَ اسْتِوَاؤُهٗ.

''اللہ ہم سب پر رحم کرے، خوب جان لیجئے کہ اہل حدیث اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ (کی وحدانیت)، اس کے ملائکہ، کتب اور رسل عظام کا اقرار کیا جائے، نیز ہر اس بات کو قبول کیا جائے، جس کی خبر اللہ

تعالیٰ کی کتاب (قرآن کریم) نے دی ہے اور جو بات رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور اس سے انحراف یا اسے رد کرنے کی کوئی گنجائش نہیں، کیونکہ مسلمانوں کو کتاب وسنت کا اتباع کرنے کا حکم دیا گیا ہے، کتاب وسنت میں ہی لوگوں کے لیے ہدایت ہے، نیز اس بات کی گواہی دی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کرتے ہیں، لوگوں کو خبردار کیا گیا ہے کہ اگر وہ نبی کریم ﷺ کی مخالفت کریں گے، تو انہیں فتنہ اور دردناک عذاب آن لے گا۔

اہل حدیث عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اس کے ان اسمائے حسنیٰ سے پکارا جائے گا اور ان صفات کے ساتھ متصف کیا جائے گا، جو نام اور صفات، اللہ تعالیٰ نے خود ذکر کی ہیں یا نبی کریم ﷺ نے بیان کی ہیں۔ (اہل حدیث عقیدہ رکھتے ہیں کہ) اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھوں سے تخلیق کیا۔ (نیز عقیدہ رکھتے ہیں کہ) اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں، وہ جیسے چاہتا ہے، خرچ کرتا ہے۔ اہل حدیث اس کی کیفیت بیان نہیں کرتے۔ اللہ عزوجل عرش پر مستوی ہو، اس کی کیفیت بیان نہیں کی گئی، کیونکہ اللہ تعالیٰ بعد میں عرش پر مستوی ہوا، اللہ تعالیٰ نے یہ بیان نہیں کیا کہ وہ کیسے مستوی ہوا؟''

(اعتقاد ائمة الحديث، ص 49)

✿ علامہ صابونی رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ أَصْحَابَ الْحَدِيثِ الْمُتَمَسِّكِينَ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، حَفِظَ اللّٰهُ تَعَالٰى أَحْيَاءَ هُمْ وَرَحِمَ أَمْوَاتَهُمْ، يَشْهَدُونَ لِلّٰهِ تَعَالٰى

بِالْوَحْدَانِيَّةِ، وَلِلرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالرِّسَالَةِ وَالنُّبُوَّةِ، وَيَعْرِفُونَ رَبَّهُمْ عَزَّ وَجَلَّ بِصِفَاتِهِ الَّتِي نَطَقَ بِهَا وَحْيُهُ وَتَنْزِيلُهُ، أَوْ شَهِدَ لَهُ بِهَا رَسُولُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مَا وَرَدَتِ الْأَخْبَارُ الصِّحَاحُ بِهِ، وَنَقَلَتْهُ الْعَدُولُ الثِّقَاتُ عَنْهُ، وَيُثْبِتُونَ لَهُ جَلَّ جَلَالُهُ مَا أَثْبَتَهُ لِنَفْسِهِ فِي كِتَابِهِ وَعَلٰى لِسَانِ رَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا يَعْتَقِدُونَ تَشْبِيهًا لِصِفَاتِهِ بِصِفَاتِ خَلْقِهِ.

فَيَقُولُونَ: إِنَّهُ خَلَقَ آدَمَ بِيَدَيْهِ، كَمَا نَصَّ سُبْحَانَهُ عَلَيْهِ فِي قَوْلِهِ عَزَّ مَنْ قَائِلٍ: ﴿قَالَ يَآ إِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾(صٓ: ٧٥) وَلَا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ؛ بِحَمْلِ الْيَدَيْنِ عَلَى النِّعْمَتَيْنِ أَوِ الْقُوَّتَيْنِ تَحْرِيفَ الْمُعْتَزِلَةِ وَالْجَهْمِيَّةِ أَهْلَكَهُمُ اللّٰهُ، وَلَا يُكَيِّفُونَهُمَا بِكَيْفٍ أَوْ يُشَبِّهُونَهُمَا بِأَيْدِي الْمَخْلُوقِينَ، تَشْبِيهَ الْمُشَبِّهَةِ خَذَلَهُمُ اللّٰهُ، وَقَدْ أَعَاذَ اللّٰهُ تَعَالٰى أَهْلَ السُّنَّةِ مِنَ التَّحْرِيفِ وَالتَّشْبِيهِ وَالتَّكْيِيفِ، وَمَنَّ عَلَيْهِمْ بِالتَّعْرِيفِ وَالتَّفْهِيمِ حَتّٰى سَلَكُوا سَبِيلَ التَّوْحِيدِ وَالتَّنْزِيهِ، وَتَرَكُوا الْقَوْلَ بِالتَّعْلِيلِ وَالتَّشْبِيهِ، وَاتَّبَعُوا قَوْلَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَّهُوَ

السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾(الشُّورىٰ : ١١) وَكَمَا وَرَدَ الْقُرْآنُ بِذِكْرِ الْيَدَيْنِ فِي قَوْلِهٖ : ﴿لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾ (صٓ : ٧٥)، وَقَوْلِهٖ : ﴿بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ﴾(المائدة : ٦٤) .

وَوَرَدَتِ الْأَخْبَارُ الصِّحَاحُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِكْرِ الْيَدِ، كَخَبَرِ مُحَاجَّةِ مُوسٰى وَآدَمَ، وَقَوْلِهٖ لَهٗ : «خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ، وَأَسْجَدَ لَكَ مَلَائِكَتَهٗ» ....

”جماعت محدثین میں سے جو ابھی حیات ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت کرے اور جو فوت ہو چکے اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرمائے۔ محدثین کرام اللہ تعالیٰ کے لیے وحدانیت کی گواہی دیتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے لیے رسالت و نبوت کی گواہی دیتے ہیں اور اپنے رب کے لیے ان صفات کا اثبات کرتے ہیں، جن کا ذکر وحی الٰہی میں ہوا ہے یا جس کی رسول اللہ ﷺ نے گواہی دی ہو، جیسا کہ صحیح احادیث وارد ہوئی ہیں اور انہیں نبی کریم ﷺ سے عادل ثقہ راویوں نے نقل کیا ہے۔ اہل سنت اللہ جل جلالہ کے لیے وہ سب کچھ ثابت مانتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے قرآن کریم میں یا اپنے رسول ﷺ کی زبانی ثابت کیا ہے۔ اہل سنت باری تعالیٰ کی صفات کو مخلوق کی صفات کے مشابہ نہیں مانتے۔ اہل سنت کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھوں سے تخلیق کیا ہے، جیسا کہ اس پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نص قائم کی ہے، فرمایا:

﴿قَالَ يَآ إِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾(صٓ :

۷۵) ''اے ابلیس! آدم کو سجدہ کرنے سے تجھے کس نے روکا، اسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا تھا۔''

اہل سنت کلام کو اس کی جگہ سے نہیں پھیرتے کہ باری تعالیٰ کے دونوں ہاتھوں کو دو نعمتوں یا دو قوتوں پر محمول کریں، جیسا کہ معتزلہ اور جہمیہ تحریف کرتے ہیں، اللہ انہیں تباہ کرے۔ اہل سنت اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں کی کسی طرح بھی کیفیت بیان نہیں کرتے نہ انہیں مخلوق کے ہاتھوں سے تشبیہ دیتے ہیں، جیسا کہ مشبہہ کا طریقہ کار ہے، اللہ انہیں برباد کرے۔

اللہ تعالیٰ نے اہل سنت کو تحریف، تشبیہ اور تکییف سے محفوظ رکھا ہے اور انہیں معرفت اور فہم عطا فرما کر احسان کیا ہے، یہاں تک کہ اہل سنت توحید اور تنزیہ کے راستے پر چلے ہیں اور انہوں نے تعلیل اور تشبیہ کا عقیدہ ترک کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا اتباع کیا ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾(الشوریٰ: ۱۱) ''اس کی مثل کوئی چیز نہیں، وہ خوب سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔'' اسی طرح قرآن کریم کی اس آیت میں دو ہاتھوں کو ذکر ہے: ﴿لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾(صٓ: ۷۵) ''اسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا تھا۔'' نیز فرمان الٰہی ہے: ﴿بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ﴾(المائدة: ٦٤) ''بلکہ اللہ کے دونوں ہاتھ فراخ ہیں، جیسے چاہے، خرچ کرتا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ سے صحیح احادیث میں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کا ذکر آیا ہے، جیسے سیدنا موسیٰ اور سیدنا آدم علیہما السلام کے مکالمہ والی حدیث میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے آدم علیہ السلام

سے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے تخلیق کیا اور ملائکہ سے آپ کو سجدہ کروایا۔''

(عقيدة السّلف وأصحاب الحديث، ص 17-18)

سوال: درج

❁ سیدنا جابر بن عبد اللہ ﷺ سے مروی ہے:

جَاءَ تِ امْرَأَةُ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِابْنَتَيْهَا مِنْ سَعْدٍ، فَقَالَتْ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، هَاتَانِ ابْنَتَا سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ، قُتِلَ أَبُوهُمَا مَعَكَ فِي أُحُدٍ شَهِيدًا، وَإِنَّ عَمَّهُمَا أَخَذَ مَالَهُمَا، فَلَمْ يَدَعْ لَهُمَا مَالًا، وَلَا يُنْكَحَانِ إِلَّا وَلَهُمَا مَالٌ، قَالَ : فَقَالَ : يَقْضِي اللّٰهُ فِي ذٰلِكَ، قَالَ : فَنَزَلَتْ آيَةُ الْمِيرَاثِ، فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى عَمِّهِمَا، فَقَالَ : أَعْطِ ابْنَتَيْ سَعْدٍ الثُّلُثَيْنِ، وَأُمَّهُمَا الثُّمُنَ، وَمَا بَقِيَ فَهُوَ لَكَ .

''سیدنا سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی بیوی رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنی دو بیٹیوں کو لے کر آئی، جو سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے ہی پیدا ہوئیں تھیں۔ عرض کیا: اللہ کے رسول! یہ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی دو بیٹیاں ہیں، ان کے والد آپ کے ساتھ غزوہ اُحد میں شہید ہو گئے تھے، اب ان کے چچا نے ان کے مال پر قبضہ کر لیا ہے اور ان کے لیے کچھ مال نہیں چھوڑا، ان کا نکاح بھی اس صورت میں ہو گا، جب

ان کے پاس مال ہوگا۔تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بارے میں کوئی فیصلہ کرے گا۔تو میراث والی آیت نازل ہوگئی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے بچیوں کے چچا کی طرف پیغام بھیجا اور فرمایا: سعد کی بیٹیوں کو (کل وراثت کا) دو تہائی اور بیٹیوں کو ماں کو آٹھواں حصہ دے دیجئے، جو باقی بچ جائے، وہ آپ کا ہوگا۔''

(مسند الإمام أحمد: 14798)

جواب: سند ضعیف ہے۔عبداللہ بن محمد بن عقیل ضعیف ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ عِنْدَ الْأَكْثَرِينَ .

''اکثر محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔''

(المَجموع: 155/1، تهذيب الأسماء واللُّغات: 50/4)

نیز فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْحَدِيثِ .

''اکثر محدثین کے ہاں ضعیف ہے۔''

(المَجموع: 435/1)

❀ حافظ ابن سید الناس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْأَكْثَرُ لِسُوءِ حِفْظِهِ .

''سوئے حفظ کی وجہ سے اکثر محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(فيض القدير للمَناوي: 527/5)

✿ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ عِنْدَ الْأَكْثَرِينَ .

”اکثر کے نزدیک ضعیف ہے۔“

(مَجمع الزَّوائد : 134/1)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ سے مروی ہے:

رَأَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ يَشْرَبُ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ .

”میں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو دوران نماز پانی پیتے دیکھا۔“

(مسائل أحمد برواية ابنه صالح : 1057)

جواب: سند ضعیف ہے۔ ہشیم کا عنعنہ ہے۔ اس کی دوسری سند بھی ہے، جس میں مبہم راوی ہے۔

سوال: ”ہر عروج کو زوال ہے۔“ اس جملہ کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: ہر عروج کو زوال ہے۔ یہ جملہ درست ہے۔ حدیث سے ثابت ہے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ أَنْ لَّا يَرْتَفِعَ شَيْءٌ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا وَضَعَهٗ .

”اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ دنیا میں جس بھی شے کو عروج نصیب ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے لازماً زوال پذیر بھی کر دیتا ہے۔“

(صحيح البخاري : 2872)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۲۸)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: درج ذیل روایت کا مفہوم کیا ہے؟

❁ قبیلہ بنی لیث کے ایک صحابی کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ أَتَی النَّبِيَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمَ عَلٰی أَنَّهٗ لَا یُصَلِّي إِلَّا صَلَاتَیْنِ، فَقَبِلَ ذٰلِكَ مِنْهُ.

’’آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس شرط پر اسلام قبول کیا کہ میں صرف دو نمازیں پڑھوں گا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ شرط قبول کر لی۔‘‘

(مُسند الإمام أحمد: 24/5، 363، مسند ابن أبي شیبة: 995، وسندهٗ صحیحٌ)

جواب: اس حدیث کے دو مفہوم بیان کیے گئے ہیں؛

① اس کا تعلق تالیف قلبی کے ساتھ ہے، وہ اس طرح کہ اگر کوئی شخص دل و جان سے اسلام قبول کرنا چاہتا ہے، مگر بعض احکام و واجبات میں رخصت چاہتا ہے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بات مان لیتے تھے کہ جب یہ اسلام میں داخل ہو جائے گا، تو ان فرائض کی اہمیت اور ضرورت کو بخوبی جان لے گا اور اپنی رغبت اور شوق کی وجہ سے ان احکام و واجبات پر بھی عمل کر لے گا، جس کی وہ قبول اسلام کے وقت رخصت چاہتا ہے۔ اگر اسے قبول اسلام کے وقت ہی انکار کر دیا جائے، تو عین ممکن ہے کہ وہ اسلام ہی قبول نہ کرے،

اس لیے بڑی خیر سے بہرہ مند کرنے کے لیے وقتی طور پر بعض احکام کی رخصت دینا حکمت کے تحت تھا۔ نبی کریم ﷺ حکمت ودانائی، معاملہ شناسی اور معاملہ فہمی میں کمال درجہ رکھتے تھے۔اس لیے اسے وقتی طور پر تین نمازوں کی رخصت دے دی۔

❁ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ كَانَ أَحْيَانًا يَتَآلَفُ عَلَى الْإِسْلَامِ مَنْ يُرِيدُ أَنْ يُسَامِحَ بِتَرْكِ بَعْضِ حُقُوقِ الْإِسْلَامِ، فَيَقْبَلُ مِنْهُمُ الْإِسْلَامَ، فَإِذَا دَخَلُوا فِيهِ رَغِبُوا فِي الْإِسْلَامِ فَقَامُوا بِحُقُوقِهٖ وَوَاجِبَاتِهٖ كُلِّهَا .

”نبی کریم ﷺ کبھی کبھار بعض لوگوں کی تالیف قلبی کر دیتے تھے، جو اسلام کے بعض واجبات میں رخصت چاہتے تھے، نبی کریم ﷺ ان سے اسلام قبول کر لیتے تھے، پھر جب وہ اسلام میں داخل ہو جاتے، تو اسلام (کے احکام) میں رغبت کرتے اور اسلام کے سارے فرائض وواجبات کو بجالاتے تھے۔“

(فتح الباري : 4/199)

② بعض اہل علم کہتے ہیں کہ یہ نبی کریم ﷺ کے خصائص میں سے ہے، آپ ﷺ نے (اللہ کے حکم سے) اس شخص سے (وقتی طور پر) تین فرض نمازیں ساقط کر دیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ کو احکام الٰہیہ نافذ کرنے میں اختیار تھا۔ نبی کریم ﷺ نے بعض صحابہ کو بعض احکام میں استثناء دیا ہے، جس میں دوسروں کے لیے جواز نہیں۔

❁ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

ظَاهِرُ هٰذَا أَنَّهٗ أَسْقَطَ عَنْهُ ثَلَاثَ صَلَوَاتٍ وَكَانَ مِنْ خَصَائِصِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ يَخُصُّ مَنْ شَاءَ بِمَا شَاءَ مِنَ

الْأَحْكَامِ، وَيُسْقِطُ عَمَّنْ شَاءَ مَا شَاءَ مِنَ الْوَاجِبَاتِ، كَمَا بَيَّنْتُهُ فِي كِتَابِ الْخَصَائِصِ، وَهٰذَا مِنْهُ.

''اس حدیث کے ظاہر یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس نومسلم سے تین نمازیں ساقط کر دیں، یہ نبی کریم ﷺ کا خاص ہے کہ آپ ﷺ جسے چاہتے ہیں، بعض احکام میں خاص کر دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں، اس سے بعض واجبات ساقط کر دیتے ہیں، جیسا کہ میں نے کتاب الخصائص میں وضاحت کر دی ہے۔اس حدیث کا تعلق بھی انہی خصائص سے ہے۔''

(مِرقاة الصّعود إلى سنن أبي داود: 246/1)

یاد رہے کہ نماز اسلام کا بنیادی واساسی رکن ہے، اس کے بغیر اسلام نہیں۔فرض نمازیں پانچ ہیں، اب کسی کے لیے ان میں کمی کوتاہی کرنا جائز نہیں۔

سوال: جو شخص کہے کہ میرا وضو کبھی نہیں ٹوٹتا، حتیٰ کہ قضائے حاجت سے بھی میرا وضو قائم رہتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: وضو کے نواقض ہیں، قضائے حاجت کا ناقض وضو ہونا کتاب وسنت اور اجماع اُمت سے ثابت ہے، جانتے بوجھتے یہ کہنا کہ قضائے حاجت سے بھی میرا وضو قائم رہتا ہے، واضح کفر اور الحاد ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أَوْ جَآءَ أَحَدٌ مِّنْكُم مِّنَ الْغَائِطِ......﴾ (المائدة: ٦)

''یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے فارغ ہو......۔''

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (٣١٩ھ) فرماتے ہیں:

وُجُوبُ الْوُضُوءِ مِنَ الْبَوْلِ مَأْخُوذٌ مِّنْ أَخْبَارِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلًا وَّفِعْلًا.

''پیشاب کرنے سے وضو کا واجب ہونا رسول اللہ ﷺ کی قولی اور فعلی احادیث سے ثابت ہے۔''

(الأوسط: 132/1)

سوال: ایک خاتون باوضو ہے، اس نے بچے کو دودھ پلایا، کیا وضو قائم ہے؟

جواب: خاتون بچے کو دودھ پلائے یا ویسے ہی دودھ نکل آئے، تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ پستان سے دودھ کا نکلنا ناقض وضو نہیں۔

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلٰى أَنَّ خُرُوجَ اللَّبَنِ مِنْ ثَدْيِ الْمَرْأَةِ لَا يَنْقُضُ الْوُضُوءَ.

''اہل علم کا اجماع ہے کہ عورت کے پستان سے دودھ نکل آئے، تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔''

(الأوسط: 157/1)

سوال: بعض بزرگوں کی اَبرو بڑھ جاتے ہیں، کیا ابرو کو کاٹا جا سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں، کوئی حرج نہیں، کاٹ سکتے ہیں، مونڈھ نہیں سکتے۔

سوال: تفسیر المراغی کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: تفسیر المراغی علامہ محمد بن مصطفیٰ مراغی (۱۳۶۴ھ) کی ہے۔ علامہ مراغی لغت اور بلاغت کے بڑے عالم تھے، لیکن اپنی تفسیر میں بعض مقامات پر عجیب وغریب

باتیں کی ہیں، گمراہی کے راستے پر چل نکلے۔ آپ صفات میں تاویل کرتے ہیں اور بعض صفات میں تعطیل کرتے ہیں، لہٰذا کم علم افراد کو ان کی تفسیر سے دور رہنا چاہیے۔

سوال: چہرے کے پردے کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: چہرے کے پردے کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض واجب کہتے ہیں اور بعض مستحب۔

درست اور راجح مؤقف یہ ہے کہ چہرے کا پردہ واجب ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذٰلِكَ أَدْنَىٰٓ أَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾(الأحزاب : ٥٩)

''اے نبی! آپ اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مؤمنوں کی عورتوں سے کہہ دیجیے کہ وہ بڑی چادریں اوڑھ لیا کریں، اس سے وہ پہچانی جائیں گی اور انہیں اذیت نہ پہنچائی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔''

اللہ تعالیٰ اس آیت کریمہ میں عورتوں کو پردے کا حکم دیا ہے، تاکہ وہ پہچانی جائیں اور انسان نما بھیڑیوں کے شر سے محفوظ رہیں، فساق و فجار ان کی تانک جھانک نہ کر سکیں، یوں وہ پردے کی بنا پر اذیت سے بچ جائیں گی۔

پردے کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ وہ پہچانی جائے، کوئی اسے لونڈی یا باندی نہ سمجھے، بلکہ وہ آزاد مؤمنہ عورت ہے۔ دوسری پہچان یہ کہ وہ عفیفہ اور پاکدامن ہے، بدکارہ نہیں۔ تیسری پہچان یہ کہ وہ محترمہ اور مکرمہ ہے، آوارہ نہیں۔

✿ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ آيَةُ الْحِجَابِ فِي حَقِّ سَائِرِ النِّسَاءِ فَفِيهَا وُجُوبُ سِتْرِ الرَّأْسِ وَالْوَجْهِ عَلَيْهِنَّ وَلَمْ يُوجِبْ ذٰلِكَ عَلَى الْإِمَاءِ .

”یہ آیت حجاب ساری کی ساری عورتوں کے بارے میں ہے، اس سے سر اور چہرے کو ڈھانپنے کا وجوب ثابت ہوتا ہے، یہ وجوب لونڈیوں کے لیے نہیں ہے۔“

(الإكليل في استنباط التّنزيل، ص 214)

✿ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حدیث افک میں فرماتی ہیں:

كَانَ رَآنِي قَبْلَ الْحِجَابِ، فَاسْتَيْقَظْتُ بِاسْتِرْجَاعِهٖ حِينَ عَرَفَنِي، فَخَمَّرْتُ وَجْهِي بِجِلْبَابِي .

”سیدنا صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ نے آیت حجاب سے پہلے مجھے دیکھا ہوا تھا، صفوان رضی اللہ عنہ نے جب مجھے دیکھا، تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے لگے، یہ سن کر میں جاگ گئی اور اپنی چادر سے چہرہ ڈھانپ لیا۔“

(صحيح البخاري : 4141، صحيح مسلم : 2770)

✿ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

أَرْدَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَضْلَ بْنَ عَبَّاسٍ يَوْمَ النَّحْرِ خَلْفَهٗ عَلٰى عَجُزِ رَاحِلَتِهٖ، وَكَانَ الْفَضْلُ رَجُلًا وَضِيئًا، فَوَقَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلنَّاسِ يُفْتِيهِمْ، وَأَقْبَلَتِ امْرَأَةٌ مِنْ خَثْعَمَ وَضِيئَةٌ تَسْتَفْتِي رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَطَفِقَ الْفَضْلُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا، وَأَعْجَبَهُ حُسْنُهَا، فَالْتَفَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْفَضْلُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا، فَأَخْلَفَ بِيَدِهِ فَأَخَذَ بِذَقَنِ الْفَضْلِ، فَعَدَلَ وَجْهَهُ عَنِ النَّظَرِ إِلَيْهَا .

”رسول اللہ ﷺ نے عیدالاضحیٰ کے دن سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو سواری پر اپنے پیچھے کجاوے پر سوار کیا، سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہما خوش شکل تھے، نبی کریم ﷺ رک گئے اور لوگوں کو فتویٰ دینے لگے، اسی اثنا بنو خثعم کی ایک خوب صورت عورت آئی اور رسول اللہ ﷺ سے فتویٰ طلب کرنے لگی، اس دوران فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے عورت کی طرف دیکھنا شروع کر دیا، انہیں اس عورت کی خوبصورت بھا گئی، نبی کریم ﷺ نے فضل رضی اللہ عنہ کی طرف دھیان کیا، تو وہ عورت کی طرف دیکھ رہے تھے، تو نبی کریم ﷺ نے پیچھے ہاتھ کر کے فضل رضی اللہ عنہ کی ٹھوڑی پکڑی اور ان کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا۔“

(صحيح البخاري : 6228، صحيح مسلم : 1334)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اجنبی مرد کو اجنبی عورت کی طرف دیکھنا جائز نہیں، تب تو نبی کریم ﷺ سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا۔

❀ سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں:

كُنَّا نُغَطِّي وُجُوهَنَا مِنَ الرِّجَالِ .

”ہم (دوران احرام) مردوں کی وجہ سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیتی تھیں۔“

(موطأ الإمام مالك : 328/1، المُستدرك للحاكم : 1668، وسندهٗ صحيحٌ)

اس روایت کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۶۹۰) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ نے شیخین کی شرط پر ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

الْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ وَأَقْرَبُ مَا تَكُونُ مِنْ رَبِّهَا، إِذَا كَانَتْ فِي قَعْرِ بَيْتِهَا، فَإِذَا خَرَجَتِ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ.

''عورت پردہ ہے، یہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے، جب وہ اپنے گھر کے اندر ہو، جب یہ باہر نکلتی ہے، تو شیطان اس پر جھانکتا ہے۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 7616، وسندهٗ صحيحٌ)

عورت کے لیے عافیت اسی میں ہے کہ چادر چاردیواری میں رہے اور بلاضرورت گھر سے باہر نہ نکلے، جب نکلنا ہو، تو شرعی پابندی کے ساتھ نکلے۔ معاشرے کی سلامتی اور بقا اسی میں ہے کہ عورت اپنا جسم ڈھانپ کر نکلے، تا کہ اس کی زینت ظاہر نہ ہو۔

تنبیہ:

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ الْكُحْلَ وَالْخَاتَمَ.

''آیت کریمہ : ﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ ''وہ (عورتیں) اپنی زینت مت دکھائیں، سوائے اس کے جو ظاہر ہو جائے (اور اسے چھپایا نہ جا سکے)۔'' سے مراد سرمہ اور انگوٹھی ہے۔''

(شرح معاني الآثار للطّحاوي : 332/4)

سند ضعیف ہے۔ مسلم بن کیسان ملائی اعور ضعیف ہے۔ اسے مسلم بطین قرار دینا

درست نہیں، کیونکہ دیگر سندوں میں مسلم کے ساتھ ملائی یا اعور کی وضاحت ہوگئی ہے۔

صحیح اور راجح بات یہ ہے کہ اس آیت میں جس زینت کے ظاہر ہونے کا ذکر ہے، اس سے مراد ظاہری لباس ہے، کیونکہ اسے چھپانا ممکن نہیں، اس لیے اس کی استثنا کر دی گئی، بشرطیکہ وہ لباس شرعی تقاضوں کے مطابق ہو، اس سے فتنے کا اندیشہ نہ ہو۔

تنگ وچشت اور زرق برق برقعہ یا لباس بھی ممنوع زینت ہے، اس سے جسم کے خدوخال ظاہر ہوتے ہیں۔

مسلم خواتین کو چاہیے کہ پردہ جو اسلام کا سٹیٹس ہے، اس کا پورا لحاظ رکھیں، شریف زادیوں اور مؤمنات کی طرح نکلیں اور مجبوری کے بغیر گھر سے مت نکلیں۔ اس میں عزت، عصمت اور ایمان کی حفاظت ہے۔

فائدہ:

❁ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو خطبہ دیا:

فَقَامَتِ امْرَأَةٌ مِنْ سِطَةِ النِّسَاءِ سَفْعَاءُ الْخَدَّيْنِ ، فَقَالَتْ : لِمَ؟ يَا رَسُولَ اللّٰهِ .

”عورتوں کے درمیان سے ایک عورت کھڑی ہوئی، جس کے رخسار سرخی مائل سیاہ تھے، کہنی لگی: اللہ کے رسول! ایسا کیوں؟“

(صحیح مسلم : 885)

عین ممکن ہے کہ یہ واقعہ پردے کی آیت نازل ہونے سے پہلے کا ہو۔ یا وہ عورت بوڑھی ہو، جس پر چہرے کا پردہ نہیں تھا، واللہ اعلم!

سوال: کیا درج ذیل آیت کریمہ میں شرک اصغر بھی داخل ہے؟

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰى إِثْمًا عَظِيمًا﴾(النّساء : ٤٨)

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کرے گا، اس کے علاوہ جس گناہ کو چاہے گا، معاف کر دے گا، جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا، اس نے (اللہ پر) بہت بڑا بہتان باندھا۔''

❁ نیز فرمایا:

﴿إِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوٰهُ النَّارُ﴾

(المائدۃ : ٧٢)

''یقیناً جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے، (بغیر توبہ کے مر جائے، تو) اس پر جنت حرام ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔''

جواب: جن آیات کریمہ مشرک کے لیے وعیدیں بیان ہوئی ہیں اور ان کے جنت سے محروم ہونے اور جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے کی خبر دی گئی ہے، وہاں شرک سے مراد شرک اکبر ہے، خواہ وہ شرک عملی ہو یا اعتقادی۔

شرک اصغر بھی اگرچہ گناہ ہے، مگر ایسا شخص ان وعیدوں میں داخل نہیں، شرک اصغر کا مرتکب شخص اللہ تعالیٰ کی مشیئت میں ہے، چاہے اسے معاف کر دے، چاہے سزا دے کر جنت میں داخل کر دے۔

سوال: جمعہ کے خطبہ سے پہلے مسجد میں داخل ہوا، اس کے لیے کون سا عمل بکثرت کرنا بہتر ہے، نوافل پڑھنا یا قرآن کریم کی تلاوت؟

(جواب): اسے چاہیے کہ نوافل بھی پڑھے اور قرآن کریم کی تلاوت بھی کرے، البتہ نوافل بکثرت پڑھے، یہ زیادہ بہتر ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَتَطَهَّرَ بِمَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ، ثُمَّ ادَّهَنَ أَوْ مَسَّ مِنْ طِيبٍ، ثُمَّ رَاحَ فَلَمْ يُفَرِّقْ بَيْنَ اثْنَيْنِ، فَصَلَّى مَا كُتِبَ لَهُ، ثُمَّ إِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ أَنْصَتَ، غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرٰى.

”جس نے جمعہ کے دن غسل کیا، حسب استطاعت صفائی کی، پھر تیل لگایا یا خوشبو لگائی، اول وقت میں (مسجد) گیا، (پہلے سے صفوں میں بیٹھے ہوئے) دو بندوں کے کندھوں کو نہیں پھلانگا اور جتنے نوافل مقدر میں ہو، پڑھے، جب امام تشریف لائے، تو خاموش ہو گیا، تو اس کے اگلے جمعہ تک کے تمام (صغیرہ) گناہوں کو معاف کر دیا جاتا ہے۔“

(صحيح البخاري : 910)

(سوال): کیا جمعہ کے دن سوار ہو کر مسجد آنے والے کے لیے فضیلت ہے؟

(جواب): جمعہ کے دن اہتمام کے ساتھ مسجد کی طرف آنا اور پیدل چل کر آنا بافضیلت عمل ہے۔ اگر کسی کا گھر مسجد سے زیادہ دور ہے یا وہ پیدل چلنے کی استطاعت نہیں رکھتا، تو وہ سوار ہو کر آ سکتا ہے، اس کے لیے بھی فضیلت کی اُمید ہے۔

❀ سیدنا اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ غَسَّلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاغْتَسَلَ، ثُمَّ بَكَّرَ وَابْتَكَرَ، وَمَشٰى

وَلَمْ يَرْكَبْ، وَدَنَا مِنَ الْإِمَامِ فَاسْتَمَعَ وَلَمْ يَلْغُ كَانَ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ عَمَلُ سَنَةٍ أَجْرُ صِيَامِهَا وَقِيَامِهَا .

''جس نے جمعہ کے دن اچھی طرح غسل کیا، پھر (جمعہ کے لیے) اول وقت میں گیا، پیدل چلا، سوار نہیں ہوا، امام کے قریب بیٹھا، خطبہ جمعہ غور سے سنا اور کوئی لغو بات نہیں کی، تو اس کے لیے ہر قدم کے بدلے ایک سال کے (نفلی) روزوں اور (ایک سال کی) نماز تہجد کا ثواب ہے۔''

(سنن أبي داود : 345، سنن النّسائي : 1384، سنن التّرمذي : 496، سنن ابن ماجه : 1087، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن'' کہا ہے۔ امام ابن خزیمہ (۱۳۵۸) اور امام ابن حبان رحمہما اللہ (۲۷۸۱) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے، امام حاکم رحمہ اللہ (۱۰۴۲) نے اس کی سند کو شیخین کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

سوال: ایک شخص جہالت کی بنا پر جنت کی کسی نعمت کا انکار کرے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کوئی شخص انجانے میں جنت کی کسی نعمت کا انکار کرے، تو وہ غلطی پر ہے، اسے چاہیے کہ جب اسے غلطی کا علم ہو، تو رجوع کرے اور تائب ہو۔ علم ہونے کے باوجود جنت کی کسی ثابت شدہ نعمت کا انکار کرنا کفر ہے، خواہ تاویل کر کے انکار کرے۔

سوال: سال کے آخر میں لوگوں کو ترغیب دلانا کہ وہ اپنا محاسبہ کریں اور آئندہ سال میں وہ غلطیاں نہ دہرائیں، جو پچھلے سالوں میں سرزد ہوتی رہی ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اہل علم کو چاہیے کہ لوگوں کو ہر وقت وعظ ونصیحت اور تذکیر وتنبیہ کرتے رہیں، اس کے لیے وقت خاص کرنے کی ضرورت نہیں، اگر کوئی سال کے اختتام یا مہینے

کے آخر میں بھی ایسا کر لیتا ہے، تو حرج نہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ﴾(الذاریات : ۵۵)

''(اے نبی!) نصیحت کیجئے، کیونکہ نصیحت مؤمنوں کو فائدہ دیتی ہے۔''

سوال: میں ایک شخص کے یہاں کام کرتا ہوں، میرا مالک سودی بینک کا منیجر ہے، کیا میرا اس کے گھر میں کام کرنا اور اس سے اُجرت لینا جائز ہے؟

جواب: آپ کا سودخور کے گھر میں کام کرنا اور اجرت لینا جائز ہے۔ سودخوری کا گناہ اس کے سر ہے، آپ اپنی محنت کی اجرت لے رہے ہیں۔ ویسے بھی سودی رقم، سود کا معاملہ کرنے والے کے لیے حرام ہے، نہ کہ دوسروں کے لیے۔

❁ حارث بن سوید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

جَاءَ رَجُلٌ إِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ مَسْعُودٍ فَقَالَ : إِنَّ لِي جَارًا، وَلَا أَعْلَمُ لَهٗ شَيْئًا إِلَّا خَبْثًا أَوْ حَرَامًا وَأَنَّهٗ يَدْعُونِي فَأُحْرَجُ أَنْ آتِيَهٗ وَأَتَحَرَّجُ أَنْ لَا آتِيَهٗ، فَقَالَ : ائْتِهِ أَوْ أَوْجِبْهُ فَإِنَّمَا وِزْرُهٗ عَلَيْهِ .

''ایک شخص سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، کہنے لگا: میرا ایک پڑوسی ہے، جتنا میں جانتا ہوں، اس کی کمائی حرام ہے، وہ مجھے (کھانے کی) دعوت دیتا ہے، میں یہ دعوت قبول کروں، تو حرج محسوس کرتا ہوں (کیونکہ اس کی کمائی حرام ہے) اور دعوت قبول نہ کروں، تو پھر بھی حرج محسوس کرتا ہوں (کہ وہ کیا خیال کرے گا کہ میری دعوت قبول کیوں نہیں کی)۔ تو سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ

نے فرمایا: آپ دعوت قبول کریں، اس کی حرام کمائی کا گناہ اس کے سر ہے۔"

(السّنن الکبریٰ للبیهقي : 535/5، وسندهٗ حسنٌ)

جب حرام خور کی دعوت قبول کی جاسکتی ہے، تو اس کے یہاں کام کر کے مزدوری بالا ولیٰ لی جاسکتی ہے۔

سوال: پانچ میتوں کی اکٹھی نماز جنازہ پڑھی گئی، کیا اس پر ایک قیراط اجر ملے گا یا پانچ قیراط؟

جواب: دلائل کے ظاہر سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہر میت کا ثواب الگ الگ ایک قیراط ملتا ہے، گویا مذکورہ صورت میں پانچ قیراط اجر ملے گا، اللہ تعالیٰ کے وسیع فضل سے یہی اُمید رکھی جاسکتی ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَلّٰی عَلٰی جَنَازَةٍ فَلَهٗ قِیرَاطٌ وَّمَنْ مَّشٰی مَعَهَا حَتّٰی تُدْفَنَ فَلَهٗ قِیرَاطَانِ أَحَدُهُمَا أَوْ أَصْغَرُهُمَا مِثْلُ أُحُدٍ ..

"جس نے کسی میت کا جنازہ پڑھا، اسے ایک قیراط (ثواب) ملے گا اور جو دفن کرنے تک اس کے ساتھ (چلتا) رہا، اسے (ثواب کے) دو قیراط ملیں گے، ایک قیراط یا چھوٹا قیراط احد (پہاڑ) کے برابر ہے۔"

(صحیح مسلم : 45/945، المُنتقٰی لابن الجارود : 526)

سوال: میرے والد اور چچا کے درمیان لڑائی ہوئی، اختلافات اتنے بڑھ گئے کہ اب میرے ابو ہمیں کہتے ہیں کہ اپنے چچا سے تعلق ختم کر دو اور اسے سلام بھی نہ کرو، کیا ہمارے لیے ایسا کرنا جائز ہے اور کیا یہ قطع رحمی میں داخل ہے؟

جواب: یقیناً یہ بھی قطع رحمی میں داخل ہے۔ قطع رحمی ناجائز اور حرام ہے، گناہ کے اُمور میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں جا سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے صلح رحمی کا حکم دیا ہے۔

❀ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتّٰى تَفِيءَ إِلٰى أَمْرِ اللّٰهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۞ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾(الحُجُرات : ۹۔۱۰)

''اہل ایمان کے دو گروہ باہم جھگڑ پڑیں، تو ان کی صلح کرا دیں، ایک گروہ دوسرے پر بغاوت کرے، تو باغی سے لڑائی کریں، تا آں کہ اللہ کے فیصلہ کی طرف مائل ہو جائے۔ جب مائل ہو جائے، تو عدل کے ساتھ ان کی صلح کرا دیں اور انصاف کریں، کیوں کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔ بلاشبہ مؤمن ایک دوسرے کے بھائی ہیں، لہٰذا اپنے بھائیوں کے مابین صلح کرا دیا کرو اور اللہ سے ڈر جاؤ، تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔''

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالصُّلْحُ خَيْرٌ﴾(النّساء : ۱۲۸)

''صلح میں خیر ہے۔''

لہٰذا آپ لوگوں کو چاہیے کہ بہتر موقع پا کر والد اور چچا کی صلح کرائیں، نہ کہ فریق بن کر

چچا سے قطع تعلقی کر دیں اور لڑائی جھگڑے شروع کر دیں۔

صلح صفائی کے لیے جھوٹ کا سہارا بھی لیا جا سکتا ہے، آپ کو چاہیے کہ والد کے سامنے چچا کا ایسا رویہ پیش کریں، جس سے والد کا دل نرم ہو جائے اور چچا کے سامنے والد کی ایسی باتیں پیش کریں، جس سے چچا کا دل موم ہو جائے، یوں بہت جلد صلح ہو جائے گی۔

❁ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِي يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ، فَيَنْمِي خَيْرًا، أَوْ يَقُولُ خَيْرًا .

”لوگوں کے درمیان صلح کرانے والا شخص جھوٹا نہیں، وہ خیر و بھلائی کی بات ہی آگے پہنچاتا ہے۔“

(صحيح البخاري : 2692، صحيح مسلم : 2605)

❁ امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَسْمَعْ يُرَخَّصُ فِي شَيْءٍ مِمَّا يَقُولُ النَّاسُ كَذِبٌ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ؛ الْحَرْبُ، وَالْإِصْلَاحُ بَيْنَ النَّاسِ، وَحَدِيثُ الرَّجُلِ امْرَأَتَهُ وَحَدِيثُ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا .

”تین معاملات میں جھوٹ بولا جا سکتا ہے، جنگ کے دوران (دشمن کو دھوکہ دینے کے لیے)، لوگوں کے درمیان صلح کروانے کے لیے اور شوہر بیوی کے ساتھ یا بیوی کا شوہر کے ساتھ (اظہار محبت کرتے ہوئے)۔“

(صحيح مسلم : 2605)

سوال: جنازہ کے آگے چلنا کیسا ہے؟

جواب: جنازہ کے آگے، پیچھے، دائیں بائیں ہر طرف چل سکتے ہیں، شرعی طور پر

جنازہ کے آگے چلنے میں کوئی حرج نہیں۔

سوال: کیا حدیث سنتے ہوئے آواز بلند کرنا نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں آواز بلند کرنے کے مترادف ہے؟

جواب: اگرچہ حدیث رسول ﷺ کو سنتے ہوئے ادب کا مظاہرہ کرنا چاہیے، مگر یہ نہیں کہنا چاہیے کہ حدیث سنتے وقت آواز بلند کرنا اسی طرح ممنوع وحرام ہے، جس طرح نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں آواز بلند کرنا ممنوع وحرام تھا۔

سوال: میرا والد امام مسجد ہے اور لوگوں کی نظر میں متدین اور متشرع ہے، مگر ہم جانتے ہیں کہ وہ زانی ہیں، حرام کا ارتکاب کرتے ہیں، گھر والوں کو خرچ نہیں دیتے، سب گھر والے ان سے تنگ ہیں، میں نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی، مگر وہ اصلاح نہیں کرتے، اب میں کیا کروں؟

جواب: خاندان کے معزز افراد یا پڑوسی ان کی اصلاح کریں، یا کسی عالم دین کی مدد لی جائے، اُمید ہے کہ اللہ ہدایت دے دے گا۔

سوال: ایک شخص کسی جادوگر کے پاس دَم کروانے گیا، اسے معلوم نہیں تھا کہ یہ جادوگر ہے، اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

جواب: اسے چاہیے کہ توبہ واستغفار کرے، جادوگر کے پاس جانا ممنوع ہے اور اس کی باتوں کی تصدیق کرنا کفر ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

مَنْ أَتٰى عَرَّافًا أَوْ كَاهِنًا فَصَدَّقَهٗ بِمَا يَقُولُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ .

”جو شخص عراف، جادوگر یا کاہن کے پاس آیا، پھر اس کی بات کی تصدیق کی، اس نے محمد ﷺ پر نازل شدہ شریعت کا انکار کر دیا۔“

(مسند الطّيالسي : 381، المعجم الأوسط للطّبراني : 1453، وسندهٗ صحيحٌ)

ایسی بات صحابی اپنے اجتہاد سے نہیں کہہ سکتا، لہٰذا یہ مرفوع حکمی ہے۔

سوال : کیا یہ کہنا جائز ہے: ”اللہ تعالیٰ ثابت ہے اور انسانوں کی طرف پھرتا نہیں ہے۔“؟

جواب : اللہ تعالیٰ کے بارے میں وہی بات کرنی چاہیے، جس پر نص ہو، بغیر دلیل اللہ تعالیٰ کے متعلق کوئی بات نہیں کرنی چاہیے، بلکہ اس صورت میں توقف ہی بہتر ہے۔

مذکورہ جملہ کتاب وسنت میں نہیں، نہ سلف اُمت نے کہا ہے، لہٰذا ایسا جملہ بولنے سے گریزاں رہیں۔

سوال : کسی شخص کو معین کر کے جنتی کہنا کیسا ہے؟

جواب : اہل سنت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ کسی شخص کو معین کر کے جنتی یا جہنمی کہنا جائز نہیں، الا یہ کہ کسی کے جنتی یا جہنمی ہونے پر نص قائم ہو جائے۔ البتہ کسی نیک وصالح انسان کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان شاء اللہ وہ جنتی ہے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک جنازے پر جب لوگ تعریف کر رہے تھے، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

وَجَبَتْ، وَجَبَتْ، وَجَبَتْ، وَمُرَّ بِجَنَازَةٍ فَأُثْنِيَ عَلَيْهَا شَرًّا، فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : وَجَبَتْ، وَجَبَتْ، وَجَبَتْ، قَالَ عُمَرُ : فِدًى لَكَ أَبِي وَأُمِّي، مُرَّ بِجَنَازَةٍ، فَأُثْنِيَ

عَلَيْهَا خَيْرٌ، فَقُلْتَ : وَجَبَتْ، وَجَبَتْ، وَجَبَتْ، وَمُرَّ بِجَنَازَةٍ، فَأُثْنِيَ عَلَيْهَا شَرٌّ، فَقُلْتَ : وَجَبَتْ، وَجَبَتْ، وَجَبَتْ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وَمَنْ أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ، أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ، أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ، أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ.

’’واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، پھر ایک اور جنازہ گزرا، اس کی مذمت کی گئی، تو فرمایا: واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان، پہلے ایک جنازہ گزرا، اس کی تعریف کی گئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، پھر ایک جنازہ گزرا، اس کی مذمت کی گئی، تو آپ نے فرمایا: واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، فرمایا: آپ لوگوں نے جس کی تعریف کی تھی، اس کے لیے جنت واجب ہوگئی اور جس کی مذمت کی تھی، اس کے لیے جہنم واجب ہوگئی، آپ زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہیں، آپ زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہیں۔‘‘

(صحيح البخاري : 1367؛ صحيح مسلم : 949؛ واللّفظ لهٗ)

سوال: درج ذیل آیت کا معنی کیا ہے؟

❀ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾(الحُجُرات : ١)

”اہل ایمان! اللہ اور رسول اللہ ﷺ سے پیش قدمی نہ کرو، اللہ سے ڈرو، یقیناً وہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔“

جواب: آیت کریمہ سے مراد ہے کہ دین کے کسی مسئلہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے پہل نہیں کرنی۔ جب تک کسی مسئلہ میں اللہ تعالیٰ کوئی حکم نازل نہ کر دیں، اپنی طرف سے رائے زنی کرنا جائز نہیں۔

❀ امام مجاہد رحمہ اللہ آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

لَا تَفْتَاتُوا عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْءٍ حَتّٰى يَقْضِيَهُ اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِهٖ .

”کسی بھی معاملہ میں رسول اللہ ﷺ پر سبقت مت لے جاؤ، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس معاملہ کا فیصلہ اپنے نبی ﷺ کی زبانی کر دے۔“

(تفسير الطّبري : 336/21، وسندهٗ حسنٌ)

لہٰذا جس مسئلہ کا علم نہ ہو، اس بارے میں فتویٰ دینے میں جلدی نہیں کرنی چاہیے، بلکہ کتاب وسنت کی نصوص اور دیگر دلائل پر نظر کر لینی چاہیے۔

سوال: لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے، تو وہ خود کو گالیاں دیتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: گالی دینا گناہ کبیرہ اور حرام ہے، اپنے آپ کو دیں یا کسی دوسرے کو۔ اپنے آپ کو گالی دینے سے اس کی سنگینی بڑھ جاتی ہے، یہ جزع فزع کی ایک صورت ہے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۲۹)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: مرتکب کبیرہ کے بارے میں معتزلہ اور خوارج کا کیا مؤقف ہے؟

جواب: معتزلہ کہتے ہیں کہ جب مسلمان کبیرہ گناہ کرے، تو وہ ایمان سے نکل جاتا ہے، کفر میں داخل نہیں ہوتا، بلکہ فاسق ہوتا ہے۔ وہ نہ مؤمن ہوتا ہے، نہ کافر، بلکہ منزلۃ بین منزلتین ہوتا ہے۔

خوارج گناہ کبیرہ کے مرتکب کو اسلام سے خارج اور کفر میں داخل سمجھتے ہیں۔ خوارج اور معتزلہ کے نزدیک مرتکب کبیرہ روز آخرت جہنمی ہوگا۔

یہ دونوں انتہائیں ہیں۔ اہل سنت والجماعت میں وحی کے اتباع کی وجہ سے توسط ہے۔ وہ کبیرہ گناہوں کے مرتکبین کو اسلام سے خارج نہیں سمجھتے، آخرت میں ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیئت پر چھوڑتے ہیں، وہ چاہے، تو انہیں معاف کر دے، چاہے تو عذاب کے بعد جنت میں داخل کر دے۔

سوال: احمد بن زینی دحلان کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: احمد بن زینی دحلان (۱۳۰۴ھ) شرک و کفر کا داعی تھا، زور و فجور کا مرتکب تھا۔ چھپا ہوا تقیہ باز رافضی تھا۔ اسے مذاہب اربعہ میں سے کسی مذہب کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔ اس کے مقلدین ضالین اہل سنت والجماعت خصوصاً علمائے نجد کی تکفیر کرتے ہیں، اہل علم کو اس کی تلبیس و زور میں نہیں آنا چاہیے۔ اس کی شرکیات، کفریات اور ضلالات سے

قطعی طور پر مجتنب رہنا چاہیے۔اس نے «الدُّرَرُ السَّنِيَّةُ فِي الرَّدِّ عَلَى الْوَهَابِيَّةِ» اور «أَسْنَى الطَّالِبِ فِي نَجَاةِ أَبِي طَالِبٍ» جیسی کتابیں لکھی ہیں۔ یہ شرک وکفر کا پلندہ ہیں۔جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دحلان کتنا بڑا شیطان تھا۔

محدث جلیل شہیر محمد بشیر سہسوانی ہندی رحمہ اللہ (۱۳۲۶ھ) نے اس کے رد میں «صِيَانَةُ الْإِنْسَانِ عَنْ وَسْوَسَةِ دَحْلَان» کتاب مستطاب لکھی۔

سوال: نبہانی کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: یوسف بن اسماعیل نبہانی (۱۳۵۰ھ) انتہائی بدبودار عقیدہ رکھتا تھا۔اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے «شَوَاهِدُ الْحَقِّ فِي الْاِسْتِغَاثَةِ بِسَيِّدِ الْخَلْقِ» نامی کتاب لکھی۔ یہ اہل بدعت کا بوصیری تھا۔

اس کے رد میں علامہ محمود شکری آلوسی رحمہ اللہ (۱۳۴۲ھ) نے «غَايَةُ الْأَمَانِيِّ فِي الرَّدِّ عَلَى النَّبْهَانِيِّ» نامی کتاب لکھی۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

رَكْعَتَانِ مِنْ مُتَزَوِّجٍ خَيْرٌ مِّنْ سَبْعِينَ رَكْعَةً مِنْ عَزْبٍ.

”شادی شدہ کی دو رکعتیں کنوارے کی ستر رکعات سے بہتر ہیں۔“

(مَشيخة الآبنوسي : 229)

جواب: جھوٹی روایت ہے۔

① احمد بن محمد بن عمر بن یونس متروک و کذاب ہے۔

② ابوالعلاء احمد بن مسلم کے حالات زندگی نہیں ملے۔

③ داود بن عبداللہ نمری کا ترجمہ نہیں ملا۔

❀ یہ روایت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(الضّعفاء الكبير للعُقَيْلي : 264/4)

جھوٹی روایت ہے۔

① مجاشع بن عمرو متروک و کذاب ہے۔

② عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم بالاتفاق ضعیف ہے۔

③ حسن بن جبلہ کی توثیق نہیں۔

④ محمد بن حنیفہ واسطی قوی نہیں۔

❀ اس کی دوسری سند بھی ہے۔

(فوائد تمّام : 751)

روایت باطل ہے۔

① مسعود بن عمرو بکری غیر معروف ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَعْرِفُهُ .

”میں اسے نہیں پہنچانتا۔“

(ميزان الاعتدال : 100/4)

② ابوعلی محمد بن ہارون بن شعیب کی توثیق نہیں۔

❀ اس روایت کو حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے ”موضوعات“ میں ذکر کیا ہے۔

(المَوضوعات : 257/2)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

خَبَرُهٗ بَاطِلٌ .

''یہ روایت باطل ہے۔''

(ميزان الاعتدال : 4/100)

سوال: بعض بریلوی بھائی کہتے ہیں کہ سورج طلوع ہونے سے پہلے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوکر طلوع ہونے کی اجازت چاہتا ہے، اسی طرح غروب ہونے سے پہلے اجازت چاہتا ہے۔ اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: یہ گمراہی پر مبنی نظریہ ہے۔ اس طرح کی بات کرنا کسی مسلمان کے شایان شان نہیں۔ سورج، چاند، ستارے اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہیں، اسی کے حکم سے طلوع ہوتے ہیں اور اسی کے حکم سے غروب ہوتے ہیں۔

❁ ایک نبی نے سورج سے فرمایا:

أَنْتِ مَأْمُورَةٌ، وَأَنَا مَأْمُورٌ .

''تم بھی اللہ کے حکم کے پابند ہو اور میں بھی اللہ کے حکم کا پابند ہوں۔''

(صحيح البخاري : 3124، صحيح مسلم : 1747)

صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ سورج اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوتا ہے اور اللہ کے حکم سے طلوع ہوتا ہے۔

❁ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَتَدْرُونَ أَيْنَ تَذْهَبُ هٰذِهِ الشَّمْسُ؟ قَالُوا : اَللّٰهُ وَرَسُولُهٗ أَعْلَمُ قَالَ : إِنَّ هٰذِهٖ تَجْرِي حَتّٰى تَنْتَهِيَ إِلٰى مُسْتَقَرِّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ،

فَتَخِرُّ سَاجِدَةً، فَلَا تَزَالُ كَذٰلِكَ حَتّٰى يُقَالَ لَهَا : ارْتَفِعِي، ارْجِعِي مِنْ حَيْثُ جِئْتِ، فَتَرْجِعُ فَتُصْبِحُ طَالِعَةً مِنْ مَطْلِعِهَا، ثُمَّ تَجْرِي حَتّٰى تَنْتَهِيَ إِلٰى مُسْتَقَرِّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ، فَتَخِرُّ سَاجِدَةً، وَلَا تَزَالُ كَذٰلِكَ حَتّٰى يُقَالَ لَهَا : ارْتَفِعِي، ارْجِعِي مِنْ حَيْثُ جِئْتِ، فَتَرْجِعُ فَتُصْبِحُ طَالِعَةً مِنْ مَطْلِعِهَا، ثُمَّ تَجْرِي لَا يَسْتَنْكِرُ النَّاسُ مِنْهَا شَيْئًا حَتّٰى تَنْتَهِيَ إِلٰى مُسْتَقَرِّهَا ذَاكَ تَحْتَ الْعَرْشِ، فَيُقَالُ لَهَا : ارْتَفِعِي أَصْبِحِي طَالِعَةً مِّنْ مَغْرِبِكِ، فَتُصْبِحُ طَالِعَةً مِّنْ مَغْرِبِهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَتَدْرُونَ مَتٰى ذَاكُمْ؟ ذَاكَ حِينَ : ﴿لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا﴾(الأنعام : ١٥٨)

”کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ سورج کہاں جاتا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: یہ سورج چلتا رہتا ہے، یہاں تک کہ عرش کے نیچے اپنے ٹھکانے پر پہنچ جاتا ہے، وہاں سجدے میں گر جاتا ہے اور اسی حالت میں ہی رہتا ہے، تا آنکہ اسے کہا جاتا ہے: اٹھو اور جہاں سے آئے ہو، وہیں واپس چلے جاؤ۔ سورج واپس ہو جاتا ہے اور صبح کے وقت اپنے طلوع ہونے والی جگہ سے طلوع ہوتا ہے۔ پھر چلتا رہتا ہے، یہاں تک کہ عرش کے نیچے اپنے ٹھکانے پر پہنچ جاتا ہے، سجدے میں گر جاتا ہے اور

سجدے میں ہی رہتا ہے، یہاں تک کہ اسے کہا جاتا ہے: اٹھو اور اسی جگہ واپس چلے جاؤ، جہاں سے آئے تھے، سورج لوٹ جاتا ہے اور صبح کے وقت اپنے طلوع ہونے والی جگہ سے طلوع ہوتا ہے۔ پھر چلتا رہتا ہے، لوگوں کو اس میں کوئی بات عجیب نہیں لگتی، یہاں تک کہ (قرب قیامت) سورج عرش کے نیچے اپنے اسی ٹھکانے پر پہنچ جائے۔ پھر اسے کہا جائے گا: اٹھو اور صبح مغرب سے طلوع ہونا، تو وہ صبح مغرب سے طلوع ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جانتے ہیں کہ یہ کب ہوگا؟ اس وقت جب: ﴿لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا﴾ ''کسی کو اس کا ایمان لانا فائدہ نہ دے گا، جو اس سے پہلے ایمان نہیں لایا ہوگا یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کی ہوگی۔''

(صحیح البخاري: 7424، صحیح مسلم: 159)

سوال: درج ذیل اثر کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے:

مَا أَجْمَعَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ عَلٰى شَيْءٍ مَا أَجْمَعَ عَلٰى تَنْوِيرٍ بِالْفَجْرِ.

''اصحاب محمد ﷺ نے کسی مسئلہ پر اتنا اتفاق نہیں کیا، جتنا فجر کو روشن کرنے پر کیا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة: 322/1، شرح معاني الآثار للطّحاوي: 193/1)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① سفیان ثوری کا عنعنہ ہے۔

② حماد بن ابی سلیمان مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

❁ شرح معانی الآثار للطحاوی (۱/۱۹۳) والی سند بھی ضعیف ہے۔اس میں اعمش کا عنعنہ ہے۔

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❁ نافع رحمہ اللہ سے مروی ہے:

كَانَ النَّاسُ يَأْتُونَ الشَّجَرَةَ الَّتِي يُقَالُ لَهَا شَجَرَةُ الرِّضْوَانِ فَيُصَلُّونَ عِنْدَهَا قَالَ : فَبَلَغَ ذٰلِكَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَأَوْعَدَهُمْ فِيهَا وَأَمَرَ بِهَا فَقُطِعَتْ .

''(عہد فاروقی میں) لوگ بیعت رضوان والے درخت کے پاس جانے لگے اور وہاں نمازیں پڑھنا شروع کر دیں۔اس بات کی خبر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ہوئی،تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں لوگوں کو خبردار کیا اور حکم دے کر اس درخت کو کٹوا دیا۔''

(طَبقات ابن سعد : 100/2، مصنّف ابن أبي شيبة : 7545)

جواب: سند ضعیف ہے۔نافع رحمہ اللہ کا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

رَجَعْنَا مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ، فَمَا اجْتَمَعَ مِنَّا اثْنَانِ عَلَى الشَّجَرَةِ الَّتِي بَايَعْنَا تَحْتَهَا، كَانَتْ رَحْمَةً مِّنَ اللّٰهِ .

''ہم (مقام حدیبیہ پر) صلح حدیبیہ کے دوسرے سال آئے،تو ہم میں سے دو آدمی بھی اس درخت کی نشاندہی پر متفق نہ ہو سکے،جس کے نیچے ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔''

(صحيح البخاري : 2958)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

أَنْ لَّا يَحْصُلَ بِهَا افْتِتَانٌ لِّمَا وَقَعَ تَحْتَهَا مِنَ الْخَيْرِ، فَلَوْ بَقِيَتْ لَمَا أُمِنَ تَعْظِيْمُ بَعْضِ الْجُهَّالِ لَهَا، حَتّٰى رُبَّمَا أَفْضٰى بِهِمْ إِلَى اعْتِقَادِ أَنَّ لَهَا قُوَّةَ نَفْعٍ أَوْ ضَرٍّ، كَمَا نَرَاهُ الْآنَ مُشَاهَدًا فِيمَا هُوَ دُونَهَا، وَإِلٰى ذٰلِكَ أَشَارَ ابْنُ عُمَرَ بِقَوْلِهٖ : كَانَتْ رَحْمَةً مِّنَ اللّٰهِ، أَيْ كَانَ خَفَاؤُهَا عَلَيْهِمْ بَعْدَ ذٰلِكَ رَحْمَةً مِّنَ اللّٰهِ تَعَالٰى .

”(اسے بیان کرنے کی حکمت یہ ہے کہ) خیر کا جو معاملہ اس درخت کے نیچے رونما ہوا تھا، اس کی وجہ سے لوگ فتنے میں نہ پڑیں۔ اگر وہ باقی رہتا، تو بعض جاہل لوگوں کی طرف سے اس کی تعظیم کرنے کا اندیشہ ردّ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یہاں تک کہ لوگ یہ عقیدہ گھڑ لیتے کہ درخت نفع ونقصان کا مالک ہے، جیسا کہ ہم اپنے مشاہدہ میں دیکھ رہے ہیں کہ اس سے کم تر چیزوں سے یہ معاملہ کیا جا رہا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بات میں اسی کی طرف اشارہ کیا تھا کہ اس سال کے بعد اس درخت کا مخفی ہو جانا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔“

(فتح الباري : 118/6)

سوال: صحیح حدیث آ جانے کے بعد ایک مسلمان کا کیا طرز عمل ہونا چاہیے؟

جواب: حدیث وحی ہے، من جانب اللہ ہے۔ اللہ کی حفاظت کے ساتھ محفوظ ہے۔ حدیث قرآن کریم کا بیان وتبیان اور تشریح وتوضیح ہے۔ حدیث کو قبول کرنا ایمان ہے۔ اس

کا انکار کفر ہے۔

❁ علامہ صابونی رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

يَنْبَغِي لِلْمَرْءِ أَنْ يُّعَظِّمَ أَخْبَارَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَيُقَابِلُهَا بِالْقُبُولِ وَالتَّسْلِيمِ وَالتَّصْدِيقِ، وَيُنْكِرُ أَشَدَّ الْإِنْكَارِ عَلٰى مَنْ يَسْلُكُ فِيهَا غَيْرَ هٰذَا الطَّرِيقِ الَّذِي سَلَكَهٗ هَارُونُ الرَّشِيدُ رَحِمَهُ اللّٰهُ مَعَ مَنِ اعْتَرَضَ عَلَى الْخَبَرِ الصَّحِيحِ الَّذِي سَمِعَهٗ بِكَيْفَ؟! عَلٰى طَرِيقِ الْإِنْكَارِ لَهٗ وَالْاِسْتِبْعَادِ لَهٗ، وَلَمْ يَتَلَقَّهٗ بِالْقُبُولِ كَمَا يَجِبُ أَنْ يُتَلَقّٰى جَمِيعُ مَا يَرِدُ مِنَ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ.

''انسان کو چاہیے کہ احادیث رسول ﷺ کی تعظیم بجالائے اور انہیں سر تسلیم خم کر کے قبول کرے اور دل و جان سے اس کی تصدیق کرے، نیز اس شخص پر شدید نکیر کرے، جو احادیث میں یہ طریقہ اختیار نہیں کرتا، جیسا کہ خلیفہ ہارون الرشید رحمہ اللہ نے اس شخص کے ساتھ کیا تھا، جس نے ایک صحیح حدیث سنی اور اس پر انکار کرتے ہوئے اور اسے (عقلی طور پر) بعید خیال کرتے ہوئے اعتراض اٹھایا کہ ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟! اس نے حدیث کو اس طرح قبول نہیں کیا، جیسے رسول اللہ ﷺ کی ساری کی ساری احادیث کو قبول کرنا واجب ہے۔''

(عقيدة السّلف وأصحاب الحديث، ص 98)

❁ امام محمد بن مسلم بن شہاب زہری رحمہ اللہ (۱۲۵ھ) فرماتے ہیں:

مِنَ اللّٰهِ الْعِلْمُ وَعَلَى الرَّسُولِ الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا التَّسْلِيمُ.

''علم اللہ کی طرف سے ہے، رسول اللہ ﷺ کے ذمہ تبلیغ ہے اور ہمارے ذمہ تسلیم ہے۔''

(الجامع لأخلاق الرّاوي للخطيب: 112/2، ح: 1333، وسندهٗ صحيحٌ)

✿ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) اس قول کے بارے میں لکھتے ہیں:

هٰذَا كَلَامٌ جَامِعٌ نَّافِعٌ.

''یہ انتہائی جامع اور نفع مند کلام ہے۔''

(شرح العقيدة الطّحاوية، ص 219)

✿ امام شافعی رحمہ اللہ (۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

إِذَا رَأَيْتُمُونِي أَقُولُ قَوْلًا وَقَدْ صَحَّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِلَافُهٗ فَاعْلَمُوا أَنَّ عَقْلِي قَدْ ذَهَبَ.

''اگر آپ مجھے ایسا موقف اپناتا دیکھیں، جس کے برعکس رسول اللہ ﷺ سے حدیث ثابت ہے (اور مجھے اس کا علم بھی ہے)، تو جان لیں کہ میری عقل زائل ہو چکی ہے۔''

(آداب الشّافعي لابن أبي حاتم، ص 67، حلية الأولياء لأبي نعيم: 102/9، مناقب الشّافعي للبيهقي: 474/1، الفقيه والمتفقه للخطيب: 388/1، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: درج ذیل واقعہ کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

✿ سدی رحمہ اللہ سے مروی ہے:

كَانَ دَاوُدُ قَدْ قَسَمَ الدَّهْرَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ؛ يَوْمٌ يَقْضِي فِيهِ بَيْنَ

النَّاسِ، وَيَوْمٌ يَخْلُو فِيهِ لِعِبَادَةِ رَبِّهِ، وَيَوْمٌ يَخْلُو فِيهِ لِنِسَائِهِ؛ وَكَانَ لَهُ تِسْعٌ وَّتِسْعُونَ امْرَأَةً، وَكَانَ فِيمَا يَقْرَأُ مِنَ الْكُتُبِ أَنَّهُ كَانَ يَجِدُ فِيهِ فَضْلَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ؛ فَلَمَّا وَجَدَ ذٰلِكَ فِيمَا يَقْرَأُ مِنَ الْكُتُبِ قَالَ : يَا رَبِّ إِنَّ الْخَيْرَ كُلَّهُ قَدْ ذَهَبَ بِهِ آبَائِي الَّذِينَ كَانُوا قَبْلِي، فَأَعْطِنِي مِثْلَ مَا أَعْطَيْتَهُمْ، وَافْعَلْ بِي مِثْلَ مَا فَعَلْتَ بِهِمْ، قَالَ : فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ : إِنَّ آبَاءَ كَ ابْتُلُوا بِبَلَايَا لَمْ تُبْتَلَ بِهَا؛ ابْتُلِيَ إِبْرَاهِيمُ بِذَبْحِ ابْنِهِ، وَابْتُلِيَ إِسْحَاقُ بِذِهَابِ بَصَرِهِ، وَابْتُلِيَ يَعْقُوبُ بِحُزْنِهِ عَلٰى يُوسُفَ، وَإِنَّكَ لَمْ تُبْتَلَ مِنْ ذٰلِكَ بِشَيْءٍ، قَالَ : يَا رَبِّ ابْتَلِنِي بِمِثْلِ مَا ابْتَلَيْتَهُمْ بِهِ، وَأَعْطِنِي مِثْلَ مَا أَعْطَيْتَهُمْ؛ قَالَ : فَأُوحِيَ إِلَيْهِ : إِنَّكَ مُبْتَلًى فَاحْتَرِسْ؛ قَالَ : فَمَكَثَ بَعْدَ ذٰلِكَ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَّمْكُثَ، إِذْ جَاءَ هُ الشَّيْطَانُ قَدْ تَمَثَّلَ فِي صُورَةِ حَمَامَةٍ مِنْ ذَهَبٍ، حَتّٰى وَقَعَ عِنْدَ رِجْلَيْهِ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي، فَمَدَّ يَدَهُ لِيَأْخُذَهُ، فَتَنَحّٰى فَتَبِعَهُ، فَتَبَاعَدَ حَتّٰى وَقَعَ فِي كَوَّةٍ، فَذَهَبَ لِيَأْخُذَهُ، فَطَارَ مِنَ الْكُوَّةِ، فَنَظَرَ أَيْنَ يَقَعُ، فَيَبْعَثُ فِي أَثْرِهِ قَالَ : فَأَبْصَرَ امْرَأَةً تَغْتَسِلُ عَلٰى سَطْحٍ لَهَا، فَرَأَى امْرَأَةً مِنْ أَجْمَلِ النَّاسِ خَلْقًا، فَحَانَتْ مِنْهَا الْتِفَاتَةٌ فَأَبْصَرَتْهُ،

فَأَلْقَتْ شَعَرَهَا فَاسْتَتَرَتْ بِهِ، قَالَ : فَزَادَهُ ذٰلِكَ فِيهَا رَغْبَةً، قَالَ : فَسَأَلَ عَنْهَا، فَأُخْبِرَ أَنَّ لَهَا زَوْجًا، وَأَنَّ زَوْجَهَا غَائِبٌ بِمُسَلَّحَةِ كَذَا وَكَذَا؛ قَالَ : فَبَعَثَ إِلٰى صَاحِبِ الْمُسَلَّحَةِ أَنْ يَبْعَثَ أُهْرِيَا إِلٰى عَدُوِّ كَذَا وَكَذَا، قَالَ : فَبَعَثَهُ، فَفَتَحَ لَهُ، قَالَ : وَكَتَبَ إِلَيْهِ بِذٰلِكَ، قَالَ : فَكَتَبَ إِلَيْهِ أَيْضًا : أَنِ ابْعَثْهُ إِلٰى عَدُوِّ كَذَا وَكَذَا، أَشَدُّ مِنْهُمْ بَأْسًا، قَالَ : فَبَعَثَهُ فَفَتَحَ لَهُ أَيْضًا قَالَ : فَكَتَبَ إِلٰى دَاوُدَ بِذٰلِكَ، قَالَ : فَكَتَبَ إِلَيْهِ أَنِ ابْعَثْهُ إِلٰى عَدُوِّ كَذَا وَكَذَا، فَبَعَثَهُ فَقُتِلَ الْمَرَّةَ الثَّالِثَةَ، قَالَ : وَتَزَوَّجَ امْرَأَتَهُ قَالَ : فَلَمَّا دَخَلَتْ عَلَيْهِ، قَالَ : لَمْ تَلْبَثْ عِنْدَهُ إِلَّا يَسِيرًا حَتّٰى بَعَثَ اللّٰهُ مَلَكَيْنِ فِي صُورَةِ إِنْسِيَّيْنِ، فَطَلَبَا أَنْ يَدْخُلَا عَلَيْهِ، فَوَجَدَاهُ فِي يَوْمِ عِبَادَتِهِ، فَمَنَعَهُمَا الْحَرَسُ أَنْ يَدْخُلَا، فَتَسَوَّرُوا عَلَيْهِ الْمِحْرَابَ، قَالَا : فَمَا شَعَرَ وَهُوَ يُصَلِّي إِذْ هُوَ بِهِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ جَالِسَيْنِ، قَالَ : فَفَزِعَ مِنْهُمَا، فَقَالَا : ﴿لَا تَخَفْ﴾(صٓ : ٢٢) إِنَّمَا نَحْنُ ﴿خَصْمَانِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ﴾(صٓ : ٢٢) يَقُولُ : لَا تَحِفْ ﴿وَاهْدِنَا إِلٰى سَوَاءِ الصِّرَاطِ﴾(صٓ : ٢٢) إِلٰى عَدْلِ الْقَضَاءِ، قَالَ : فَقَالَ : قُصَّا عَلَيَّ قِصَّتَكُمَا، قَالَ : فَقَالَ

أَحَدُهُمَا : ﴿إِنَّ هٰذَا أَخِي لَهُ تِسْعٌ وَّتِسْعُونَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ﴾(صٓ : ٢٣) فَهُوَ يُرِيدُ أَنْ يَأْخُذَ نَعْجَتِي، فَيُكَمِّلَ بِهَا نِعَاجَهُ مِائَةً قَالَ : فَقَالَ لِلْآخَرِ : مَا تَقُولُ؟ فَقَالَ : إِنَّ لِي تِسْعًا وَتِسْعِينَ نَعْجَةً، وَلِأَخِي هٰذَا نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ، فَأَنَا أُرِيدُ أَنْ آخُذَهَا مِنْهُ، فَأُكْمِلَ بِهَا نِعَاجِي مِائَةً، قَالَ : وَهُوَ كَارِهٌ؟ قَالَ : وَهُوَ كَارِهٌ، قَالَ : وَهُوَ كَارِهٌ؟ قَالَ : إِذَنْ لَا نَدَعُكَ وَذَاكَ، قَالَ : مَا أَنْتَ عَلٰى ذٰلِكَ بِقَادِرٍ، قَالَ : فَإِنْ ذَهَبْتَ تَرُومُ ذٰلِكَ أَوْ تُرِيدُ، ضَرَبْنَا مِنْكَ هٰذَا وَهٰذَا وَهٰذَا، ـوَفَسَّرَ أَسْبَاطٌ طَرَفَ الْأَنْفِ، وَأَصْلَ الْأَنْفِ وَالْجَبْهَةَـ؛ قَالَ : يَا دَاوُدُ أَنْتَ أَحَقُّ أَنْ يُضْرَبَ مِنْكَ هٰذَا وَهٰذَا وَهٰذَا، حَيْثُ لَكَ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ امْرَأَةً، وَلَمْ يَكُنْ لِأَهْرِيَا إِلَّا امْرَأَةٌ وَّاحِدَةٌ، فَلَمْ تَزَلْ بِهِ تُعَرِّضُهُ لِلْقَتْلِ حَتّٰى قَتَلْتَهُ، وَتَزَوَّجْتَ امْرَأَتَهُ قَالَ : فَنَظَرَ فَلَمْ يَرَ شَيْئًا، فَعَرَفَ مَا قَدْ وَقَعَ فِيهِ، وَمَا قَدِ ابْتُلِيَ بِهِ، قَالَ : فَخَرَّ سَاجِدًا، قَالَ : فَبَكٰى، قَالَ : فَمَكَثَ يَبْكِي سَاجِدًا أَرْبَعِينَ يَوْمًا لَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ إِلَّا لِحَاجَةٍ مِّنْهَا، ثُمَّ يَقَعُ سَاجِدًا يَبْكِي، ثُمَّ يَدْعُو حَتّٰى نَبَتَ الْعُشْبُ مِنْ دُمُوعِ عَيْنَيْهِ قَالَ : فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ بَعْدَ أَرْبَعِينَ يَوْمًا : يَا دَاوُدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ، فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ، فَقَالَ : يَا

رَبِّ كَيْفَ أَعْلَمُ أَنَّكَ قَدْ غَفَرْتَ لِي وَأَنْتَ حَكَمٌ عَدْلٌ لَا تَحِيفُ فِي الْقَضَاءِ، إِذَا جَاءَ كَ أُهْرِيَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ آخِذًا رَأْسَهُ بِيَمِينِهِ أَوْ بِشِمَالِهِ تَشْخَبُ أَوْدَاجُهُ دَمًا فِي قِبَلِ عَرْشِكَ يَقُولُ : يَا رَبِّ سَلْ هٰذَا فِيمَ قَتَلَنِي؟ قَالَ : فَأَوْحٰى إِلَيْهِ : إِذَا كَانَ ذٰلِكَ دَعَوْتُ أُهْرِيَا فَأَسْتَوْهِبُكَ مِنْهُ، فَيَهِبُكَ لِي، فَأُثِيبُهُ بِذٰلِكَ الْجَنَّةَ، قَالَ : رَبِّ الْآنَ عَلِمْتُ أَنَّكَ قَدْ غَفَرْتَ لِي، قَالَ : فَمَا اسْتَطَاعَ أَنْ يَمْلَأَ عَيْنَيْهِ مِنَ السَّمَاءِ حَيَاءً مِّنْ رَبِّهٖ حَتّٰى قُبِضَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''سیدنا داود علیہ السلام نے اپنے معمولات کو تین دنوں پر تقسیم کیا ہوا تھا، آپ علیہ السلام ایک دن لوگوں کے فیصلے کرتے تھے، ایک دن رب تعالیٰ کی عبادت کے لیے مختص تھا اور ایک دن اپنی بیویوں کے لیے رکھا ہوا تھا اور آپ علیہ السلام کی ننانوے بیویاں تھیں۔ داود علیہ السلام نے بعض کتابوں میں سیدنا ابراہیم، سیدنا اسحاق اور سیدنا یعقوب علیہم السلام کے فضائل پڑھے، تو دعا کرنے لگے: میرے رب! ساری بھلائیاں تو میرے آباء واجداد لے گئے ہیں، مجھے بھی ان کی طرح کی فضیلت عطا فرما اور میرے ساتھ بھی وہی معاملہ فرما، جو تو نے ان کے ساتھ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے داود علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ آپ کے باپ دادا کو ایسی ایسی آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا تھا، جن سے آپ کو واسطہ نہیں پڑا۔ ابراہیم کو آزمایا گیا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کریں، اسحاق کو آنکھوں کی بینائی سے آزمایا گیا اور

یعقوب پر آزمائش یہ آئی کہ انہیں یوسف پر غمزدہ رہنا پڑا۔ جبکہ آپ پر ان جیسی کوئی آزمائش نہیں آئی۔ داود علیہ السلام نے عرض کیا: میرے رب! تو مجھے بھی اسی طرح کی آزمائش دے، جیسی انہیں دی تھی اور مجھے بھی ویسی فضیلت عطا فرما دے، جو تو نے انہیں (مصائب پر صبر کی وجہ سے) عطا فرمائی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے داود علیہ السلام کو وحی کی: ''آپ کو بھی آزمایا جائے گا، لہٰذا محتاط رہنا۔'' کچھ عرصہ اسی طرح گزرا، پھر ایک دفعہ اچانک شیطان سونے کی فاختہ کی شکل دھار کر آیا اور داود علیہ السلام کے پاؤں میں آ گیا، سیدنا داود علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ داود علیہ السلام نے اس فاختہ کو پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا، تو فاختہ کنارہ کر گئی، داود علیہ السلام پیچھے ہو لیے، فاختہ دور ہو گئی اور روشن دار میں داخل ہو گئی، داود علیہ السلام اسے پکڑنے لگے، تو وہ روشن دان سے اڑ گئی، داود علیہ السلام نے دیکھا کہ کہاں بیٹھتی ہے، تو آپ رضی اللہ عنہ اس کے پیچھے ہو لیے، اسی دوران آپ علیہ السلام کی نظر ایک عورت پر پڑ گئی، جو اپنی چھت پر غسل کر رہی تھی، آپ علیہ السلام نے دیکھا کہ وہ نہایت حسین و جمیل عورت ہے، عورت نے اچانک دیکھا، تو داود علیہ السلام پر نگاہ پڑھ گئی، اس نے فوراً اپنا بال آگے ڈالے اور پردہ کیا۔ یوں سیدنا داود علیہ السلام کو اس عورت میں رغبت پیدا ہو گئی، آپ علیہ السلام نے اس کے بارے میں پوچھا، تو معلوم ہوا کہ یہ شادی شدہ ہے اور اس کا شوہر فلاں جنگ کے فوجی دستہ کے ساتھ ہے۔ تو داود علیہ السلام نے فوج کے کمانڈر کو خط لکھا کہ ''اُہریا'' کو فلاں دشمن پر فوج کشی کے لیے روانہ کر دیں، کمانڈر نے اسے بھیجا، تو وہ علاقہ فتح ہو گیا، پھر داود علیہ السلام نے کمانڈر کو خط لکھا کہ ''اہریا'' کو فلاں دشمن پر حملہ کرنے کے لیے بھیج

دیں، یہ دشمن پہلے والے سے زیادہ مضبوط تھا، کمانڈر نے بھیج دیا اور اہریا نے وہ علاقہ بھی فتح کر لیا۔ سیدنا داود علیہ السلام نے پھر کمانڈر کو خط لکھا کہ اسے فلاں دشمن کی طرف بھیج دیں، کمانڈر نے بھیجا، تو تیسرے معرکہ میں اہریا شہید ہو گیا۔ پھر سیدنا داود علیہ السلام نے اس کی بیوی سے شادی کر لیا، جب عورت سیدنا داود علیہ السلام کے گھر آئی، تو آپ علیہ السلام کے پاس کچھ دیر ہی رہی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی شکل میں دو فرشتے بھیجے، تو انہوں نے (دربان سے) داود علیہ السلام کے پاس جانے کی درخواست کی، وہ سیدنا داود علیہ السلام کی عبادت کا دن تھا، تو پہرے دار نے انہیں اندر جانے سے منع کر دیا۔ تو وہ دیوار پھلانگ کر کمرے میں داخل ہو گئے، داود علیہ السلام نماز میں تھے کہ اچانک ان دو انسانوں کو اپنے پاس بیٹھے پایا، انہیں دیکھ کر داود علیہ السلام گھبرا گئے۔ کہنے لگے: ﴿لَا تَخَفْ﴾(صٓ : ۲۲) ''ڈریے مت۔'' دراصل ﴿خَصْمَانِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ﴾ (صٓ : ۲۲) ''ہمارا جھگڑا ہو گیا ہے، ہم میں سے ایک نے دوسرے پر سرکشی کی ہے، آپ ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرما دیں اور کوئی ناانصافی مت کیجئے گا۔'' ظلم پر مبنی فیصلہ مت کیجئے گا۔ ﴿وَاهْدِنَا إِلٰى سَوَاءِ الصِّرَاطِ﴾ (صٓ : ۲۲) ''ہمیں سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کر دیں۔'' یعنی انصاف پر مبنی فیصلہ کر دیں۔ داود علیہ السلام نے فرمایا: اپنا قضیہ بیان کریں، تو ایک شخص نے کہا: ﴿إِنَّ هٰذَا أَخِي لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُونَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ﴾ (صٓ : ۲۳) ''میرے اس بھائی

کی ننانوے دنبیاں ہیں اور میری صرف ایک دنبی ہے۔'' یہ چاہتا ہے کہ میری دنبی بھی ہتھیا لے اور اپنی سو دنبیاں پوری کر لے۔ تو داود علیہ السلام نے دوسرے شخص سے فرمایا: آپ کا کیا کہنا ہے؟ اس نے کہا: میرے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے بھائی کے پاس صرف ایک دنبی ہے، میں چاہتا ہوں کہ اس سے وہ ایک دنبی بھی لے لوں اور اپنی سو دنبیاں پوری کر لوں۔ داود علیہ السلام نے فرمایا: اگر چہ وہ ناپسند کرے؟ اس نے کہا: بالکل۔ داود علیہ السلام نے فرمایا: پھر تو ہم آپ کو یہ دنبی ہتھیانے نہیں دیں گے۔ کہنے لگے: آپ اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ داود علیہ السلام نے فرمایا: اگر دنبی ہتھیانے کی کوشش کرو گے، تو ہم تمہارے فلاں فلاں حصہ پر ضرب لگائیں گے۔ (راوی) اسباط بن نصر نے اس کی تفسیر ناک اور پیشانی سے کی ہے۔ وہ شخص کہنے لگا: اے داود! آپ اس کے زیادہ حق دار ہیں کہ آپ کے اس اس حصے پر ضرب لگائی جائے، کیونکہ آپ کی ننانوے بیویاں تھی اور ''اہریا'' کے پاس فقط ایک بیوی۔ مگر پھر بھی آپ انہیں بار بار قتل ہونے کے دھکیلتے رہے، یہاں تک کہ آپ نے اسے قتل کروا دیا اور اس کی بیوی سے شادی کر لی۔ داود علیہ السلام نے غور وفکر کیا، تو کوئی جواب نہ پایا اور پوری طرح جان گئے کہ ان سے کیا ارتکاب ہو گیا ہے اور کس آزمائش میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ تو داود علیہ السلام سجدے میں گر گئے اور رونے لگے۔ آپ علیہ السلام چالیس دن تک سجدے میں پڑے روتے رہے، کسی ضرورت کے بغیر سجدہ سے سر نہیں اٹھاتے تھے اور دوبارہ سجدہ میں گر جاتے اور خوب روتے، پھر دعا کرتے، یہاں تک کہ آنسوؤں کی وجہ سے زمین پر سبزہ اُگ آیا۔ چالیس دن کے بعد اللہ تعالیٰ

نے سیدنا داود علیہ السلام کی طرف وحی کی: ''اے داود! اپنا سر اٹھایئے، میں نے آپ کو معاف کر دیا ہے۔'' کہنے لگے: میرے رب! مجھے کیسے پتہ چلے گا کہ تو نے مجھے معاف کر دیا ہے، بلاشبہ تو عدل وانصاف کے مطابق فیصلہ کرنے والا ہے، فیصلہ میں کسی پر ظلم نہیں کرتا، جب روز قیامت تیرے پاس ''اُہریا'' آئے گا اور اس نے اپنے دائیں یا بائیں سے سر پکڑا ہوا ہوگا، اس کی گردن کی رَگوں سے خون بہہ رہا ہوگا اور تیرے عرش کے پاس آ کر کہے گا: میرے رب! اس (داود علیہ السلام) سے پوچھیے کہ اس نے مجھے کس جرم کی پاداش میں قتل کروایا؟ تو اللہ تعالیٰ نے داود علیہ السلام کی طرف وحی کی: جب ایسا ہوگا، تو میں اُہریا کو بلاؤں گا اور اس سے تجھے بطور تحفہ مانگ لوں گا، اُہریا مجھے تیرا تحفہ دے دے گا اور اس کے بدلے میں اُہریا کو جنت میں داخل کر دوں گا۔ داود علیہ السلام نے کہا: اب میں جان چکا ہوں کہ تو نے مجھے معاف کر دیا ہے۔ پھر داود علیہ السلام وفات تک اللہ تعالیٰ سے حیاء کرتے ہوئے کبھی آسمان کی طرف آنکھیں نہ اٹھا سکے۔''

(تفسير الطّبري: 66/20)

جواب: یہ اسرائیلی روایت ہے، جو اپنے مضمون سے من گھڑت معلوم ہوتی ہے۔

✿ علامہ انور شاہ کاشمیری دیوبندی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ مَا ذَكَرَهٗ أَصْحَابُ التَّفْسِيرِ فِي قِصَّتِهٖ بَاطِلٌ لَّا أَصْلَ لَهٗ وَلَا نَعْلَمُ فِيهِ نَقْلًا إِسْلَامِيًّا، وَكُلُّ مَا بَلَغَنَا فِيهِ، فَمِنْ نُقُولِ الْكُتُبِ السَّابِقَةِ.

''جان لیجئے کہ مفسرین نے سیدنا داود علیہ السلام کے بارے میں جو قصہ ذکر کیا ہے، وہ

باطل اور بے اصل ہے۔اس بارے میں ہمیں دواوین اسلام کی کوئی نقل معلوم نہیں،اس حوالہ سے ہمیں جو بھی خبر پہنچی ہے، وہ سابقہ اُمتوں کی کتابوں سے منقول ہے۔''

(فيض الباري : 4/391)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كَانَ فُلانٌ رَدِيفَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَرَفَةَ، قَالَ : فَجَعَلَ الْفَتٰى يُلاحِظُ النِّسَاءَ، وَيَنْظُرُ إِلَيْهِنَّ، قَالَ : وَجَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْرِفُ وَجْهَهٗ بِيَدِهٖ مِنْ خَلْفِهٖ مِرَارًا، قَالَ : وَجَعَلَ الْفَتٰى يُلَاحِظُ إِلَيْهِنَّ، قَالَ : فَقَالَ لَهٗ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ابْنَ أَخِي، إِنَّ هٰذَا يَوْمٌ مَنْ مَلَكَ فِيهِ سَمْعَهٗ، وَبَصَرَهٗ، وَلِسَانَهٗ، غُفِرَ لَهٗ .

''ایک نوجوان (سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہما) یوم عرفہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پر پیچھے سوار تھے۔ یہ نوجوان عورتوں کی تانک جھانک کرنے لگا،تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار پیچھے ہاتھ کر کے اس کا چہرہ دوسری طرف موڑتے رہے۔نوجوان پھر عورتوں کی طرف دیکھنے لگا،تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بھتیجے! آج کے دن (یوم عرفہ کو) جس نے اپنے کانوں،آنکھوں اور زبان پر قابو رکھا،تو اسے معاف کر دیا جائے گا۔''

(مُسند الإمام أحمد :1/339)

جواب: روایت منکر (ضعیف) ہے، درج ذیل صحیح حدیث کے خلاف ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كَانَ الْفَضْلُ رَدِيفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَ تِ امْرَأَةٌ مِنْ خَثْعَمَ، فَجَعَلَ الْفَضْلُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا وَتَنْظُرُ إِلَيْهِ، فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْرِفُ وَجْهَ الْفَضْلِ إِلَى الشِّقِّ الْآخَرِ، فَقَالَتْ: إِنَّ فَرِيضَةَ اللّٰهِ أَدْرَكَتْ أَبِي شَيْخًا كَبِيرًا لَّا يَثْبُتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ، أَفَأَحُجُّ عَنْهُ؟ قَالَ: نَعَمْ وَذٰلِكَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ.

"فضل بن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے ردیف تھے، اسی اثنا بنوخثعم کی ایک عورت آئی، تو فضل بن عباس رضی اللہ عنہما اور وہ عورت ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگ گئے، نبی کریم ﷺ نے فضل کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا۔ عورت کہنی لگی: میرے بوڑھے باپ پر حج فرض ہو گیا ہے، لیکن وہ سفر نہیں کر سکتے، کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ فرمایا: جی ہاں۔ یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔"

(صحيح البخاري: 1855، صحيح مسلم: 1334)

سوال: کیا حجر بن عدی صحابی تھا؟

جواب: راجح یہ ہے کہ حجر بن عدی صحابی نہیں۔ امام بخاری، امام ابو حاتم رازی، امام ابن حبان، حافظ ابن سعد اور خلیفہ بن خیاط رحمہم اللہ وغیرہم کے نزدیک صحابی نہیں۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۳۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا أَبَا هُرَيْرَةَ إِذَا تَوَضَّأْتَ فَقُلْ : «بِسْمِ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ»؛ فَإِنَّ حَفَظَتَكَ لَا تَسْتَرِيحُ تَكْتُبُ لَكَ الْحَسَنَاتِ حَتّٰى تُحْدِثَ مِنْ ذٰلِكَ الْوُضُوءِ .

''ابو ہریرہ! جب آپ وضو کریں، تو بسم اللہ والحمد للہ پڑھا کریں، کیونکہ آپ کے فرشتے (کراماً کاتبین) مسلسل آپ کے لیے نیکیاں لکھتے رہتے ہیں، تا آنکہ آپ بے وضو ہو جائیں۔''

(المُعجم الصّغير للطّبراني : 196)

جواب: سند سخت ضعیف ہے۔

① ابراہیم بن محمد بن ثابت انصاری مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات: ۶/ ۱۱۵'' میں ذکر کیا ہے۔

❀ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَوٰى عَنْهُ عَمْرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ وَغَيْرُهُ مَنَاكِيرَ .

”ابراہیم سے عمرو بن ابی سلمہ وغیرہ نے کئی منکر روایات نقل کی ہیں۔“

(الكامل في ضُعفاء الرجال :424/1)

مذکورہ بالا روایت بھی ابراہیم بن محمد سے عمرو بن ابی سلمہ نے ہی نقل کی ہے، لہٰذا یہ روایت منکر ہے۔

② علی بن ثابت مجہول ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَلِيٌّ مَجْهُولٌ، وَالرَّاوِي عَنْهُ ضَعِيفٌ .

”علی بن ثابت مجہول ہے اور اس سے روایت کرنے والا راوی (ابراہیم بن محمد بن ثابت) ضعیف ہے۔“

(نتائج الأفكار :227/1)

❁ اس روایت کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ”منکر“ کہا ہے۔

(لِسان الميزان :98/1)

سوال: کیا ملازمہ پر خرچ کرنے پر بھی اجر ہے؟

جواب: نوکر، ملازمہ، حتیٰ کہ چوپائیوں پر بھی خرچ کرنا نیکی اور اجر ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيقٍ، اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ، فَوَجَدَ بِئْرًا فَنَزَلَ فِيهَا، فَشَرِبَ ثُمَّ خَرَجَ، فَإِذَا كَلْبٌ يَلْهَثُ، يَأْكُلُ الثَّرٰى مِنَ الْعَطَشِ، فَقَالَ الرَّجُلُ : لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا الكَلْبَ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلُ الَّذِي كَانَ بَلَغَ بِي، فَنَزَلَ الْبِئْرَ فَمَلَأَ خُفَّهٗ ثُمَّ أَمْسَكَهٗ

بِفِيهِ، فَسَقَى الْكَلْبَ فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهٗ فَغفَرَ لَهٗ ، قَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَإِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ أَجْرًا؟ فَقَالَ : نَعَمْ، فِي كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ .

''ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص راستے میں جا رہا تھا، اسے سخت پیاس لگی، تو اسے ایک کنواں ملا، وہ کنوئیں میں اترا اور پانی پیا، باہر آیا، تو دیکھا کہ ایک کتا ہانپ رہا ہے اور پیاس کی وجہ سے تری چاٹ رہا ہے، آدمی نے سوچا کہ اس کتے کو بھی اسی طرح پیاس لگی ہوئی ہے، جس طرح مجھے لگی تھی۔ تو وہ کنوئیں میں اترا، اپنے موزے میں پانی بھرا، پھر اسے منہ سے پکڑا (اور باہر لایا) اس نے کتے کو پانی پلایا، اللہ تعالیٰ نے اس (کے عمل کی) قدر دانی کی اور اسے بخش دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا چوپائیوں (سے نیکی کرنے) میں بھی ہمارے لیے اجر وثواب ہے؟ فرمایا: جی ہاں، ہر تر جگر والے (جان دار) سے اچھا برتاؤ کرنے پر اجر ہے۔''

(صحيح البخاري : 6009، صحيح مسلم : 2244)

سوال: کیا جنات کا مستقل وجود ہے؟

جواب: جنات کے وجود کا ثبوت قرآن کریم، متواتر احادیث، اجماع اُمت اور مشاہدہ میں ہے۔

سر سید احمد خان کئی مسلمات کے ساتھ ساتھ جنات کے وجود کا بھی منکر تھا۔

❁ سر سید نے لکھا ہے:

''جہاں لفظ جن یا لفظ جانّ، جیسا کہ اس سورت بمعنی ابلیس یا شیطان کے آیا

ہے۔اس سے اوران لفظوں سے کوئی وجود خارج از انسان مراد نہیں، بلکہ بلحاظ انسان کے قوائے بہیمیہ انسانیہ پر اس کا اطلاق ہوا ہے۔‘‘

(تفسیر القرآن، ص 114-115، سورۃ الحِجَر)

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿یَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ ......﴾(الأنعام : ۱۲۸، ۱۳۰، الرّحمٰن : ۳۳)

’’اے جنوں اور انسانوں کی جماعت!‘‘

❀ نیز فرمان الٰہی ہے:

﴿وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ﴾(الكهف : ۵۰)

’’جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کریں، تو سب نے سجدہ کیا، سوائے ابلیس کے، وہ جنات میں سے تھا، اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی۔‘‘

❀ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا إِذَا حَضَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا لَمْ نَضَعْ أَيْدِيَنَا حَتّٰى يَبْدَأَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَضَعَ يَدَهٗ، وَإِنَّا حَضَرْنَا مَعَهٗ مَرَّةً طَعَامًا، فَجَاءَ تْ جَارِيَةٌ كَأَنَّهَا تُدْفَعُ، فَذَهَبَتْ لِتَضَعَ يَدَهَا فِي الطَّعَامِ، فَأَخَذَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهَا، ثُمَّ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ كَأَنَّمَا

يُدْفَعُ فَأَخَذَ بِيَدِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ الشَّيْطَانَ يَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ أَنْ لَا يُذْكَرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، وَإِنَّهٗ جَاءَ بِهٰذِهِ الْجَارِيَةِ لِيَسْتَحِلَّ بِهَا فَأَخَذْتُ بِيَدِهَا، فَجَاءَ بِهٰذَا الْأَعْرَابِيِّ لِيَسْتَحِلَّ بِهٖ فَأَخَذْتُ بِيَدِهٖ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ، إِنَّ يَدَهٗ فِي يَدِي مَعَ يَدِهَا .

''ہم نبی کریم ﷺ کے ہمراہ کسی کھانے میں شریک ہوتے، تو اس وقت تک کھانے کے لیے ہاتھ نہیں بڑھاتے تھے، جب تک نبی کریم ﷺ شروع نہیں فرماتے۔ ایک مرتبہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ کھانے میں شریک ہوئے، اچانک ایک بچی آئی گویا کہ اسے دھکیلا جا رہا ہے، اس نے کھانے میں ہاتھ رکھنا چاہا، تو رسول اللہ ﷺ نے اسے پکڑ لیا، پھر ایک دیہاتی آیا، وہ بھی اسی طرح تھا جیسا کہ اسے دھکیلا جا رہا ہو، آپ ﷺ نے اسے بھی ہاتھ سے پکڑ لیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کھانے پر ''بسم اللہ'' نہ پڑھی جائے، تو شیطان اس پر دسترس حاصل کر لیتا ہے، وہ اس بچی کو لے کر آیا تاکہ وہ اس کے لیے ذریعہ دسترس حاصل کر سکے، لیکن میں نے اسے ہاتھ سے پکڑ لیا، پھر وہ دیہاتی کو لایا، تاکہ وہ اس کے لیے ذریعہ دسترس حاصل کر سکے، لیکن میں نے اسے بھی ہاتھ سے پکڑ لیا، اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میری جان ہے، بے شک اس (شیطان) کا ہاتھ اس (بچی) کے ہاتھ کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے۔''

(صحيح مسلم : 2017)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّهُ أَتَانِي وَفْدُ جِنِّ نَصِيبِينَ، وَنِعْمَ الْجِنُّ، فَسَأَلُونِي الزَّادَ، فَدَعَوْتُ اللّٰهَ لَهُمْ أَنْ لَّا يَمُرُّوا بِعَظْمٍ، وَلَا بِرَوْثَةٍ إِلَّا وَجَدُوا عَلَيْهَا طَعَامًا .

''میرے پاس نصیبین (مدینے کی بستی) کے جنوں کا وفد آیا، کیا ہی اچھے جن تھے، مجھ سے اشیائے خوردنی کا سوال کرنے لگے، میں نے اللہ سے دعا کی کہ انہیں ملنے والی ہر ہڈی پر کھانا مل جائے۔''

(صحيح البخاري : 3860)

✿ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

قَدِ اتَّفَقَ عَلَيْهِ أَئِمَّةُ الْإِسْلَامِ كَمَا اتَّفَقُوا عَلٰى وُجُودِ الْجِنِّ .

''(جن انسان میں داخل ہو سکتا ہے۔) اس کے جواز پر ائمہ اسلام کا اتفاق ہے، اسی طرح جنات کے وجود پر بھی اتفاق ہے۔''

(الرّدّ على المنطقيين، ص 470)

✿ نیز فرماتے ہیں:

وُجُودُ الْجِنِّ ثَابِتٌ بِكِتَابِ اللّٰهِ، وَسُنَّةِ رَسُولِهٖ، وَاتِّفَاقِ سَلَفِ الْأُمَّةِ، وَأَئِمَّتِهَا، وَكَذٰلِكَ دُخُولُ الْجِنِّيِّ فِي بَدَنِ الْإِنْسَانِ ثَابِتٌ بِاتِّفَاقِ أَئِمَّةِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ .

''جنوں کا وجود کتاب وسنت سے ثابت ہے، اس پر اسلاف امت اور ائمہ اہل سنت کا اجماع ہے۔ اسی طرح ائمہ اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ جن انسانی بدن میں داخل ہو سکتا ہے۔''

(الفتاوی الکبریٰ: 12/3، مجموع الفتاوی: 277/24)

❁ **نیز فرماتے ہیں:**

لَمْ يُخَالِفْ أَحَدٌ مِّنْ طَوَائِفِ الْمُسْلِمِينَ فِي وُجُودِ الْجِنِّ وَلَا فِي أَنَّ اللّٰهَ أَرْسَلَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ وَجُمْهُورُ طَوَائِفِ الْكُفَّارِ عَلٰى إِثْبَاتِ الْجِنِّ أَمَّا أَهْلُ الْكِتَابِ مِنَ الْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى فَهُمْ مُقِرُّونَ بِهِمْ كَإِقْرَارِ الْمُسْلِمِينَ وَإِنْ وُجِدَ فِيهِمْ مَنْ يُنْكِرُ ذٰلِكَ وَكَمَا يُوجَدُ فِي الْمُسْلِمِينَ مَنْ يُنْكِرُ ذٰلِكَ كَمَا يُوجَدُ فِي طَوَائِفِ الْمُسْلِمِينَ الْغَالِطُونَ وَالْمُعْتَزِلَةِ مَنْ يُنْكِرُ ذٰلِكَ وَإِنْ كَانَ جُمْهُورُ الطَّائِفَةِ وَأَئِمَّتُهَا مُقِرِّينَ بِذٰلِكَ، وَهٰذَا لِأَنَّ وُجُودَ الْجِنِّ تَوَاتَرَتْ بِهِ أَخْبَارُ الْأَنْبِيَاءِ تَوَاتُرًا مَعْلُومًا بِالْاضْطِرَارِ وَمَعْلُومٌ بِالْاضْطِرَارِ أَنَّهُمْ أَحْيَاءٌ عُقَلَاءُ فَاعِلُونَ بِالْإِرَادَةِ بَلْ مَأْمُورُونَ مَنْهِيُّونَ لَيْسُوا صِفَاتٍ وَأَعْرَاضًا قَائِمَةً بِالْإِنْسَانِ أَوْ غَيْرِهِ كَمَا يَزْعُمُهُ بَعْضُ الْمَلَاحِدَةِ فَلَمَّا كَانَ أَمْرُ الْجِنِّ مُتَوَاتِرًا عَنِ الْأَنْبِيَاءِ تَوَاتُرًا ظَاهِرًا تَعْرِفُهُ الْعَامَّةُ وَالْخَاصَّةُ لَمْ يُمْكِنْ طَائِفَةٌ كَبِيرَةٌ مِنَ الطَّوَائِفِ الْمُؤْمِنِينَ بِالرُّسُلِ أَنْ تُنْكِرَهُمْ.

''مسلمانوں کے فرقوں میں سے کسی نے اس بات کی مخالفت نہیں کی کہ جنات کا وجود ہے اور محمد کریم ﷺ کی رسالت ان کے لیے بھی ہے۔ کفار کے اکثر

گروہ بھی جنوں کی حقیقت تسلیم کرتے ہیں، یہود و نصاریٰ بھی مسلمانوں کی طرح جنات کا وجود تسلیم کرتے ہیں، گو کچھ منکر بھی ہیں، معدودے چند منکر تو مسلمانوں میں بھی ہیں۔ کچھ غالی مسلمانوں اور معتزلہ کی جماعتوں میں ایسے لوگ موجود ہیں، لیکن اکثر جماعتیں اور ان کے ائمہ جنات کا وجود مانتے ہیں، کیوں کہ جنات کے وجود سے متعلق انبیاء کے واقعات اس قدر متواتر ہیں کہ جنہیں مانے بغیر چارہ نہیں۔ یہ بھی ماننا پڑے گا کہ وہ زندہ، صاحب عقل، خود مختار، بلکہ شریعت کے مکلّف ہیں۔ یہ کوئی عارضہ یا وہم نہیں جو بعض انسانوں کو لاحق ہو جاتا ہے، جیسا کہ بعض ملحدوں کا خیال ہے۔ جب جنوں کا معاملہ اس قدر متواتر ہے کہ جسے ہر خاص و عام بخوبی سمجھ سکتا ہے، تو پھر رسولوں پر ایمان رکھنے والی اتنی بڑی جماعت کے لیے جنات کی حقیقت کا انکار ممکن نہیں۔''

(مَجموع الفتاویٰ : 19/10)

❁ علامہ احمد قسطلانی رحمہ اللہ (۹۲۳ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ دَلَّتْ عَلٰى وُجُودِهِمْ نُصُوصُ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ مَعَ إِجْمَاعِ كَافَّةِ الْعُلَمَاءِ فِي عَصْرِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ عَلَيْهِ وَتَوَاتَرَ نَقْلُهٗ عَنِ الْأَنْبِيَاءِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِمْ تَوَاتُرًا ظَاهِرًا يَعْلَمُهُ الْخَاصُّ وَالْعَامُّ فَلَا عِبْرَةَ بِإِنْكَارِ الْفَلَاسِفَةِ وَالْبَاطِنِيَّةِ وَغَيْرِهِمْ ذٰلِكَ .

''جنات کے وجود پر کتاب وسنت کی نصوص دلالت کرتی ہیں، نیز اس پر عہد صحابہ وتابعین کے تمام علما کا اجماع ہے۔ پہلے انبیائے کرام علیہم السلام سے بھی جنات کے وجود پر واضح تواتر منقول ہے، جسے ہر خاص و عام بآسانی جان سکتا

ہے، لہٰذا فلاسفہ، باطنیہ وغیرہ کے جنات کا انکار کرنے کا کوئی اعتبار نہیں۔''

(إرشاد السّاري : 303/5)

سوال: ابوالحسن شاذان فضلی کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: ابوالحسن شاذان فضلی کا علم نہیں ہو سکا۔ اس سے منسوب خصائص علی رضی اللہ عنہ نامی کتاب بھی ہے۔

سوال: کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بیٹی ابولہب کے بیٹے کے عقد میں رہیں؟

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بیٹی کا ابولہب کے بیٹے سے نکاح ہونا ثابت نہیں۔

❁ بیان کیا جاتا ہے:

كَانَتْ بِنْتُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ عُتَيْبَةُ بْنِ أَبِي لَهَبٍ فَطَلَّقَهَا .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر عتیبہ (عتبہ) بن ابی لہب کے عقد میں تھیں، تو اس نے انہیں طلاق دے دی۔''

(دلائل النُّبوة لأبي نُعيم :381)

سند ضعیف ہے۔

① یہ خبر دینے والے ''رجال'' مبہم ونامعلوم ہیں۔

② محمد بن اسحاق کا عنعنہ ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ زَوَّجَ عُتْبَةَ بْنَ أَبِي لَهَبٍ رُقَيَّةَ أَوْ أُمَّ كُلْثُومٍ .

”رسول اللہ ﷺ نے عتبہ بن ابی لہب کا نکاح (اپنی لختِ جگر) رقیہ یا اُم کلثوم رضی اللہ عنہما سے کیا تھا۔“

(الذّرية الطّاهرة للدّولابي : 52)

سند ضعیف ہے۔صاحب کتاب حافظ ابوبشر دولابی متکلم فیہ ہے۔

سوال: رجم کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: رجم ثابت ہے،اس پر احادیث متواترہ اور اجماع اُمت دلیل ہیں۔

✿ علامہ زرکشی رحمہ اللہ نے رجم کی احادیث کو متواتر معنوی قرار دیا ہے۔

(شرح الزّركشي على مختصر الخرقي : 272/6)

✿ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ يَطُولَ بِالنَّاسِ زَمَانٌ، حَتّٰى يَقُولَ قَائِلٌ : لَا نَجِدُ الرَّجْمَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ، فَيَضِلُّوا بِتَرْكِ فَرِيضَةٍ أَنْزَلَهَا اللّٰهُ، أَلَا وَإِنَّ الرَّجْمَ حَقٌّ عَلٰى مَنْ زَنٰى وَقَدْ أَحْصَنَ، إِذَا قَامَتِ الْبَيِّنَةُ، أَوْ كَانَ الْحَبَلُ أَوِ الِاعْتِرَافُ، قَالَ سُفْيَانُ : كَذَا حَفِظْتُ أَلَا وَقَدْ رَجَمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَمْنَا بَعْدَهٗ .

”مجھے ڈر ہے کہ زمانہ گزر جائے، یہاں تک کہ لوگ کہنے لگیں: ہم رجم کی حد قرآن میں نہیں پاتے،تو وہ اللہ کا ایک فریضہ چھوڑنے کے جرم میں گمراہ ہو جائیں،خبردار!شادی شدہ زانی کو رجم کرنا حق ہے،جب دلیل قائم ہو جائے، یا وہ خود اعتراف کر لے یا حمل ٹھہر جائے،سفیان کہتے ہیں کہ میں نے یہ الفاظ بھی حفظ کیے ہیں،رسول اللہ ﷺ نے رجم کیا اور آپ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا۔“

(صحيح البخاري : 6829، صحيح مسلم : 1691)

سوال: کیا فرشتہ انسانی شکل اختیار کر سکتا ہے؟

جواب: فرشتہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے انسانی شکل اختیار کر سکتا ہے۔اس پر کئی آیات اور احادیث متواترہ شاہد ہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِم مَّا يَلْبِسُونَ﴾

(الأنعام : ٩)

”اگر ہم اس نبی کو فرشتہ بنا کر بھیجتے،تو بھی انسان ہی کی شکل میں بھیجتے،تب بھی انہیں وہی شبہ ہوتا جو کہ اب ہے۔“

❁ علامہ ابوحیان اندلسی رحمہ اللہ (۷۴۵ھ) فرماتے ہیں:

فِي الْآيَةِ دَلِيلٌ عَلٰى إِمْكَانِ تَمْثِيلِ الْمَلَائِكَةِ بِصُورَةِ الْبَشَرِ وَهُوَ صَحِيحٌ وَاقِعٌ بِالنَّقْلِ الْمُتَوَاتِرِ .

”اس آیت میں دلیل ہے کہ فرشتوں کا انسانی شکل میں متشکل ہونا ممکن ہے۔ایسا بالکل ہوسکتا ہے اور متواتر دلائل کے مطابق ایسا ہوا بھی ہے۔“

(البَحر المُحيط : 443/4)

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا﴾(مريم : ١٧)

”ہم نے اس (مریم) کی طرف اپنا مقرب فرشتہ بھیجا،تو اس نے مکمل انسان کا روپ دھار لیا۔“

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَحْيَانًا يَتَمَثَّلُ لِيَ الْمَلَكُ رَجُلًا فَيُكَلِّمُنِي فَأَعِي مَا يَقُولُ .

”کبھی فرشتہ میرے سامنے آدمی کی شکل میں آتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے، میں وہ کلام یاد کر لیتا ہوں۔“

(صحيح البخاري : 2، صحيح مسلم : 2333)

❁ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ، إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ، شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعَرِ، لَا يُرٰى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ، وَلَا يَعْرِفُهٗ مِنَّا أَحَدٌ، حَتّٰى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلٰى رُكْبَتَيْهِ، وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلٰى فَخِذَيْهِ ...... قَالَ : ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيًّا، ثُمَّ قَالَ لِي : يَا عُمَرُ أَتَدْرِي مَنِ السَّائِلُ؟ قُلْتُ : اَللّٰهُ وَرَسُولُهٗ أَعْلَمُ، قَالَ : فَإِنَّهٗ جِبْرِيلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ .

”ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے، اسی اثنا میں ایک آدمی ظاہر ہوا، جس کے کپڑے چٹے سفید تھے، بال کالے سیاہ تھے، اس پر سفر کے اثرات نظر نہیں آرہے تھے، نہ ہم میں سے کوئی اسے جانتا تھا، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر بیٹھ گیا، اس نے اپنے گھٹنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں سے ملا لیے اور اپنی ہتھیلیاں اپنی رانوں پر رکھ لیں۔...... (اس نے کچھ سوالات کیے) پھر چلا گیا،

کچھ دیر بعد رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: اے عمر! کیا آپ جانتے ہیں کہ سوال کرنے والا کون تھا؟ عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ہی جانتے ہیں۔ فرمایا: یہ جبریل علیہ السلام تھے، وہ آپ لوگوں کو دین کی تعلیم دینے آئے تھے۔''

(صحیح مسلم : 8)

سوال: شکاری کتے کو بسم اللہ پڑھ کر شکار پر چھوڑا، اس نے شکار کو پکڑا اور کھانا شروع کر دیا، اب شکار کا کیا حکم ہے؟

جواب: مذکورہ صورت میں اگر شکار ابھی زندہ ہے، تو اسے ذبح کر کے کھایا جا سکتا ہے، اگر مر گیا، تو حرام ہے۔ البتہ اگر شکاری کتے نے شکار کیا اور شکار مر گیا، کتے نے شکار کو نہیں کھایا، تو حلال ہے۔

❀ سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا أَرْسَلْتَ كَلْبَكَ الْمُعَلَّمَ فَقَتَلَ فَكُلْ، وَإِذَا أَكَلَ فَلَا تَأْكُلْ، فَإِنَّمَا أَمْسَكَهُ عَلٰى نَفْسِهٖ .

''جب آپ اپنا سدھارا ہوا کتا چھوڑیں اور وہ شکار کو مار دے، تو آپ وہ شکار کھا سکتے ہیں، اگر وہ خود کھانے لگے، تو آپ مت کھائیں، کیونکہ کتے نے اس شکار کو اپنے لیے پکڑا ہے۔''

(صحيح البخاري : 175، صحيح مسلم : 1929)

اس کے برعکس ایک منکر روایت بھی ہے۔

❀ سیدنا ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کتے کے شکار کے بارے میں فرمایا:

إِذَا أَرْسَلْتَ كَلْبَكَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللّٰهِ فَكُلْ وَإِنْ أَكَلَ مِنْهُ، وَكُلْ مَا رَدَّتْ عَلَيْكَ يَدَاكَ .

”جب آپ بسم اللہ پڑھ کر اپنا کتا چھوڑیں، تو (اس کے پکڑے ہوئے) شکار کو کھائیے، اگرچہ کتے نے بھی اس میں سے کچھ کھا لیا ہو اور اپنے ہاتھ سے کیا گیا شکار بھی کھائیے۔“

(سنن أبي داود : 2852)

سیدنا ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ والی حدیث منکر ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ .

”یہ حدیث منکر ہے۔“

(ميزان الاعتدال : 17/2)

سوال: قیس بن بشر تغلبی راوی کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: قیس بن بشر تغلبی صدوق حسن الحدیث ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کا کیا حکم ہے؟

❀ ابراہیم بن ابی حنیفہ سے مروی ہے:

رَأَيْتُ مَاهَانَ الْحَنَفِيَّ وَأَمَرَ بِهِ الْحَجَّاجُ أَنْ يُصْلَبَ عَلٰى بَابِهٖ، فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ وَإِنَّهٗ عَلَى الْخَشَبَةِ، وَإِنَّهٗ يُسَبِّحُ وَيُكَبِّرُ، وَيُهَلِّلُ وَيَحْمَدُ اللّٰهَ، حَتّٰى بَلَغَ تِسْعَةً وَعِشْرِينَ يَعْقِدُ بِيَدِهٖ، قُطِعَتْ وَهُوَ عَلٰى تِلْكَ الْحَالِ، فَلَقَدْ رَأَيْتُهٗ بَعْدَ شَهْرٍ تِسْعٍ وَعِشْرِينَ

بِيَدِهٖ وَكَانَ يُرٰى عِنْدَهٗ ضَوْءٌ بِاللَّيْلِ .

''حجاج بن یوسف نے ابو سالم ماہان حنفی رحمہ اللہ (۸۳ھ) کو (مسجد بنو حنیفہ کے) دروازے پر سولی دینے کا حکم دیا، تو میں نے ماہان کی طرف دیکھا، وہ لکڑی پر تھے اور سبحان اللہ، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ اور الحمد للہ پڑھ رہے تھے، یہاں تک کہ ہاتھ پر گنتی کرتے ہوئے ۲۹ پر پہنچے تھے کہ اسی حالت میں گردن کٹ گئی۔ میں نے انہیں ایک مہینے بعد دیکھا، تو انگلیوں پر ۲۹ کی گرہ لگی ہوئی تھی، رات کو ان کے پاس روشنی دکھائی دیتی تھی۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 7666)

جواب: سند سخت ضعیف ہے۔ ابراہیم بن ابی حنیفہ کذاب ہے۔

سوال: بعض لوگ اہل شرک اور اہل بدعت کی اقتدا میں نماز کو جائز کہتے ہیں، بطور دلیل یہ حدیث پیش کرتے ہیں، اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يُصَلُّونَ لَكُمْ، فَإِنْ أَصَابُوا فَلَكُمْ، وَإِنْ أَخْطَئُوا فَلَكُمْ وَعَلَيْهِمْ .

''وہ (حکمران اور امراء) آپ کو نماز پڑھاتے رہیں، اگر وہ درست پڑھائیں گے، تو آپ کو ثواب ملے گا اور اگر وہ (جانتے بوجھتے) خطا کریں گے، تو آپ کو اجر ملے گا اور گناہ ان کے سر ہوگا۔''

(صحيح البخاري : 694)

جواب: جس کے عقیدہ میں شرک و کفر اور عمل میں بدعت ہو، اس کی اقتدا میں نماز پڑھنا جائز نہیں۔ اس میں اسلام کا نقصان ہے، اس سے عوام الناس کے دلوں میں شرک،

کفر اور بدعات کی قباحت وشناعت کم پڑ جائے گی۔

امامت ایک شرعی منصب ہے، یہ اسی کے سپرد ہونا چاہیے، جو اس کی اہلیت رکھتا ہے۔ مشرک اور بدعتی شرعاً امامت کی اہلیت نہیں رکھتے، لہٰذا انہیں امام بنانا جائز نہیں، ائمہ اہل سنت والجماعت اہل بدعت کو امام بنانے سے منع کرتے تھے۔

مذکورہ بالا حدیث سے یہ کشید کیا جاتا ہے کہ اگر کسی امام میں شرک و بدعت ہے، تو اس کی اقتدا کرنے والے کو اس کا کوئی نقصان نہیں، مشرک یا بدعتی امام کے شرک اور بدعت کا گناہ مشرک اور بدعتی پر ہے۔ یہ استدلال سراسر غلط ہے۔

حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی امام نماز میں غلطی کرتا ہے یا نماز کو مختار وقت سے لیٹ کر کے پڑھاتا ہے، تو اس کی اقتدا کی جاسکتی ہے، گویا حدیث میں جس خطا اور غلطی کا ذکر ہے، اس کا تعلق نماز یا اس کے مختار وقت سے ہے، نہ کہ امام کے برے اعتقادات اور نظریات سے۔

اس لیے مشرک اور بدعتی کی اقتدا کے جواز پر مذکورہ حدیث سے استدلال کرنا درست نہیں، بلکہ یہ حدیث کی معنوی تحریف ہے۔

سوال: کیا تیس جھوٹے مدعیان نبوت گزر چکے ہیں؟

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُبْعَثَ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ، قَرِيبًا مِّنْ ثَلَاثِينَ، كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهٗ رَسُولُ اللّٰهِ .

''جب تک تیس بڑے دجال اور کذاب نبوت کا دعوی نہیں کریں گے، قیامت قائم نہیں ہوگی۔''

(صحيح البخاري : 3609)

❀ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ قَدْ ظَهَرَ، فَلَوْ عُدَّ مَنْ تَنَبَّأَ مِنْ زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْآنِ، مِمَّنِ اشْتُهِرَ بِذٰلِكَ وَعُرِفَ وَاتَّبَعَتْهُ جَمَاعَةٌ عَلٰى ضَلَالَتِهٖ؛ لَوُجِدَ هٰذَا الْعَدَدُ فِيهِمْ وَمَنْ طَالَعَ كُتُبَ الْخَبَرِ وَالتَّارِيخِ عَرَفَ صِحَّةَ هٰذَا، فَلَوْلَا التَّطْوِيلُ لَسَرَدْنَا مِنْهُمْ هٰذَا الْعَدَدَ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

''یہ حدیث پوری ہو چکی ہے، رسول اللہ ﷺ کے دور سے لے کر اب تک کے جھوٹے مدعیان نبوت کا شمار کیا جائے تو اس تعداد کو پہنچ جائیں گے، طوالت کا اندیشہ نہ ہوتا تو ہم ان کا ذکر کر دیتے، تاریخ کا مطالعہ کرنے والے تو یہ بات جانتے ہیں۔''

(إكمال المُعلِم : 8/463)

جواب: اس عبارت سے یہ سمجھ لیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے جن جھوٹے داعیان نبوت کے بارے میں بتایا تھا، ان کی تعداد پوری ہوگئی ہے، لہٰذا اب جو آئے گا وہ سچا ہی ہو گا، لیکن یہ محض ایک شبہ ہی ہے، کیونکہ یہ قاضی صاحب رحمہ اللہ کا خیال ہے، ممکن ہے کہ تیس نہ آئے ہوں اور انہوں نے کمزور دلائل کی بنیاد پر سمجھ لیا کہ تیس پورے ہو گئے، لیکن قاضی صاحب کی یہ بات درست نہیں۔ سب سے بڑا دجال تو قیامت کے قریب آئے گا، لہٰذا تیس کی گنتی ابھی پوری نہیں ہوئی۔

❀ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّهٗ وَاللّٰهِ! لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَخْرُجَ ثَلَاثُونَ كَذَّابًا، آخِرُهُمُ الْأَعْوَرُ الدَّجَّالُ .

''اللہ کی قسم ! اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی، جب تک تیس کذاب پیدا نہیں ہوں گے، ان میں آخری کذاب کانا دجال ہوگا۔''

(مُسند الإمام أحمد : 16/5، المُعجم الكبير للطّبراني : 6797، 6798، 6799، المُستدرك للحاكم :1/329۔330، وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (1397)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (2856) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ نے بخاری و مسلم کی شرط پر ''صحیح'' قرار دیا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

اسے امام ابوداؤد (1184)، امام نسائی (1484) اور امام ترمذی رحمہم اللہ (562) نے اسی سند سے مختصراً روایت کیا ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن صحیح'' بھی کہا ہے۔

اصل یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو کوئی بھی نبوت کا دعوی کرے گا، جھوٹا ہے اور جھوٹا دجال ہی ہوتا ہے۔

❁ علامہ شاطبی رحمہ اللہ (۷۹۰ھ) فرماتے ہیں:

أَنْ يَّكُونَ تَجْدِيدَ وَحْيٍ بِحُكْمٍ بَّعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ مَنْهِيٌّ عَنْهُ بِالْإِجْمَاعِ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تجدید وحی کا دعوی بالاجماع ممنوع ہے۔''

(الاعتصام :1/260-261)

سوال: قادیانی اعتراض اٹھاتے ہیں کہ آخر وقت میں عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اُمت

محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی توہین ہے کہ زمین پر عدل وانصاف قائم کرنے اور دین کو غالب کرنے کے لیے پہلی اُمتوں سے ایک فرد کو نازل کیا جائے، کیا اُمت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ایسا کوئی شخص نہیں، جو یہ کام کرسکے۔اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: قربِ قیامت سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کا نزول برحق ہے، اس پر قرآنی آیات، احادیث متواترہ اور آثار صحابہ دلیل ہیں۔ یہ دلائل اتنے واضح ہیں کہ ان کا انکار ممکن نہیں۔ اسی لیے جب قادیانی ان دلائل کا جواب دینے سے قاصر رہتے ہیں، تو وہ عقلی اعتراضات کا سہارا لینے کی کوشش کرتے ہیں۔

پہلی بات کہ اللہ تعالیٰ کا ہر کام مبنی برحکمت ہے، ہمیں کوئی حق نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کسی کام یا بات پر اعتراض اٹھائیں۔ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے سچے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نزول عیسیٰ علیہ السلام کی خبر دے دی، تو اب ہر مسلمان کو اس پر سر تسلیم خم کر دینا چاہیے، اپنی عقل نارسا سے اس پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے، ایمان بالغیب کا یہی تقاضا ہے۔

باقی جہاں تک تعلق ہے قادیانیوں کے اشکال اور اعتراض کا، تو یہ بالکل بے بنیاد ہے۔ کیونکہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا قربِ قیامت نازل ہونا اور اُمت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں موجود ظلم وجور کا خاتمہ کرنا اور کرہ ارض کو عدل وانصاف سے بھر دینا، اُمت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی توہین نہیں، بلکہ اُمت محمدیہ کے لیے شرف وعزت کی بات ہے۔ وہ اس طرح کہ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی صلاح وفلاح کے لیے اللہ تعالیٰ نے سابقہ اُمتوں کے نبی کو اُمتی کی حیثیت سے نازل کرے گا۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ایک اُمتی کی حیثیت سے تشریف لائیں گے اور شرع محمدی کے مطابق فیصلے کریں گے، لوگوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین قبول کرنے کی دعوت دیں

گے۔اس کام میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا بھرپور ساتھ اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے افراد بالخصوص امیر مہدی دیں گے۔

لہٰذا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے لیے شرف وعزت اور تکریم کی بات ہے، نہ کہ توہین کی۔ فافہم وتدبر!

سوال: کیا کوئی علمائے دیوبند میں بھی اللہ تعالیٰ کے صوت وحروف کے ساتھ کلام کرنے کا قائل رہا ہے؟

جواب: قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے صوت وحروف کے ساتھ تکلم کیا۔ جبریل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کلام سنا اور محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا۔

اہل سنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے۔ علامہ انور شاہ کاشمیری دیوبندی صاحب بھی اسی عقیدہ کے حامل رہے ہیں۔

❀ علامہ کاشمیری صاحب فرماتے ہیں:

ثُبُوتُ الصَّوْتِ لِلْبَارِيِّ تَعَالٰی وَلَا تَرَدُّدَ لِي فِي ثُبُوتِهٖ، وَلٰكِنْ لَا كَأَصْوَاتِ الْمَخْلُوقِينَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی، وَاخْتَارَهُ الْبُخَارِيُّ أَيْضًا فِي آخِرِ كِتَابِهٖ.

”اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے صوت (آواز) ثابت ہے۔ مجھے اس کے ثبوت میں بالکل بھی تردد نہیں۔ البتہ یہ صوت مخلوقات کی صوت کی طرح نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اس تشبیہ سے پاک اور بلند ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب (صحیح بخاری) کے آخر (کتاب التوحید) میں اسی مؤقف کو اختیار کیا ہے۔“

(فیض الباري: 94/1)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۳۱۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: امام بریلویت احمد رضا خان بریلوی کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: امام بریلویت احمد رضا خان بریلوی المعروف عبد المصطفیٰ (۱۳۴۰ھ) فرقہ بریلویت کے بانی ہیں، بریلویت کی بنیادیں صوفیت اور رافضیت پر قائم ہیں۔

احمد رضا خان صاحب نے پوری زندگی شرک وکفر اور بدعات وخرافات کے داعی رہے۔ان کی بے شمار تصانیف اس پر شاہد ہیں۔تکفیر میں بڑے جری تھے،کئی علمائے اہل سنت کی تکفیر کی،کئیوں کو مرتد قرار دیا۔

❀ علامہ عبد الحی حسنی صاحب (۱۳۴۱ھ) لکھتے ہیں:

كَانَ مُتَشَدِّدًا فِي الْمَسَائِلِ الْفِقْهِيَّةِ وَالْكَلَامِيَّةِ، مُتَوَسِّعًا مُسَارِعًا فِي التَّكْفِيرِ، قَدْ حَمَلَ لِوَاءَ التَّكْفِيرِ وَالتَّفْرِيقِ فِي الدِّيَارِ الْهِنْدِيَّةِ فِي الْعَصْرِ الْأَخِيرِ وَتَوَلّٰى كِبْرَهٗ وَأَصْبَحَ زَعِيمُ هٰذِهِ الطَّائِفَة تَنْتَصِرُ لَهٗ وَتَنْتَسِبُ إِلَيْهِ وَتَحْتَجُّ بِأَقْوَالِهٖ، وَكَانَ لَا يَتَسَامَحُ وَلَا يَسْمَحُ بِتَأْوِيلٍ فِي كُفْرٍ وَمَنْ لَّا يُوَافِقُهٗ عَلٰى عَقِيدَتِهٖ وَتَحْقِيقِهٖ أَوْ مَنْ يَرٰى فِيهِ انْحِرَافًا عَنْ مَسْلَكِهٖ وَمَسْلَكِ آبَائِهٖ، شَدِيدَ الْمُعَارَضَةِ دَائِمَ التَّعَقُّبِ لِكُلِّ حَرْكَةٍ

إِصْلَاحِيَّةٍ …… .

”احمد رضا خان بریلوی صاحب فقہی اور اجتہادی مسائل میں بہت سخت تھے، تکفیر میں بہت ہی جلد باز تھے، انہوں نے آخری عرصہ ہندوستان کے علاقے میں تکفیر اور فرقہ بندی کا جھنڈا اٹھا رکھا تھا۔ ان کے شر کو پذیرائی ملی اور وہ اس گروہ کے پیشوا بن گئے، اس گروہ کے لوگ احمد رضا کا دفاع کرنے لگے اور ان کی طرف منسوب ہونے لگے، نیز ان کے اقوال سے حجت پکڑنے لگے۔
احمد رضا خان صاحب کفر میں تاویل کی بالکل بھی گنجائش نہیں نکالتے تھے۔ جو ان کے عقیدہ اور تحقیق سے موافقت نہ کرتا، یا جسے وہ اپنے مسلک اور اپنے آباء واجدا کے مسلک سے جدا پاتے، اس سے شدید معارضہ کرتے، ہر اصلاحی تحریک کی مخالفت میں پیش پیش رہتے تھے……۔“

(نُزهة الخواطر : 8/1181)

سوال: درج ذیل روایات کا مفہوم کیا ہے؟

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

…… ثُمَّ حَسَرَ الْإِزَارَ عَنْ فَخِذِهٖ حَتّٰى إِنِّي أَنْظُرُ إِلٰى بَيَاضِ فَخِذِ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

”……پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ران مبارک سے کپڑا اہٹایا، یہاں تک کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ران کی سفیدی نظر آنے لگی۔“

(صحيح البخاري: 371)

❁ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قَدِ انْكَشَفَ عَنْ رُكْبَتَيْهِ أَوْ رُكْبَتِهٖ، فَلَمَّا دَخَلَ عُثْمَانُ غَطَّاهَا .

”نبی کریم ﷺ کے دونوں گھٹنوں یا ایک گھٹنے سے کپڑا ہٹا ہوا تھا، جب سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ داخل ہوئے، تو آپ ﷺ نے گھٹنے پر کپڑا ڈال لیا۔“

(صحيح البخاري : 3695)

جواب: ان احادیث اور ان جیسی دیگر احادیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ ران اور گھٹنے ستر میں داخل نہیں ہیں۔ جبکہ ایسا نہیں ہے۔

دراصل ان احادیث کی اہل علم نے یہ تعبیر پیش کی ہے کہ ستر دو طرح کا ہے؛

① عورہ مخففہ ② عورہ مغلظہ

عورہ مغلظہ سے مراد شرمگاہ اور اس کے اردگرد کا حصہ ہے۔ عورہ مخففہ سے مراد ران اور گھٹنے وغیرہ ہیں۔ عورہ مغلظہ کو کوئی دوسرا نہیں چھو سکتا، نہ اسے دیکھ سکتا ہے۔ اسے ڈھانپنا ضروری ہے۔ جبکہ عورہ مخففہ کو ڈھانپنا بھی ضروری ہے، لیکن اگر بے تکلفی میں کپڑا ہٹ جائے، تو گناہ نہیں، بلکہ موقع محل اور حاضرین کے اعتبار سے اس کا حکم مختلف ہے۔

مذکورہ احادیث کے بارے میں اہل علم کی آراء ملاحظہ ہوں؛

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْمُرَادَ أَنَّهُ انْحَسَرَ بِغَيْرِ اخْتِيَارِهٖ لِضَرُورَةِ الْإِجْرَاءِ فَلَا يَلْزَمُ مِنْ هٰذَا كَوْنُ الْفَخِذِ لَيْسَتْ عَوْرَةً يَجِبُ سِتْرُهَا فِي حَالِ الْاِخْتِيَارِ .

”اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سواری کو دوڑانے کے پیش نظر بغیر اختیار کپڑا ہٹا دیا، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ران ایسا ستر نہیں ہے کہ جسے حالت اختیار میں ڈھانپنا واجب ہے۔“

(خُلاصة الأحكام :325/1)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

طَرِيقُ الْجَمْعِ بَيْنَ هٰذِهِ الْأَحَادِيثِ مَا ذَكَرَهُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ أَصْحَابِ أَحْمَدَ وَغَيْرِهِمْ أَنَّ الْعَوْرَةَ عَوْرَتَانِ؛ مُخَفَّفَةٌ وَمُغَلَّظَةٌ، فَالْمُغَلَّظَةُ السَّوْأَتَانِ، وَالْمُخَفَّفَةُ الْفَخِذَانِ، وَلَا تَنَافِي بَيْنَ الْأَمْرِ بِغَضِّ الْبَصَرِ عَنْهُمَا لِكَوْنِهِمَا عَوْرَةً، وَبَيْنَ كَشْفِهِمَا لِكَوْنِهِمَا عَوْرَةً مُخَفَّفَةً، وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ .

''ان احادیث میں جمع وتوفیق کی صورت یہ ہے، جیسا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے اصحاب اور دیگر اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ ستر دو طرح کا ہے؛ ① مخففہ، ② مغلظہ۔ مغلظہ سے مراد دونوں شرمگاہیں ہیں اور مخففہ سے مراد دو رانیں۔ رانوں کو دیکھنے سے نظریں جھکانے کا حکم اس لیے دیا کہ یہ ستر ہیں اور ان سے کپڑا اس لیے ہٹایا کہ یہ عورہ مخففہ ہیں، لہٰذا دونوں طرح کی احادیث میں کوئی تعارض نہیں، واللہ اعلم!۔''

(تهذيب سنن أبي داود : 53/3)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

لٰكِنَّ لَا فَرْقَ فِي نَظَرِي بَيْنَ الرِّوَايَتَيْنِ مِنْ جِهَةِ أَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُقِرُّ عَلٰى ذٰلِكَ لَوْ كَانَ حَرَامًا فَاسْتَوَى الْحَالُ بَيْنَ أَنْ يَكُونَ حَسْرُهُ بِاخْتِيَارِهِ أَوِ انْحَسَرَ بِغَيْرِ اخْتِيَارِهِ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

”میرے مطابق ان دونوں (طرح کی) روایات میں کوئی فرق نہیں، کیونکہ اگر رانوں کو کھولنا حرام ہوتا، تو نبی کریم ﷺ اس عمل پر جاری نہ رہتے، لہٰذا خواہ آپ ﷺ نے کپڑا اپنے اختیار سے ہٹایا ہو یا بے اختیار ہٹ گیا ہو، دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں۔“

(الدّرایة : 227/2، الرقم : 952)

ہمارے مطابق اس مسئلہ میں علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کی رائے سب سے بہتر ہے۔

سوال: سودا طے کرتے وقت بیعانہ دیا جاتا ہے، اگر خریدار سودا ختم کر دے، تو بیعانہ ضبط کر لیا جاتا ہے، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: بیعانہ ضبط کرنا حرام ہے، یہ ظلم اور ناحق طریقے سے کسی کا مال ہتھیانا ہے۔ اگر سودا ختم ہو گیا، تو بیعانہ واپس کر دے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ (البقرۃ : ۱۸۸)

”آپس میں ایک دوسرے کے اموال باطل طریقے سے مت کھاؤ۔“

سوال: بیماری میں شفایابی کے لیے علاج بالدعاء کا کیا حکم ہے؟

جواب: دعا عبادت ہے، اس میں بڑی تاثیر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی بیماری نازل کرتا ہے اور وہی شفا دیتا ہے۔ طبیب حقیقی اللہ ہے، تو بیماری کی صورت میں باری تعالیٰ سے دعا کرنا کہ وہ اس بیماری کو دور کر دے، یہ بالکل جائز اور مستحسن ہے۔ یہ علاج بالدعاء ہے۔

ہر دور میں انبیائے کرام علیہم السلام اور صلحائے اُمت دعاؤں کے ذریعے علاج کرتے آئے ہیں۔ کئی مسنون دعائیں ایسی ہیں، جن میں مختلف امراض میں رب تعالیٰ سے دعا کرنا

ثابت ہوتا ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہمارے اہل خانہ سے کوئی بیمار ہو جاتا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تعوذ کہتے اور دایاں ہاتھ پھیرتے ہوئے یہ دعا پڑھتے:

أَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ أَذْهِبِ الْبَاسَ، اشْفِهٖ وَأَنْتَ الشَّافِي، لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ، شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا.

”اللہ! اے انسانوں کے خالق و مالک اور مدبر! یہ تکلیف دور فرما! تو ہی شفا دینے والا ہے، تیرے سوا کوئی شفا نہیں دے سکتا، ایسی شفا عطا کر، جس کے بعد بیماری بالکل نہ رہے۔“

(صحيح البخاري: 5743؛ صحيح مسلم: 2191)

❁ سیدنا قطبہ بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا بیان کرتے ہیں:

أَللّٰهُمَّ جَنِّبْنِي مُنْكَرَاتِ الْأَخْلَاقِ، وَالْأَعْمَالِ، وَالْأَهْوَاءِ، وَالْأَدْوَاءِ.

”اے اللہ! مجھے ناپسندیدہ عادات، برے کاموں، بری خواہشات اور تمام بیماریوں سے محفوظ فرما۔“

(المُعجَم الكبير للطَّبَراني: 19/19، المستدرك للحاكم: 1/532، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ (2591) نے ”حسن“، امام ابن حبان رحمہ اللہ (960) نے ”صحیح“ اور امام حاکم رحمہ اللہ نے امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ”صحیح“ قرار دیا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❁ سیدنا عثمان بن ابی عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! جسم میں تکلیف ہے، فرمایا:

”جسم کے جس حصے میں تکلیف محسوس ہو، اس جگہ ہاتھ رکھیں، تین مرتبہ بسم اللہ پڑھیں اور سات مرتبہ یہ کلمات پڑھیں:

اَعُوذُ بِاللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ .

”مجھے جو تکلیف لاحق ہے،اس کے شر سے اللہ اور اس کی قدرت کی پناہ میں آتا ہوں۔“

(صحیح مسلم : 2202)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ تَوَاتَرَتِ الْأَحَادِيثُ بِالِاسْتِعَاذَةِ مِنَ الْجُنُونِ وَالْجُذَامِ وَسَيِّءِ الْأَسْقَامِ وَمُنْكَرَاتِ الْأَخْلَاقِ وَالْأَهْوَاءِ وَالْأَدْوَاءِ فَمَنْ يُنْكِرُ التَّدَاوِي بِالدُّعَاءِ يَلْزَمُهٗ أَنْ يُنْكِرَ التَّدَاوِي بِالْعَقَاقِيرِ وَلَمْ يَقُلْ بِذٰلِكَ إِلَّا شُذُوذٌ وَالْأَحَادِيثُ الصَّحِيحَةُ تَرُدُّ عَلَيْهِمْ وَفِي الِالْتِجَاءِ إِلَى الدُّعَاءِ مَزِيدُ فَائِدَةٍ لَيْسَتْ فِي التَّدَاوِي بِغَيْرِهٖ لِمَا فِيهِ مِنَ الْخُضُوعِ وَالتَّذَلُّلِ لِلرَّبِّ سُبْحَانَهٗ .

”متواتر احادیث میں جنون، جذام، موذی امراض، برے اخلاق، بری خواہشات اور خطرناک بیماریوں سے پناہ مانگی گئی ہے۔ جو دعا کے ذریعہ علاج کرنے کا انکار کرتا ہے، اسے لازم آتا ہے کہ وہ جڑی بوٹیوں کے ذریعے علاج کرنے کا بھی انکار کرے، مگر اس کا انکار کوئی نہیں کرتا، سوائے معدودے چند کے، جبکہ صحیح احادیث سے ان کا رد ہوتا ہے۔ علاج بالدعاء میں مزید فوائد بھی ہیں، جو دوسری اشیا سے علاج کرنے میں نہیں ہیں، کیونکہ اس میں رب تعالیٰ

کے لیے خضوع وخشوع اور تذلل پایا جاتا ہے۔“

(فتح الباري : 10/133)

سوال: کیا نبی کریم ﷺ کو جسمانی معراج ہوا؟

جواب: اسرا اور معراج دونوں ہی جسم اور روح کو بیداری میں ہوئے تھے، نہ کہ عالم رؤیت میں۔ اس پر قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ دلالت کناں ہیں۔ اہل سنت والجماعت کے معتمد اہل علم کا بھی یہی مؤقف ہے، ملحدین اس کا انکار کرتے ہیں۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْإِسْرَاءَ وَالْمِعْرَاجَ وَقَعَا فِي لَيْلَةٍ وَاحِدَةٍ فِي الْيَقْظَةِ بِجَسَدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرُوحِهٖ بَعْدَ الْمَبْعَثِ وَإِلٰى هٰذَا ذَهَبَ الْجُمْهُورُ مِنْ عُلَمَاءِ الْمُحَدِّثِينَ وَالْفُقَهَاءِ وَالْمُتَكَلِّمِينَ وَتَوَارَدَتْ عَلَيْهِ ظَوَاهِرُ الْأَخْبَارِ الصَّحِيحَةِ وَلَا يَنْبَغِي الْعُدُولُ عَنْ ذٰلِكَ إِذْ لَيْسَ فِي الْعَقْلِ مَا يُحِيلُهٗ حَتّٰى يَحْتَاجَ إِلٰى تَأْوِيلٍ.

”نبی کریم ﷺ کے جسد مبارک اور روح کو اسراء اور معراج ایک ہی رات میں حالت بیداری میں ہوئے، یہ بعثت کے بعد کا واقعہ ہے۔ یہ محدثین، فقہا اور متکلمین میں سے جمہور کا مذہب ہے۔ صحیح احادیث کا ظاہر اسی پر منطبق ہے، اس سے عدول کرنا جائز نہیں، کیونکہ یہ عقلی طور پر محال نہیں کہ اس کی تاویل کی ضرورت پیش آئے۔“

(فتح الباري : 7/197)

❁ علامہ محمد بن یوسف صالحی شامی رحمہ اللہ (۹۴۲ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ مَذْهَبَ أَهْلِ الْحَقِّ الْقَائِلِينَ بِسُنَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ الْإِسْرَاءَ كَانَ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَسَدِهٖ وَرُوحٍ يَقْظَةً لَا مَنَامًا، فَقَدْ وَرَدَ بِهِ الْقُرْآنُ الْعَزِيزُ وَوَرَدَ بِهِ الْخَبَرُ الصَّحِيحُ، قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى : ﴿سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ......﴾ (بني إسرائيل : ١)، وَتَوَاتَرَتِ الْأَخْبَارُ الصَّحِيحَةُ بِذٰلِكَ .

’’اہل حق جو رسول اللہ ﷺ کی سنت کو حجت ودلیل مانتے ہیں، کا مذہب ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو معراج جسمانی ہوا، نیز حالت بیداری میں ہوا، نیند میں نہیں۔ قرآن عزیز اور صحیح حدیث میں ایسا ہی وارد ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ......﴾ (بني إسرائيل : ١) ’’پاک ہے وہ ذات، جس نے اپنے بندے (محمد ﷺ) کو رات کے ایک حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کا سفر کرایا......۔‘‘ نیز اس بارے میں صحیح متواتر احادیث ہیں۔‘‘

(سُبُل الهُدیٰ : 360/12)

سوال: داڑھی کو رنگنا افضل ہے یا نہ رنگنا؟

جواب: سفید بالوں کو رنگنا افضل ہے، احادیث صحیحہ اور آثار سلف سے قولی اور فعلی روایات اسی مؤقف کی تائید کرتی ہیں۔

❀ عروہ بن عبد اللہ بن قشیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

لَقِيتُ أَبَا جَعْفَرٍ وَقَدْ قَصِعَتْ لِحْيَتِي، فَقَالَ : مَا لَكَ عَنِ الْخِضَابِ؟ قَالَ : قُلْتُ : أَكْرَهُهُ فِي هٰذَا الْبَلَدِ، قَالَ : فَاصْبِغْ بِالْوَسِمَةِ .

''میری ملاقات ابوجعفر باقر رحمہ اللہ سے ہوئی، میری داڑھی میں سفیدی آ چکی تھی، تو ابوجعفر رحمہ اللہ نے فرمایا: آپ داڑھی کو خضاب کیوں نہیں لگاتے؟ میں نے عرض کیا: اس علاقہ میں مجھے داڑھی رنگنا ناپسند ہے، فرمایا: وسمہ لگالیں۔''

(الطّبقات الکبیر لابن سعد : 3/211، وسندہٗ صحیحٌ)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عَلٰى بَابٍ مِّنْ أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ مَرَّتِ امْرَأَةٌ عَلٰى دَابَّةٍ، فَلَمَّا حَاذَتْ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَثَرَتْ بِهَا، فَأَعْرَضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتَكَشَّفَتْ فَقِيلَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ عَلَيْهَا سَرَاوِيلَ، فَقَالَ : رَحِمَ اللّٰهُ الْمُتَسَرْوِلَاتِ .

''ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے ایک دروازے پر تشریف فرما تھے کہ اسی اثنا میں ایک خاتون اپنی سواری پر سوار ہو کر گزری، جب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچی، تو جانور کو ٹھوکر لگی اور اس کا کپڑا کھل گیا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ دوسری طرف موڑ لیا۔ عرض کیا گیا: اللہ کے رسول! اس نے (نیچے سے) پائجامہ پہن رکھا ہے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ (نیچے سے) پائجامہ

پہننے والی خواتین پر رحم فرمائے۔‘‘

(شُعب الإيمان للبَيهقي : 7422)

جواب: اس کی سند حسن ہے۔

❀ امام عقیلی رحمہ اللہ نے اسے ’’ثابت‘‘ کہا ہے۔

(الضّعفاء الكبير : 54/1)

❀ حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے اسے ’’حسن‘‘ قرار دیا ہے۔

(اللآلي المَصنوعة : 223/2)

سوال: نبی کا کیا معنی ہے؟

جواب: نبی کا لفظ ’’نبأ‘‘ سے ہے، اس کا معنی ہے: خبریں دینے والا، خواہ وہ خبر غیب سے متعلق ہو۔ البتہ نبی جو بھی خبر دیتا ہے، وہ وحی الٰہی سے دیتا ہے۔

بعض لوگ ’’یا ایھا النبی‘‘ کا ترجمہ کرتے ہیں: ’’اے غیب جاننے والے!‘‘ یہ معنی باطل ہے اور ان کے برے اعتقاد کی عکاسی ہے۔

نبی غیب کی جس بات پر مطلع ہوتا ہے، وہ وحی الٰہی سے ہوتا ہے، بذات خود غیب پر مطلع نہیں ہوتا۔ اگر کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ نبی کریم ﷺ غیب دان ہیں، یا یہ کہے کہ آپ ﷺ کو ہر ہر شے کا علم دے دیا گیا اور اس بنا پر نبی کریم ﷺ سے کوئی شے اوجھل نہیں، جسے یہ لوگ عطائی غیب سے تعبیر کرتے ہیں، تو یہ کفر ہے، اللہ تعالیٰ کی صفت علم میں شرک ہے اور اہل سنت والجماعت کے متفقہ عقیدہ کے منافی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے دنیا و آخرت کے متعلق جو باتیں اور پیشین گوئیاں کی ہیں، وہ اللہ کی وحی سے کی ہیں، جیسا کہ آپ نے غزوۂ بدر کے موقع پر مختلف جگہوں پر اپنا ہاتھ مبارک رکھ کر فرمایا کہ کل اس جگہ فلاں کا فر اور اس جگہ فلاں کا فر قتل ہوگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(صحيح مسلم : 1779)

ورنہ نبی کریم ﷺ کو پس پردہ کا علم نہ تھا۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿تِلْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ أَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا﴾(هود : ٤٩)

”یہ باتیں غیب کی خبروں میں سے ہیں، جنھیں ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں، اس سے پہلے نہ آپ ان کو جانتے تھے نہ آپ کی قوم کے لوگ۔“

❁ سیدہ اُم ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

ذَهَبْتُ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ تَسْتُرُهُ فَقَالَ : مَنْ هٰذِهٖ؟ فَقُلْتُ : أَنَا أُمُّ هَانِئٍ .

”فتح مکہ والے سال میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس وقت نبی کریم ﷺ غسل فرما رہے تھے، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو پردہ کیا ہوا تھا۔ فرمایا: کون ہیں؟ میں نے عرض کیا: اُم ہانی ہوں۔“

(صحيح البخاري : 280)

سوال: اکثر ملحدین کا دعویٰ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام صرف مشرق وسطیٰ میں ہی آئے ہیں، کیونکہ انسانی تاریخ اور آسمانی مذاہب کی تاریخ جتنی بھی محفوظ ہے، اس سے یہی لگتا ہے کہ آسمانی مذاہب صرف اسی خطے میں ظہور پذیر ہوئے اور یہیں سے باقی علاقوں میں مذہب پھیلا، جبکہ قرآن کہتا ہے کہ ہر اُمت کے لیے نبی بھیجے۔ اس کی کیا حقیقت ہے؟

(جواب): اللہ تعالیٰ نے انسان کو خلق کیا، ساتھ ساتھ دنیا میں آنے کا مقصد بھی بیان کیا۔ دنیا میں آنے کا مقصد یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی ہدایت کی پیروی کرے۔ اس ہدایت کا سامان بھی کیا، کتابیں اور صحائف اتارے، کتابوں کی تعلیم و تفہیم کے لیے انبیائے کرام اور رسل عظام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔ یہ سب انسانوں اور جنات کی صلاح وفلاح کے لیے تھا۔ بعض ایسے انبیائے کرام علیہم السلام بھی مبعوث ہوئے، جن کی طرف کوئی کتاب نہیں اتاری گئی، ان کی بعثت کا مقصد لوگوں کو شرک و بدعت سے منع کرنا اور توحید باری تعالیٰ پر کاربند رکھنا تھا۔ انہیں کتاب یا صحیفہ تو نہ دیا گیا، مگر ان پر زبانی وحی نازل ہوتی تھی، جس کے ذریعے وہ لوگوں کو دعوت دیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے تمام اُمتوں کی راہنمائی کی ہے، ان میں انبیائے کرام کو مبعوث کیا، یہ ضرور ہے کہ بعض علاقوں میں انبیائے کرام علیہم السلام زیادہ مبعوث ہوئے اور بعض میں کم، یہ کہنا کہ صرف مشرقِ وسطیٰ میں ہی انبیائے آئے محتاج دلیل ہے، درست یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہر علاقے میں دعوت توحید پہنچی ہے، خواہ وہاں نبی کی بعثت کے ذریعہ پہنچی ہو، یا کسی اُمتی کے ذریعے۔ اس سلسلہ میں ملکہ سبأ اور ذوالقرنین کا قصہ لائق مطالعہ ہے۔ بعض علاقوں میں ایک ہی وقت میں دو دو یا زیادہ انبیائے کرام علیہم السلام بھی موجود رہے، جیسے سورت یٰس میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کا پیغام اور دعوت ان کی اُمت تک پہنچائی۔ جیسے اُمت ابراہیمی، اُمت موسوی، اُمت عیسوی اور اُمت محمدیہ ہیں۔ جو نبی جس علاقہ میں مبعوث ہوا، اس علاقہ کے باشندے اس نبی کی اُمت تھے، مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خاصہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری انسانیت کے لیے نبی مبعوث کیا گیا۔

اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا یہ خاصہ ہے کہ ان پر اُمتوں کا اختتام ہو گیا، اب ان کے بعد

کوئی دوسری اُمت نہیں آئے گی اور نہ کوئی دوسرا نبی مبعوث ہوگا۔ اس لیے نبی کریم ﷺ کی دعوت کو پوری دنیا میں پھیلا دیا گیا۔

اب ہر انسان کے لیے کرنے کا کام یہ ہے کہ اس ہدایت کو حرز جان بنائے، جو اللہ تعالیٰ نے محمد کریم ﷺ پر اُتاری ہے۔ ہمیں اس چیز کا مکلّف بھی نہیں بنایا گیا کہ ہم یہ معلوم کرتے پھریں کہ فلاں علاقے میں نبی آیا یا نہیں آیا؟ فلاں علاقہ کے لوگوں پر کون سی شریعت نازل ہوئی؟ اصل مدعا یہ ہے کہ ہمیں دعوت اسلام پہنچ چکی ہے، ہمیں اس کی پیروی کرنی چاہیے۔

سوال: درج ذیل عبارت کی بابت کیا کہتے ہیں؟

✿ امام بریلویت احمد رضا خان بریلوی صاحب کہتے ہیں:

''شب معراج میں حضور اقدس ﷺ نے ملاحظہ فرمایا کہ کوئی شخص رب عز وجل کے حضور بلند آواز سے کلام کر رہا ہے۔ ارشاد فرمایا: اے جبریل! یہ کون شخص ہیں؟ عرض کی: موسیٰ ہیں۔ فرمایا: کیا اپنے رب پر تیزی کرتے ہیں؟ عرض کیا: قَدْ عَرَفَ رَبُّهٗ حِدَّتَهٗ ''ان کا رب جانتا ہے کہ ان کا مزاج تیز ہے۔'' خیر ان کو بھی جانے دیجئے، وہ جو رب عز وجل سے عرض کی ہے: ﴿إِنْ هِيَ إِلَّا فِتْنَتُكَ﴾ ''یہ سب تیرے ہی فتنے ہیں۔''

(ملفوظات، حصہ سوئم، ص252)

جواب: شب معراج کا یہ واقعہ کتب حدیث میں نہیں ملا۔ فاضل بریلوی صاحب نے آیت کے ترجمہ میں فتنہ کا معنی فتنہ ہی کیا، حالانکہ یہاں معنی آزمائش اور امتحان ہے۔

سوال: جن سبزیوں اور پھل دار درختوں کو نجس پانی سے سیراب کیا جاتا ہے، ان

سبزیوں اور ان پھلوں کا کھانا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔نجس پانی درختوں اور پودوں کی جڑوں میں لگتا ہے،تو استحالہ ہو جاتا ہے۔نجس پانی کی ہیئت اور ماہیت وغیرہ بدل جاتی ہے۔لہٰذا نجس پانی سے سیراب ہونے سے مولی گاجر کو نجس نہیں کہہ سکتے۔

سوال: کیا سمدھن کے ساتھ نکاح ہوسکتا ہے؟

جواب: سمدھن سے نکاح جائز ہے، کیونکہ یہ حرام رشتوں میں نہیں ہے۔

سوال: مسجد میں گیا، فجر کی سنتیں ادا کیں، کیا یہ سنتیں تحیۃ الوضوء اور تحیۃ المسجد کو کفایت کریں گی یا ان سنتوں میں ہی تحیۃ الوضوء اور تحیۃ المسجد کی نیت کی جاسکتی ہے؟

جواب: سنت فجر، تحیۃ الوضوء اور تحیۃ المسجد تینوں الگ الگ نمازیں ہیں۔ انہیں ایک نیت سے ادا نہیں کیا جاسکتا۔

رہا یہ سوال کہ فجر کی دو سنتیں، تحیۃ الوضوء یا تحیۃ المسجد سے کفایت کر جائیں گی یا نہیں، تو درست بات یہی ہے کہ فجر کی سنتیں دوسری نمازوں کو کفایت نہیں کرتیں، کیونکہ اس پر دلیل نہیں۔ واللہ اعلم!

سوال: بعض کہتے ہیں کہ صحابی کو عذاب قبر ہوسکتا ہے، بطور دلیل یہ روایت پیش کی جاتی ہے، اس کی کیا حقیقت ہے؟

❀ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

تُوُفِّيَ رَجُلٌ فَغَسَّلْنَاهُ، وَحَنَّطْنَاهُ، وَكَفَّنَّاهُ، ثُمَّ أَتَيْنَا بِهِ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَيْهِ، فَقُلْنَا : تُصَلِّي عَلَيْهِ؟ فَخَطَا خُطًى، ثُمَّ قَالَ : أَعَلَيْهِ دَيْنٌ؟ قُلْنَا : دِينَارَانِ، فَانْصَرَفَ،

فَتَحَمَّلَهُمَا أَبُو قَتَادَةَ، فَأَتَيْنَاهُ، فَقَالَ أَبُو قَتَادَةَ : الدِّينَارَانِ عَلَيَّ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : حَقُّ الْغَرِيمُ، وَبَرِءَ مِنْهُمَا الْمَيِّتُ؟ قَالَ : نَعَمْ، فَصَلَّى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ بَعْدَ ذٰلِكَ بِيَوْمٍ : مَا فَعَلَ الدِّينَارَانِ؟ فَقَالَ : إِنَّمَا مَاتَ أَمْسِ، قَالَ : فَعَادَ إِلَيْهِ مِنَ الْغَدِ، فَقَالَ : لَقَدْ قَضَيْتُهُمَا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : الْآنَ بَرَّدْتَ عَلَيْهِ جِلْدَهُ.

’’ایک شخص فوت ہوا، تو ہم نے اسے غسل دیا، اسے خوشبو لگائی اور کفن دیا، پھر ہم اس کا جنازہ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تا کہ آپ ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھا دیں۔ ہم نے عرض کیا: کیا آپ اس کی نماز جنازہ پڑھا دیں گے؟ آپ ﷺ چند قدم چلے، پھر فرمایا: کیا اس کے ذمہ قرض ہے؟ عرض کیا: جی ہاں، دو دینار ہیں۔ تو نبی کریم ﷺ واپس چلے گئے (اور نماز جنازہ نہیں پڑھائی)۔ دو دینار کا قرض سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ذمہ لے لیا، تو ہم دوبارہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یہ دو دینار میں اپنے ذمہ لیتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا مقروض کا حق آپ کے ذمہ آ گیا اور یہ میت دو دینار سے بری ہو گئی؟ عرض کیا: جی ہاں، تو نبی کریم ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھا دی۔ ایک دن بعد نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (ابو قتادہ!) دو دینار کا کیا بنا؟ عرض کیا: وہ شخص ابھی کل ہی تو فوت ہوا ہے (میں قرض ادا کر دیتا ہوں)۔ نبی کریم ﷺ نے

اگلے دن دوبارہ پوچھا، تو ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے وہ دو دینار ادا کر دیے ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب آپ نے اس کے جسم کو ٹھنڈا کر دیا ہے۔"

(مُسند الإمام أحمد : 330/3)

جواب: سند ضعیف ہے۔ عبداللہ بن محمد بن عقیل ضعیف ہے۔

❀ امام محمد بن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ مُنْكَرَ الْحَدِيثِ لَا يَحْتَجُّونَ بِحَدِيثِهٖ .

"اس کی حدیثوں میں منکر روایات پائی جاتی ہیں، محدثین اس کی حدیث سے حجت نہیں پکڑتے۔"

(الطّبَقات الكبرىٰ [متمّم الصّحابة]، الرقم : 145)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ عِنْدَ الْأَكْثَرِينَ .

"جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔"

(المَجموع : 155/1، تهذيب الأسماء واللُّغات : 50/4)

❀ حافظ ابوالفتح ابن سید الناس یعمری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْأَكْثَرُ لِسُوْءِ حِفْظِهٖ .

"خرابی حافظہ کے سبب اکثر محدثین کرام نے ضعیف کہا ہے۔"

(فيض القدير للمَناوي : 527/5)

❀ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ ضَعِيفٌ عِنْدَ الْأَكْثَرِينَ .

”جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔“

(مَجمع الزّوائد : 134/1)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ”ضعیف“ کہا ہے۔

(فتح الباري : 10/10، 324)

❀ حافظ بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ ضَعِيفٌ، ضَعَّفَهُ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَابْنُ مَعِينٍ وَّأَبُو حَاتِمٍ وَّعَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ وَابْنُ خُزَيْمَةَ وَغَيْرُهُمْ .

”ضعیف ہے، امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین، امام ابوحاتم رازی، امام علی بن مدینی اور امام ابن خزیمہ رحمہم اللہ وغیرہم نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔“

(إتّحاف الخيرة المهرة : 458/5)

عبداللہ بن محمد بن عقیل کا حافظہ خراب ہوگیا ہے، لہٰذا جن اہل علم سے اس کی توثیق آئی ہے، اسے حافظہ کی خرابی سے پہلے پر محمول کیا جائے گا۔

لہٰذا اس روایت کو بطور دلیل پیش کرنا درست نہیں۔

سوال: تعویذ کو سونے کے خول میں بند کر کے پہننا کیسا ہے؟

جواب: مرد کے لیے ایسا تعویذ جائز نہیں، عورت کے لیے جائز ہے، کیونکہ مرد پر سونا پہننا حرام ہے۔

سوال: کیا نبی کریم ﷺ کو ’صاحب‘ کہہ سکتے ہیں؟

جواب: بے شک نبی کریم ﷺ ہمارے صاحب ہیں، البتہ آپ ﷺ کے لیے بطور محاورہ صاحب کا لفظ مناسب نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لیے بھی محاورۃً لفظ صاحب بولنا مناسب

نہیں، بلکہ اجتناب ضروری ہے۔

سوال: قرآن کریم گر جائے، تو اس پر کوئی کفارہ ہے؟

جواب: قرآن کریم گر جائے، تو اس پر کوئی کفارہ نہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کریم کی قیمت کے برابر رقم صدقہ کرنا ضروری ہے، اسے اسقاط کہتے ہیں۔

یہ ایجاد دین ہے۔ اللہ نے اس پر کوئی برہان نہیں اتاری۔ اسلاف اُمت اس عمل سے ناواقف تھے۔ یہ محض شکم پروری ہے۔

سوال: بعض لوگ جنازہ کے ساتھ چیونٹیوں کے لیے قبرستان میں مٹھائی لے جاتے ہیں، اس کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: یہ بدعت ہے۔

سوال: ایک ناتمام بچے کا اسقاط ہوا، کیا اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی؟

جواب: ناتمام بچہ ساقط ہو جائے، تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

❀ علمائے لغت نے لکھا ہے:

الْوَلَدُ الَّذِي يَسْقُطُ مِنْ بَطْنِ أُمِّهِ قَبْلَ تَمَامِهِ .

”سقط سے مراد وہ بچہ ہے، جو ماں کے پیٹ سے ناتمام ساقط ہو جائے۔“

(النّهاية لابن الأثير : 378/2، لِسان العرب لابن منظور : 316/7)

❀ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلسِّقْطُ يُصَلَّى عَلَيْهِ وَيُدْعٰى لِوَالِدَيْهِ بِالْمَغْفِرَةِ وَالرَّحْمَةِ .

”شکم مادر سے ساقط ہونے والے (ناتمام) بچے پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اس کے والدین کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کی جائے گی۔“

(مُسند الإمام أحمد : 248/4، وسندہٗ صحیحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ (۱۰۳۱) نے ''حسن صحیح'' امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۰۴۹) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱۳۱۳) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ''صحیح مرفوع'' کہا ہے۔

(زاد المَعاد لابن القیم :513/1)

اس روایت کے برخلاف مرفوعاً وموقوفاً کچھ ثابت نہیں۔

سوال: بعض لوگ جب حج وعمرہ کے لیے جاتے ہیں یا کسی جانے والے کے ہاتھ دانہ بھیجتے ہیں کہ وہاں کے کبوتروں کو ڈال دینا، اس عمل کو کیسا دیکھتے ہیں؟

جواب: درست نہیں ہے۔ کبوتر تو کبوتر ہیں، مکہ ومدینہ کا ہو، یا کسی اور علاقے کا۔ دانہ دُنکا کہیں بھی ڈالا جا سکتا ہے۔ مکہ کے کبوتروں کو خاص کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ محض بدعقیدگی ہے۔

سوال: امام نے فجر یا ظہر کی پہلی سنتیں نہیں پڑھیں، امامت کرادی، کیا حکم ہے؟

جواب: مجبوری ہو تو جائز ہے، سنتیں بعد میں ادا کرلے۔

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۳۲)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: بچے کا ختنہ کب کرنا چاہیے؟

جواب: بچے کا ختنہ کب کرنا چاہیے؟ اس حوالے سے کچھ ثابت نہیں۔ ساتویں دن کر لیا جائے، تو درست ہے، ورنہ بعد میں بھی کیا جا سکتا ہے۔ بسا اوقات بچے کی صحت اجازت نہیں دیتی، تو مؤخر کیا جا سکتا ہے۔

✿ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِي بَابِ الْخِتَانِ نَهْيٌ ثَبَتَ، وَلَا لِوَقْتِهِ خَبَرٌ يُرْجَعُ إِلَيْهِ، وَلَا سُنَّةٌ تُتْبَعُ، وَتُسْتَعْمَلُ الْأَشْيَاءُ عَلٰى إِبَاحَةٍ، وَلَا يَجُوزُ حَظْرُ شَيْءٍ مِنْهَا إِلَّا بِحُجَّةٍ، وَلَا نَعْلَمُ مَعَ مَنْ مَنَعَ أَنْ يُخْتَنَ الصَّبِيُّ لِسَبْعَةِ أَيَّامٍ حُجَّةً.

”ختنے کی ممانعت میں کچھ ثابت نہیں، نہ ختنے کی وقت کے بارے میں کوئی قابل اعتماد روایت ہے، نہ قابل اتباع سنت ہے۔ (معاملات میں) تمام اشیاء اصلاً مباح ہیں، ان میں سے کسی بھی چیز کو بغیر دلیل حرام اور ممنوع قرار دینا جائز نہیں۔ جو لوگ بچے کے ساتویں دن ختنہ کرنے سے منع کرتے ہیں، ان کے مؤقف پر ہمارے علم میں کوئی دلیل نہیں۔“

(الإشراف : 3/424)

تنبیہ:

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

كَانُوا لَا يَخْتِنُونَ الرَّجُلَ حَتّٰى يُدْرِكَ .

''لوگ بچے کا ختنہ بلوغت کے بعد کرتے تھے۔''

(صحيح البخاري : 6299)

یہ الفاظ ثابت نہیں۔ابواسحاق کا عنعنہ ہے۔

سوال: داڑھی کا خلال کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: داڑھی کا خلال کرنا مستحب ہے،اس بارے میں کوئی مرفوع روایت ثابت نہیں،صحابہ وتابعین سے داڑھی کا خلال کرنا ثابت ہے۔

❁ امام ابوعبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ (۲۲۴ھ) فرماتے ہیں:

اَلَّذِي عِنْدَنَا فِي هٰذَا الْأَخْذُ بِالتَّخْلِيلِ، وَأَنْ لَا يُتْرَكَ عَلٰى حَالِ الْآثَارِ السَّابِقَةِ الْمَرْفُوعَةِ وَغَيْرِهَا، مَعَ هٰذَا أَنَّهٗ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُجْعَلَ مِنْ فَرْضِ الْوُضُوءِ لِأَنَّ فِي جَعْلِهٖ كَذٰلِكَ لَزِمَ أَنْ يَغْسِلَ أُصُولَ الشَّعْرِ غَسْلًا، كَمَا يَفْعَلُهٗ مَنْ كَانَ غَيْرُ ذِي لِحْيَةٍ ثُمَّ يَنْبَغِي أَنْ يُوجِبَ عَلَيْهِ بِالتَّيَمُّمِ مِثْلُ ذٰلِكَ، وَهٰذَا خِلَافُ مَا يَعْرِفُ الْمُسْلِمُونَ .

''اس مسئلہ میں ہماری رائے یہ ہے کہ داڑھی کا خلال کیا جائے اور اسے ترک

نہ کیا جائے، کیونکہ اس بارے میں مرفوع اور غیر مرفوع روایات گزر چکی ہیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسے وضو کے فرائض میں بھی شامل نہ کیا جائے، کیونکہ اگر اسے فرض سمجھا جائے گا، تو یہ لازم آئے گا کہ (داڑھی کے) بالوں کی تہ کو بھی تر کیا جائے، جیسا کہ وہ شخص کرتا ہے، جس کی داڑھی نہیں ہے، اسی لیے یہ بھی ضروری ہوگا کہ اس کے لیے تیمّم میں بھی داڑھی کا خلال کرنا ضروری قرار دیا جائے، جبکہ ایسا کرنا مسلمانوں میں معروف نہیں ہے۔''

(الطّھور، تحت الرقم: 321)

سوال: کیا ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزیٰ مؤمن تھا؟

جواب: ورقہ بن نوفل رحمہ اللہ مؤمن تھے، عقیدہ توحید پر تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق بھی کی، مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت سے پہلے وفات پا گئے، اس لیے صحابہ میں شمار نہ ہو سکے۔

❀ علامہ انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب کہتے ہیں:

اِتَّفَقُوا عَلٰی إِيمَانِهٖ .

''ورقہ بن نوفل رحمہ اللہ کے مؤمن ہونے پر اہل علم کا اتفاق ہے۔''

(فیض الباري: 106/1)

سوال: مکہ افضل ہے یا مدینہ؟

جواب: مکہ افضل ہے یا مدینہ؟ اس میں اختلاف ہے، جمہور اہل علم کے مطابق مکہ افضل ہے، دلائل اسی موقف کے مؤید ہیں۔

❀ سیدنا عبد اللہ بن عدی بن حمراء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

مکہ کوفرمایا:

وَاللّٰهِ إِنَّكِ لَخَيْرُ أَرْضِ اللّٰهِ وَأَحَبُّ أَرْضِ اللّٰهِ إِلَيَّ، وَلَوْلَا أَنِّي أُخْرِجْتُ مِنْكِ مَا خَرَجْتُ.

”(اے مکہ!) اللہ کی قسم! تو اللہ تعالیٰ کی زمین کا سب سے بہترین ٹکڑا ہے اور مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے، اگر مجھے تجھ (مکہ) سے نکالا نہ جاتا، تو میں کبھی نہ نکلتا۔“

(مُسند عبد بن حميد: 491، السّنن الكبرٰى للنّسائي: 4238، سنن التّرمذي: 3925، سنن ابن ماجه: 3108، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ”حسن غریب صحیح“، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (اتحاف المھرۃ لابن حجر: ۹۳۳۲) امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۷۰۸) نے ”صحیح“ قرار دیا ہے، امام حاکم رحمہ اللہ (۴۲۷۰) نے امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ کی شرط پر صحیح کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

❀ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ حَدِيثٌ لَا يَخْتَلِفُ أَهْلُ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ فِي صِحَّتِهٖ.

”اس حدیث کے صحیح ہونے پر اہل علم کے مابین کوئی اختلاف نہیں۔“

(الاستذكار: 222/8)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ، إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ.

’’میری مسجد (نبوی) میں ایک نماز دیگر مساجد میں ایک ہزار نمازوں سے بہتر ہے، سوائے مسجد حرام کے۔‘‘

(صحيح البخاري : 1190، صحيح مسلم : 1394)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

اُسْتُدِلَّ بِهٰذَا الْحَدِيثِ عَلٰى تَفْضِيلِ مَكَّةَ عَلَى الْمَدِينَةِ لِأَنَّ الْأَمْكِنَةَ تُشَرَّفُ بِفَضْلِ الْعِبَادَةِ فِيهَا عَلٰى غَيْرِهَا مِمَّا تَكُونُ الْعِبَادَةُ فِيهِ مَرْجُوحَةً وَهُوَ قَوْلُ الْجُمْهُورِ .

’’اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ مکہ کو مدینہ پر فضیلت حاصل ہے، کیونکہ جگہوں کے لیے شرف کی بات ہے، جب ان میں عبادت کرنا دیگر جگہوں میں عبادت کرنے کی بہ نسبت زیادہ باعث فضیلت ہو۔ جمہور اہل علم کی یہی رائے ہے (کہ مکہ کو مدینہ پر فضیلت حاصل ہے)۔‘‘

(فتح الباري : 67/3)

❁ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هٰذَا أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَسَاجِدِ، إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ، وَصَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَفْضَلُ مِنْ مِائَةِ صَلَاةٍ فِي هٰذَا .

’’میری مسجد (نبوی) میں ایک نماز دیگر مساجد میں ہزار نمازوں سے افضل ہے، سوائے مسجد حرام کے۔ مسجد حرام میں ایک نماز مسجد نبوی میں پڑھی گئی سو نمازوں سے افضل ہے۔‘‘

(مسند عبد بن حمید :521، مسند الإمام أحمد : 4/5، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۶۲۰) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

مسجد نبوی میں ایک نماز کا ثواب ہزار نمازوں سے زیادہ ہے اور مسجد حرام میں ایک نماز کا ثواب مسجد نبوی میں پڑھی گئی سو نمازوں سے زیادہ ہے، لہٰذا مسجد حرام میں ایک نماز کا ثواب عام مساجد میں ایک لاکھ نماز سے زیادہ ہے۔

❀ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا إِجْمَاعٌ مِنَ الصَّحَابَةِ أَنَّهَا أَفْضَلُ الْبِلَادِ .

''اس پر صحابہ کرام کا اجماع ہے کہ مکہ سب سے افضل ہے۔''

(مِرقاة المَفاتيح : 588/2)

سوال: مردوں کا بالوں کی چوٹی بنانا کیسا ہے؟

جواب: حرام ہے۔ عورتوں سے مشابہت ہے۔

❀ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ، وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ .

''رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والے مردوں اور مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔''

(صحيح البخاري : 5875)

سوال: مہدی کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: قرب قیامت مہدی آئیں گے، ان کا نام محمد بن عبد اللہ ہو گا، سیدہ

فاطمہ ﷞ کی اولاد سے ہوں گے، وہ اہل بیت میں سے ہوں گے۔ ان کے متعلق متواتر احادیث اور آثار ثابت ہیں۔

✿ امام بریلویت احمد رضا خان بریلوی صاحب کہتے ہیں:

''امام مہدی کے بارے میں احادیث بکثرت اور متواتر ہیں۔''

(ملفوظات، حصہ اول، ص101)

سوال: درج ذیل قول کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

✿ مروی ہے:

كَانَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ يَقُولُونَ : مَنْ أَرَادَ الشَّهَادَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ عَاتِكَةَ بِنْتَ زَيْدٍ، كَانَتْ عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ فَقُتِلَ عَنْهَا ثُمَّ كَانَتْ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقُتِلَ عَنْهَا ثُمَّ كَانَتْ عِنْدَ الزُّبَيْرِ فَقُتِلَ عَنْهَا .

''مدینہ کے لوگ کہا کرتے تھے: جو شہادت کا متمنی ہو، اسے چاہیے کہ عاتکہ بنت زید ﷞ سے شادی کر لے۔ کیونکہ عاتکہ ﷞ سیدنا عبداللہ بن ابی بکر ﷜ کے نکاح میں گئیں، تو عبداللہ ﷜ شہید ہو گئے، پھر سیدنا عمر بن خطاب ﷜ کی زوجیت میں گئیں، تو انہیں شہادت مل گئی، پھر زبیر ﷜ کے عقد میں گئیں، تو انہیں بھی شہید کر دیا گیا۔''

(طبقات ابن سعد : 112/3)

جواب: بے سند قول ہے۔

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا نعیم بن عبداللہ نحام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

نُودِيَ بِالصُّبْحِ فِي يَوْمٍ بَارِدٍ، وَأَنَا فِي مِرْطِ امْرَأَتِي، فَقُلْتُ : لَيْتَ الْمُنَادِيَ يُنَادِي : «وَمَنْ قَعَدَ فَلَا حَرَجَ»، فَنَادٰى مُنَادِيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «وَمَنْ قَعَدَ فَلَا حَرَجَ» .

''سخت سردی والے دن صبح کی اذان شروع ہوئی، میں اپنی بیوی کے لحاف میں تھا، میں نے خواہش کہ کاش مؤذن یہ صدا لگا دے کہ ''جو گھر میں نماز پڑھ لے، تو کوئی حرج نہیں۔'' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن نے یہ صدا لگا دی: ''جو گھر میں نماز پڑھ لے، تو کوئی حرج نہیں۔''

(مسند ابن أبي شيبة : 46/2)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① محمد بن ابراہیم بن حارث نے نعیم بن عبداللہ نحام رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔

② محمد بن ابراہیم بن حارث کی بعض منکر روایات بھی ہیں۔

❁ اس کی دوسری سند بھی ہے۔

(مسند الإمام أحمد : 17934)

سند ضعیف ہے۔

① محمد بن یحییٰ بن حبان کا سیدنا نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

② اسماعیل بن عیاش کی غیر شامیوں سے روایت ضعیف ہوتی ہے، یحییٰ بن سعید انصاری مدنی ہیں، لہٰذا روایت ضعیف ہے۔

❁ اس کی تیسری سند بھی ہے۔

(مُعجم الصّحابة لابن قانع : 152/3)

سند ضعیف ہے۔ احمد بن وہب قرشی کے حالات زندگی نہیں ملے۔

سوال: اذان کہتے وقت نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی آئے، تو مدینہ کی طرف متوجہ ہونے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: ایسا کرنا خلاف سنت ہے، نیز یہ اقدام غلو پر مبنی ہے۔

سوال: درج ذیل واقعہ کی کیا حیثیت ہے؟

❁ امام بریلویت احمد رضا خان بریلوی صاحب کہتے ہیں:

”غالباً حدیقہ ندیہ میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دجلہ پر تشریف لے گئے اور یا اللہ کہتے ہوئے اس پر زمین کی مثل چلنے لگے، بعد کو ایک شخص آیا، اسے بھی پار جانے کی ضرورت تھی، کوئی کشتی اس وقت موجود نہ تھی، جب اس نے حضرت کو جاتے دیکھا، عرض کی: میں کس طرح آؤں، فرمایا: یا جنید یا جنید کہتا چلا آ، اس نے یہی کہا اور دریا پر زمین کی طرح چلنے لگا، جب بیچ دریا میں پہنچا، شیطان لعین نے دل میں وسوسہ ڈالا کہ حضرت خود تو یا اللہ کہیں اور مجھ سے یا جنید کہلواتے ہیں، میں بھی یا اللہ کیوں نہ کہوں۔ اس نے یا اللہ کہا اور ساتھ ہی غوطہ کھایا، پکارا: حضرت! میں چلا۔ فرمایا: وہی کہہ: یا جنید یا جنید۔ جب کہا، دریا سے پار ہوا۔ عرض کی: حضرت! یہ کیا بات تھی، آپ اللہ کہیں، تو پار ہوں اور میں کہوں تو غوطہ کھاؤں، فرمایا: ارے نادان! ابھی تو جنید تک تو پہنچا نہیں، اللہ تک رسائی کی ہوس ہے۔“

(ملفوظات، حصہ اول، ص 104-105)

جواب: یہ صریح شرک ہے۔ ایسا تو شاید مشرکین مکہ بھی نہیں کر سکے۔ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر مخلوق کی پکار کرنا شرک ہے۔ اہل شرک ایسی جھوٹی موٹی اُڑا دیتے ہیں۔ ان کے گمراہ صوفیا جو تقیہ میں لپٹے ہوئے ہیں، ان کا یہ دین ہے۔ قرآن وحدیث میں اس مشرکانہ عقیدہ کا بطلان ثابت ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿حَتّٰى إِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوا بِهَا جَاءَ تْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَّجَاءَ هُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ لَئِنْ أَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ فَلَمَّا أَنْجَاهُمْ إِذَا هُمْ يَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾(یونس: ۲۲۔۲۳)

”جب تم کشتی میں ہوتے ہو، تو وہ تمہیں موافق ہوا کے ساتھ لے کر چل پڑتی ہے، اس سے خوش ہوتے ہو، پھر سخت آندھی چلنے لگتی ہے، ہر ہر جگہ سے موج ان سے ٹکرانے لگتی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ ہم گھیر لئے گئے، تب وہ اللہ کو مخلص ہو کر پکارنے لگتے ہیں، کہتے ہیں: اللہ اگر تو ہمیں اس سے نجات دے دے تو ہم تیرے شکر گزار بندے بن جائیں گے، تو جب وہ انہیں نجات دے دیتا ہے، وہ اچانک زمین میں سرکشی کرنے لگتے ہیں۔“

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا بِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ إِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَإِلَيْهِ

تَجْأَرُونَ ۞ ثُمَّ إِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ﴾(النّحل : ٥٣-٥٤)

''تمہیں جو بھی نعمت ملتی ہے، وہ اللہ کی طرف سے ہے، پھر جب تمہیں کوئی نقصان پہنچتا ہے، تو تم اسی کی طرف گریہ زاری کرتے ہو۔ پھر جب وہ تم سے مصیبت دور کر دیتا ہے، تو تم میں سے ایک گروہ اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے۔''

✿ علامہ آلوسی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۷۰ھ) فرماتے ہیں:

فِي الْآيَةِ مَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ صَنِيعَ أَكْثَرِ الْعَوَامِّ الْيَوْمَ مِنَ الْجُؤَارِ إِلٰى غَيْرِهٖ تَعَالٰى مِمَّنْ لَا يَمْلِكُ لَهُمْ بَلْ وَلَا لِنَفْسِهٖ نَفْعًا وَلَا ضَرًّا عِنْدَ إِصَابَةِ الضَّرِّ لَهُمْ وَإِعْرَاضِهِمْ عَنْ دُعَائِهٖ تَعَالٰى عِنْدَ ذٰلِكَ بِالْكُلِّيَّةِ سَفَهٌ عَظِيمٌ وَضَلَالٌ جَدِيدٌ لٰكِنَّهٗ أَشَدُّ مِنَ الضَّلَالِ الْقَدِيمِ .

''یہ آیت دلیل ہے کہ اس زمانے میں اکثر عوام کا غیر اللہ کی طرف گڑگڑانا، کہ جو ان کے لیے بلکہ اپنے لیے بھی کسی قسم کے نفع کے مالک نہیں، نہ مصیبت پہنچنے پر ان سے مصیبت دور کر سکتے ہیں، نیز عوام کا مشکل حالات میں رب تعالیٰ سے کلی طور پر اعراض کر لینا بہت بڑی بیوقوفی اور جدید گمراہی ہے، بلکہ یہ قدیم گمراہی سے بھی زیادہ سخت ہے۔''

(روح المَعاني : 105/7)

❁ نیز فرماتے ہیں:

مِنْ أُولٰئِكَ عَبَدَةُ الْقُبُورِ، النَّاذِرُونَ لَهَا، الْمُعْتَقِدُونَ لِلنَّفْعِ وَالضَّرِّ، مِمَّنِ اللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ بِحَالِهٖ فِيهَا، وَهُمُ الْيَوْمَ أَكْثَرُ مِنَ الدُّودِ .

''ان مشرکوں میں سے بعض وہ ہیں جو قبروں کے پجاری ہیں، ان پر نذر و نیاز دیتے ہیں اور ان لوگوں سے نفع و نقصان کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ قبر میں جن کی حالت کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ موجودہ دور میں ایسے مشرکین کیڑے مکوڑوں سے بھی زیادہ ہو گئے ہیں۔''

(روح المَعاني : 67/17)

مشرکین مکہ کا عقیدہ ان مشرکوں کے عقیدہ کے برعکس تھا۔

سوال: خطبہ میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا ذکر کب سے ہے؟

جواب: زمانہ سلف میں نہ تھا۔ اس بارے میں روایات ثابت نہیں۔

سوال: کیا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے حجر بن عدی رحمہ اللہ کو قتل کیا تھا؟

جواب: سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کا حجر بن عدی رحمہ اللہ کو قتل کرنا ثابت نہیں۔ اس کے بارے میں جتنی روایات ہیں، وہ غیر ثابت اور غیر معتبر ہیں۔

❁ عبداللہ بن ابی ملیکہ رحمہ اللہ یا کسی اور سے مروی ہے:

لَمَّا قَدِمَ مُعَاوِيَةُ دَخَلَ عَلٰى عَائِشَةَ فَقَالَتْ : أَقَتَلْتَ حُجْرًا قَالَ : يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ أَنِّي وَجَدْتُ قَتْلَ رَجُلٍ فِي صَلَاحِ النَّاسِ خَيْرٌ مِنِ اسْتِحْيَائِهٖ فِي فَسَادِهِمْ .

''جب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ (مدینہ) تشریف لائے، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی

خدمت میں حاضر ہوئے، سیدہ نے پوچھا: کیا آپ نے حجر بن عدی کو قتل کیا ہے؟ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اُم المومنین! مجھے یہی لگا کہ لوگوں کی فلاح کے لیے ایک شخص کا قتل کرنا اس سے بہتر ہے کہ اسے زندہ رکھا جائے اور وہ لوگوں کے لیے خرابی کا باعث بنتا رہے۔''

(تاریخ ابن عَساکر: 229/12)

سند ضعیف ہے۔

① ابو صالح قاسم بن سالم بن عبداللہ بن عمر کی توثیق نہیں۔

② سند میں شک ہے۔

❀ محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے مروی ہے:

لَمَّا انْطُلِقَ بِحُجْرٍ إِلٰى مُعَاوِيَةَ، قَالَ : السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، قَالَ : وَأَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ أَنَا؟ قَالَ : نَعَمْ، قَالَ : لَأَقْتُلَنَّكَ، قَالَ : ثُمَّ أَمَرَ بِهٖ لِيُقْتَلَ، فَقَالَ : دَعُونِي أُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ تَجَوَّزَ فِيهِمَا، فَقَالَ : لَا تَرَوْنَ أَنِّي خَفَّفْتُهُمَا جَزَعًا، وَلٰكِنِّي كَرِهْتُ أَنْ أُطَوِّلَ عَلَيْكُمْ ثُمَّ قُتِلَ .

''جب حجر بن عدی رحمہ اللہ کو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پکڑ کر لایا گیا، تو اس نے کہا: اے امیر المومنین! السلام علیک۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں امیر المومنین ہوں؟! اس نے کہا: جی ہاں۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کرنے کا حکم فرما دیا۔ حجر بن عدی رحمہ اللہ نے کہا: مجھے مہلت دیں، میں دو رکعت ادا کرنا چاہتا ہوں۔ تو حجر بن

عدی رحمہ اللہ نے دو ہلکی رکعتیں ادا کیں، پھر کہا: میں نے ہلکی رکعتیں اس لیے نہیں پڑھیں کہ میں پریشان اور بے چین ہوں، بلکہ میں پسند نہیں کرتا کہ آپ کو زیادہ انتظار کرنا پڑے، پھر انہیں قتل کر دیا گیا۔"

(مُصنّف ابن أبي شيبة : 8803)

سند ضعیف ہے۔ محمد بن سیرین کا حجر بن عدی اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

سوال: بعض لوگ حالات کی تنگی، کم آمدنی کے حوالہ سے وظیفہ بتاتے ہیں کہ یا مسبب الاسباب پانچ سو بار اول آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف بعد نماز عشاء قبلہ رو باوضو ہو کر ننگے سر ایسی جگہ جہاں سر اور آسمان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو، یہاں تک کہ سر پر ٹوپی بھی نہ ہو، پڑھا کریں۔ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: "یا مسبب الاسباب" یہ ملحدین کا ذکر ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اذکار تعلیم دیے ہیں، ان میں ثابت نہیں، اسلاف اُمت سے ایسا کرنا بھی ثابت نہیں۔ یہ محض شیطانی حربہ ہے۔

سوال: کیا بستیوں میں جمعہ جائز ہے؟

جواب: بستیوں میں جمعہ جائز ہے۔ قرآن کریم نے جمعہ کے متعلق عام حکم دیا ہے۔

❀ امام بریلویت احمد رضا خان بریلوی صاحب کہتے ہیں:

"(دیہات میں) مذہب حنفی میں جمعہ وعیدین جائز نہیں۔"

(ملفوظات، حصہ سوئم، ص265)

سوال: اہل سنت کے نزدیک درج ذیل آیت کی صحیح تفسیر کیا ہے:

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾(طٰهٰ : ۵)

''رحمٰن عرش پر مستوی ہے۔''

جواب: اہل سنت والجماعت کے نزدیک آیت کریمہ کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر بلند ہے۔ اہل سنت استواء کا معنی بلند ہونا کرتے ،قرآنی نصوص، احادیث متواترہ اور لغت عرب سے اسی معنی کی تائید ہوتی ہے۔

معتزلہ نے استواء کی تاویل استیلاء (غلبہ) سے کی ہے، یہ تاویل ہر اعتبار سے باطل ہے۔ کلام عرب میں اس کی اصل نہیں، کتاب وسنت کے دلائل بھی اس معنی کی تائید نہیں کرتے، نیز اہل سنت والجماعت کا اجماع کے بھی خلاف ہے۔

❁ علامہ مکی بن ابی طالب رحمہ اللہ (۴۳۷ھ) فرماتے ہیں:

أَحْسَنُ الْأَقْوَالِ فِي هٰذِهِ «عَلَا» وَالَّذِي يَعْتَقِدُهٗ أَهْلُ السُّنَّةِ، وَيَقُولُونَهٗ فِي هٰذَا : إِنَّ اللّٰهَ جَلَّ ذِكْرُهٗ فَوْقَ سَمَاوَاتِهٖ عَلٰى عَرْشِهٖ دُونَ أَرْضِهٖ وَأَنَّهٗ فِي كُلِّ مَكَانٍ بِعِلْمِهٖ، وَلَهٗ تَعَالٰى ذِكْرُهٗ كُرْسِيٌّ وَسِعَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَمَا قَالَ جَلَّ ذِكْرُهٗ، وَكَذٰلِكَ ذَكَرَ شَيْخُنَا أَبُو مُحَمَّدِ بْنُ أَبِي زَيْدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

''استواء کے معانی میں سب سے بہتر قول ''علا'' (بلند ہونا) کا ہے، یہی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ اہل سنت کہتے ہیں: اللہ عزوجل آسمانوں کے اوپر عرش پر ہے، زمین میں نہیں، نیز اس کا علم ہر جگہ ہے۔ اللہ عزوجل کی کرسی ہے، جو آسمانوں اور زمین سے وسیع ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے (آیۃ الکرسی

میں) فرمایا ہے۔ ہمارے شیخ ابو محمد بن ابی زید قیروانی رحمہ اللہ بھی اسی عقیدہ کے قائل ہیں۔''

(الهداية إلى بلوغ النّهاية : 4610/7)

۞ علامہ سمعانی رحمہ اللہ (۴۸۹ھ) فرماتے ہیں:

ذَكَرَ الزُّجَاجُ، وَالنَّحَّاسُ، وَجَمَاعَةٌ مِنَ النُّحَاةِ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ أَنَّهُ لَا يُسَمَّى الْاِسْتِوَاءُ اسْتِيلَاءً فِي اللُّغَةِ إِلَّا إِذَا غَلَبَ غَيْرُهُ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَا يَجُوزُ عَلَى اللّٰه تَعَالٰى .

''علامہ زجاج، علامہ نحاس اور اہل سنت میں سے نحویوں کی ایک بڑی جماعت نے ذکر کیا ہے کہ لغت عرب میں استواء کا معنی ''استیلاء'' (غلبہ) اس وقت کیا جاتا ہے، جب ایک شے دوسری شے پر غالب آ جائے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے یہ معنی کرنا جائز نہیں۔''

(تفسير السّمعاني : 320/3)

۞ نیز فرماتے ہیں:

قَوْلُهُ : ﴿ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ قَدْ بَيَّنَّا مَذْهَبَ أَهْلِ السُّنَّةِ فِي الْاِسْتِوَاءِ؛ وَهُوَ أَنَّهُ نُؤْمِنُ بِهٖ وَنَكِلُ عِلْمَهُ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى مِنْ غَيْرِ تَأْوِيلٍ وَلَا تَفْسِيرٍ .

وَأَمَّا الْمُعْتَزِلَةُ، فَإِنَّهُمْ أَوَّلُوا الْاِسْتِوَاءَ بِالْاِسْتِيلَاءِ، وَهُوَ بَاطِلٌ عِنْدَ أَهْلِ الْعَرَبِيَّةِ .

’’فرمان باری تعالیٰ: ﴿ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ﴾ ’’پھر وہ عرش پر بلند ہوا۔‘‘ میں استوا کے متعلق اہل سنت کا مذہب ہم بیان کر چکے ہیں، وہ یہ کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور بغیر کسی تاویل اور تفسیر کے اس (کی کیفیت) کا علم اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔

جبکہ معتزلہ نے استواء کی تاویل استیلاء (غلبہ) سے کی ہے، یہ تاویل اہل عرب کے ہاں باطل ہے۔‘‘

(تفسير السّمعاني: 366/2)

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۱۶ھ) فرماتے ہیں:

أَوَّلَتِ الْمُعْتَزِلَةُ الْاِسْتِوَاءَ بِالْاِسْتِيلَاءِ، وَأَمَّا أَهْلُ السُّنَّةِ فَيَقُولُونَ: الْاِسْتِوَاءُ عَلَى الْعَرْشِ صِفَةٌ لِلّٰهِ تَعَالٰى، بِلَا كَيْفٍ، يَجِبُ عَلَى الرَّجُلِ الْإِيمَانُ بِهٖ، وَيَكِلُ الْعِلْمَ فِيهِ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ.

’’معتزلہ نے استواء کی تاویل استیلاء (غلبہ پانا) سے کی ہے، جبکہ اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ عرش پر مستویٰ ہونا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، جس کی کیفیت بیان نہیں کی جائے گی۔ ہر شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس پر ایمان لائے اور اس (کی کیفیت) کا علم اللہ عزوجل کے سپرد کرے۔‘‘

(تفسير البغوي: 235/3)

❁ علامہ عبدالرزاق بن رزق اللہ رسعنی رحمہ اللہ (۶۶۱ھ) فرماتے ہیں:

مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ فِي هٰذِهِ الْآيَةِ وَأَمْثَالِهَا مِنْ آيَاتِ الصِّفَاتِ وَأَخْبَارِ الصِّفَاتِ؛ الْإِقْرَارُ وَالْإِيرَادُ مِنْ غَيْرِ تَشْبِيهٍ وَلَا تَمْثِيلٍ

وَلَا تَأْوِيلٍ وَلَا تَعْطِيلٍ .

''اس آیت اس جیسی دیگر صفات والی آیات اور احادیث کے بارے میں اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ ان کا اقرار کیا جائے گا اور انہیں تشبیہ، تمثیل، تاویل اور تعطیل کے بغیر درج کیا جائے گا۔''

(رموز الکُنوز : 2/148-149)

❀ علامہ ابوعثمان عبدالرحمٰن بن اسماعیل صابونی رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

اَلْفَرْقُ بَيْنَ أَهْلِ السُّنَّةِ وَبَيْنَ أَهْلِ الْبِدَعِ أَنَّهُمْ إِذَا سَمِعُوا حَدِيثًا فِي صِفَاتِ الرَّبِّ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى رَدُّوهُ أَصْلًا وَلَمْ يَقْبَلُوهُ، أَوْ قَبِلُوهُ فِي الظَّاهِرِ، ثُمَّ تَأَوَّلُوهُ بِتَأْوِيلٍ يَقْصِدُونَ بِهٖ رَفْعَ الْخَبَرِ مِنْ أَصْلِهٖ، وَإِبْطَالَ مَعْنَاهُ، وَأَهْلُ السُّنَّةِ يَقْبَلُونَهٗ وَيُصَدِّقُونَ بِهٖ، وَلَا يَتَّهِمُونَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا قَالَ مِنْهُ، بَلْ يَتَّهِمُونَ عُقُولَهُمْ وَآرَاءَ هُمْ فِيهِ، وَيَعْلَمُونَ حَقًّا يَقِينًا أَنَّ مَا قَالَهٗ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلٰى مَا قَالَهٗ؛ إِذْ هُوَ كَانَ أَعْرَفَ بِالرَّبِّ جَلَّ جَلَالُهٗ مِنْ غَيْرِهٖ، وَلَمْ يَقُلْ فِيهِ إِلَّا حَقًّا وَصِدْقًا وَوَحْيًا .

''اہل سنت اور اہل بدعت میں فرق یہ ہے کہ اہل بدعت جب صفات باری تعالیٰ کے بارے میں کوئی حدیث سنتے ہیں، تو اسے سرے سے رد کر دیتے ہیں، قبول نہیں کرتے، یا ظاہری طور پر قبول کرتے ہیں، پھر اس کی ایسی تاویل

کرتے ہیں، جس سے ان کا ارادہ ہوتا ہے کہ حدیث کو اس کی بنیاد سے ہٹا دیں یا اس کے معنی کو باطل کر دیں۔ جبکہ اہل سنت والجماعت حدیث کو کما حقہ قبول کرتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کو اپنے فرمان میں متہم نہیں کرتے، بلکہ اپنی ہی عقلوں اور آراء کو متہم کرتے ہیں اور یقینی طور پر جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جیسے فرمایا ہے، بات ویسے ہی ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ سب سے بڑھ کر اپنے رب کی معرفت رکھنے والے ہیں اور نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے متعلق وہی بات فرماتے ہیں، جو حق سچ اور وحی ہو۔''

(عقیدة السّلف وأصحاب الحدیث، ص 33، الاعتقاد الخالص لابن العطار، ص 192، واللّفظ لہٗ)

جو لوگ اہل سنت والجماعت کے مسلک اور منہج پر نہیں، ان سے خیر کی توقع رکھنا عبث ہے۔ جہاں وہ قرآن وحدیث کی تاویل کر دیتے ہیں، وہاں لغت عرب کی بھی مخالفت کرتے ہیں۔ لغت کو وہ معنی پہنا دیتے ہیں، جو ان کے زعم کے موافق ہو۔

لہٰذا جو اہل سنت والجماعت سے منحرف ہوا، حقیقت میں وہ حق سے منحرف ہو جاتا ہے۔ وہ اللہ رب العالمین کے متعلق بری بری باتیں کرتا ہے۔

اُمت کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر بلند ہے، جیسا کہ اس کے شایان شان ہے۔ اہل سنت اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کی کیفیت کا علم اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔

بنیادی طور پر اہل حق اور اہل باطل میں یہ فرق ہے، جسے ملحوظ رکھا جائے۔

سوال: کیا انبیائے کرام علیہم السلام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے؟

جواب: جن روایات میں انبیائے کرام علیہم السلام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ذکر

ہوئی ہے، وہ ساری کی ساری ضعیف اور غیر ثابت ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں یہ ایمان ہونا چاہیے کہ جس نبی کو ہم جانتے ہیں اور جسے ہم نہیں جانتے، مگر اللہ تعالیٰ نے اسے نبی بنایا، وہ سب انبیاء ہیں۔

❁ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

يَجِبُ الْإِيمَانُ بِالْأَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلِ مُجْمَلًا مِنْ غَيْرِ حَصْرٍ فِي عَدَدٍ، لِئَلَّا يَخْرُجَ أَحَدٌ مِنْهُمْ، وَلَا يَدْخُلَ أَحَدٌ مِّنْ غَيْرِهِمْ فِيهِمْ.

''انبیائے کرام اور رسل عظام علیہم السلام پر اجمالاً ایمان لانا واجب ہے، انہیں کسی عدد میں محصور نہیں کیا جائے گا، تاکہ کوئی نبی اس عدد سے باہر نہ نکل جائے یا کوئی غیر نبی عدد میں داخل نہ ہو جائے۔''

(مِرقاۃ المَفاتیح : 3670/9)

دین میں اصل وحی ہے، یعنی قرآن وحدیث۔ قرآن وحدیث اور اجماع میں انبیائے کرام علیہم السلام کی تعداد ثابت نہیں۔

ضعیف روایات کی بنیاد پر یہ کہنا کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے، درست نہیں۔

سوال: علامہ صاوی کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: علامہ احمد بن محمد صاوی (۱۲۴۱ھ) بدعتی اور اشعری تھے۔ صفات باری تعالیٰ میں تاویل کرتے تھے۔ ان کی کئی کتابیں ہیں، تفسیر جلالین پر حاشیہ بھی ہے۔ کم علم حضرات کو ان کی کتابوں سے مجتنب رہنا چاہیے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۳۳)

غلام مصطفی ظہیر امن پوری

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَصَبُ الْمُؤْمِنِ كَفَّارَةٌ لِخَطَايَاهُ.

''مؤمن کو پہنچنے والی تکالیف اس کی خطاؤں کا کفارہ ہیں۔''

(المُستدرك للحاكم : 1282، شُعب الإيمان للبيهقي : 9375)

جواب: روایت ضعیف ہے۔ اس روایت میں عبد اللہ بن مختار کا وہم ہوا اور انہوں نے اسے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع بیان کر دیا۔ دراصل یہ روایت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہے ہی نہیں، نہ مرفوع اور نہ موقوف۔ درست بات یہ ہے کہ یہ سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ کی موقوف روایت ہے۔ ائمہ علل یہی کہتے ہیں۔

❀ مطرف بن مالک ابو رباب قشیری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

دَخَلْنَا عَلٰى أَبِي الدَّرْدَاءِ نَعُودُهُ، فَدَخَلَ عَلَيْهِ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ : مَا لِأَمِيرِكُمْ ـوَأَبُو الدَّرْدَاءِ يَوْمَئِذٍ أَمِيرٌـ قَالَ : قُلْنَا : هُوَ شَاكٍ، قَالَ : وَاللّٰهِ مَا اشْتَكَيْتُ قَطُّ ـأَوْ قَالَـ : وَاللّٰهِ مَا صُدِعْتُ قَطُّ قَالَ : فَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ : أَخْرِجُوهُ عَنِّي لِيَمُتْ بِخَطَايَاهُ، مَا

أُحِبُّ أَنَّ لِي بِكُلِّ وَصَبٍ وَصِبْتُهُ، حُمْرَ النَّعَمِ إِنَّ وَصَبَ الْمُؤْمِنِ يُكَفِّرُ خَطَايَاهُ.

ہم سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، اتنے میں ایک اعرابی بھی آ گیا، کہنے لگا: تمہارے گورنر کو کیا ہو گیا ہے؟ ان دنوں گورنر سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ ہم نے کہا: وہ بیمار ہیں، کہنے لگا: اللہ کی قسم! میں تو کبھی بیمار نہیں ہوا یا کہا کہ اللہ کی قسم! مجھے کبھی سر درد بھی نہیں ہوا۔ تو سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسے مجھ سے دور کر دیں، اسے چاہیے کہ اپنے گناہوں سمیت فوت ہو۔ میں ہر تکلیف کی جگہ ایک سرخ اُونٹ لینا پسند نہیں کرتا، کیونکہ مؤمن کو پہنچنے والی تکالیف اس کے گناہ کا کفارہ بن جاتی ہیں۔“

(جامع مَعمر بن راشِد: 20313، شُعب الإيمان للبَيْهقي: 9436، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: اہل جہنم کے بارے میں ہے:

﴿وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غِسْلِينٍ﴾ (الحاقّة: ٣٦)

”ان کا کھانا زخموں کا دھون ہوگا۔“

✿ دوسری آیت میں ہے:

﴿لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا مِنْ ضَرِيعٍ﴾ (الغاشية: ٦)

”ان کا کھانا خاردار پودے اور درخت ہوں گے۔“

ظاہری طور پر ان آیات میں تعارض معلوم ہوتا ہے، اس کا کیا حل ہے؟

جواب: دونوں آیات میں کوئی تعارض نہیں۔ پہلی آیت میں جہنمیوں کا کھانا زخموں کا لہو اور پیپ بتایا گیا، جبکہ دوسری آیت کے مطابق خاردار پودے ان کی خوراک ہوں گے۔

اس کی مختلف توجیہات ہیں؛

① اہل جہنم کی مختلف قسمیں ہیں، کسی کو پیپ اور لہو پلایا جائے گا اور کسی کو خاردار پودے اور درخت کھلائے جائیں گے۔

② کسی وقت پہلا کھانا ہوگا اور کسی وقت دوسرا کھانا۔

③ یہ بھی ممکن ہے کہ کھانے میں انہیں خاردار پودے اور درخت دیے جائیں گے اور پینے میں پیپ اور لہو۔

بہر حال یہ کھانا اور پینا ان کے لیے باعث عذاب ہوگا، جو ان کی تکلیف کو مزید بڑھا دے گا۔ معاذ اللہ!

سوال: یہ جملہ ''اللہ تعالیٰ مکان کی قید سے مقید نہیں۔'' کہنا کیسا ہے؟

جواب: گمراہی پر مبنی ہے، اہل سنت والجماعت اللہ رب العالمین کے بارے میں یہ عقیدہ نہیں رکھتے تھے، وہ تو کہتے تھے کہ رب تعالیٰ اپنے عرش پر بلند ہے، جیسا اس کی شان کے لائق و مناسب ہے۔ وہ مخلوق کا محتاج نہیں، مخلوق اس کی محتاج ہے۔ اس نے اپنے متعلق خبر دی ہے کہ وہ عرش پر بلند ہے، اہل سنت والجماعت کیفیت میں پڑے بغیر اس پر ایمان رکھتے ہیں۔

جہمیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے، بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نہ کائنات میں داخل ہے اور نہ خارج ہے۔

دراصل سبھی گمراہ فرقے پہلے اللہ تعالیٰ کو اپنی عقل کے سانچے میں لاتے ہیں، پھر خود ہی سوال گھڑ کر اس کا جواب دیتے ہیں اور مزید گمراہیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔

اہل سنت کا مذہب عافیت اور سلامتی والا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق اتنی ہی بات

کرتے ہیں، جتنی بات انہیں وحی سے معلوم ہوئی ہے، اس پر دل و جان سے ایمان رکھتے ہیں اور اس کی کیفیت کا علم اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔ اسی لیے وہ کسی گمراہی کا شکار نہیں ہوتے اور نہ انہیں کوئی الجھن پیدا ہوتی ہے، وللہ الحمد!

سوال: آسمان افضل ہے یا زمین؟

جواب: اسلاف اُمت اس بارے میں خاموش ہیں، ہمیں بھی خاموشی اختیار کرنی چاہیے۔ مسلمانوں کے کرنے کے اور کئی کام ہیں، ساری زندگی افضل و مفضول کہنے میں ہی گزار دیں، تو اچھا نہیں۔

سوال: فلاسفہ سات آسمانوں اور سات زمینوں کو نہیں مانتے، کیا حکم ہے؟

جواب: جب انسان ائمہ اہل سنت کے متفقہ فہم سے منحرف ہو جائے، حقیقت میں وہ وحی سے منحرف ہو جاتا ہے، جو وحی سے منحرف ہو جائے، وہ خیر سے محروم ہو جاتا ہے۔

قرآن کریم نے سات آسمانوں کا ثبوت دیا ہے اور ان جیسی زمینوں کا بھی۔ قرآن و حدیث سے سات آسمان اور سات زمینیں ثابت ہیں۔ ان کا انکار حماقت اور گمراہی ہے۔

بعض گمراہ سرے سے آسمان کے منکر ہیں، وہ کہتے ہیں کہ یہ نیلگی فضا کا رنگ ہے۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ ظلم کی انتہا ہے۔ ہدایت صرف اللہ کے پاس ہے۔

سوال: اہل جنت کی پہلی ضیافت مچھلی کے جگر سے کی جائے گی؟

جواب: جی ہاں۔ اللہ تعالیٰ اہل جنت کی پہلی ضیافت مچھلی کے جگر سے کریں گے۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَمَّا أَوَّلُ طَعَامٍ يَأْكُلُهُ أَهْلُ الْجَنَّةِ فَزِيَادَةُ كَبِدِ حُوتٍ .

”جنتیوں کا پہلا کھانا مچھلی کا جگر ہوگا۔“

(صحيح البخاري : 3329)

سوال: کیا نبی کریم ﷺ بشر ہیں؟

جواب: نبی کریم ﷺ کا بشر ہونا قرآن کریم، احادیث متواترہ، آثار سلف اور اجماع اُمت سے ثابت ہے۔اہل سنت کے کسی امام نے نبی کریم ﷺ کی بشریت کا انکار نہیں کیا،جیسا کہ روافض جیسے لوگ کرتے ہیں۔

❁ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ أَحَبَّ الْبَشَرِ إِلٰى عَائِشَةَ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ .

”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو نبی کریم ﷺ اورسیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد محبوب ترین بشر سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما تھے۔“

(صحيح البخاري : 3505)

اس اثر سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ بھی بشر تھے، جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی سب سے محبوب ہستی ہیں۔

سوال: درج ذیل روایت کی کیا حقیقت ہے؟

❁ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے:

كَانَ اللّٰهُ وَلَا شَيْءَ مَعَهٗ وَهُوَ الْآنَ عَلٰى مَا عَلَيْهِ كَانَ .

”پہلے صرف اللہ تھا، اس کے ساتھ کچھ نہ تھا، وہ اب بھی اسی حالت میں ہے، جیسے اس وقت تھا۔“

جواب: «وَهُوَ الْآنَ عَلٰى مَا عَلَيْهِ كَانَ» کے الفاظ حدیث نہیں، بلکہ کسی گمراہ

کی گھڑنتل ہے، جسے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر دیا گیا۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الزِّيَادَةُ وَهُوَ قَوْلُهُ : «وَهُوَ الْآنَ عَلٰى مَا عَلَيْهِ كَانَ» كَذِبٌ مُفْتَرًى عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّفَقَ أَهْلُ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ عَلٰى أَنَّهُ مَوْضُوعٌ مُخْتَلَقٌ وَلَيْسَ هُوَ فِي شَيْءٍ مِنْ دَوَاوِينِ الْحَدِيثِ لَا كِبَارِهَا وَلَا صِغَارِهَا وَلَا رَوَاهُ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ بِإِسْنَادٍ لَا صَحِيحٍ وَلَا ضَعِيفٍ وَلَا بِإِسْنَادٍ مَجْهُولٍ وَإِنَّمَا تَكَلَّمَ بِهٰذِهِ الْكَلِمَةِ بَعْضُ مُتَأَخِّرِي مُتَكَلِّمَةِ الْجَهْمِيَّةِ فَتَلَقَّاهَا مِنْهُمْ هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ وَصَلُوا إِلٰى آخِرِ التَّجَهُّمِ ـ وَهُوَ التَّعْطِيلُ وَالْإِلْحَادُ ـ وَلٰكِنَّ أُولٰئِكَ قَدْ يَقُولُونَ : كَانَ اللّٰهُ وَلَا مَكَانٌ وَلَا زَمَانٌ وَهُوَ الْآنَ عَلٰى مَا عَلَيْهِ كَانَ فَقَالَ هٰؤُلَاءِ : كَانَ اللّٰهُ وَلَا شَيْءَ مَعَهُ وَهُوَ الْآنَ عَلٰى مَا عَلَيْهِ كَانَ .

”(اللہ اس وقت وہیں ہے، جہاں وہ پہلے تھا۔) کے الفاظ کی زیادت جھوٹ ہے اور رسول اللہ ﷺ پر گھڑی گئی ہے۔ محدثین کرام کا اتفاق ہے کہ یہ الفاظ من گھڑت اور وضعی ہیں، ان کا ذکر متونِ حدیث میں کہیں نہیں ملتا، نہ کسی بڑی کتاب میں نہ چھوٹی میں۔ اہل علم میں سے کسی نے بھی اسے صحیح، ضعیف، یا مجہول سند کے ساتھ روایت نہیں کیا۔ بلکہ یہ الفاظ متکلمین جہمیہ کے متاخرین میں سے کسی نے کلام کیے ہیں، پھر اس سے یہ الفاظ ان لوگوں نے نقل کر لیے،

جو تجہم کی انتہاء یعنی تعطیل والحاد تک جا پہنچے تھے۔ بلکہ یہ لوگ کبھی کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ تھا، نہ کوئی مکان تھا نہ زمان اور اب بھی وہ اسی حالت میں ہے جیسے تب تھا۔ جبکہ ان لوگوں نے کہا: اللہ تعالیٰ تھا، اس کے ساتھ کچھ نہ تھا، وہ اب بھی اسی حالت میں ہے، جیسے اس وقت تھا۔''

(مَجموع الفتاوی : 272/2)

سوال: حدیث میں ہے کہ اگر مکھی پینے کی چیز میں گر جائے، تو اسے ڈبو دیا جائے، کیونکہ مکھی کی ایک پَر میں بیماری ہے اور دوسرے میں شفا ہے۔ بعض لوگ اس حدیث کو مجاز پر محمول کرتے ہیں کہ یہاں حقیقت مراد نہیں، بلکہ کبر و تکبر کی بیماری مراد ہے۔ ڈبونے سے تواضع وانکساری پیدا ہوتی ہے۔ اس کی کیا حقیت ہے؟

جواب: ائمہ محدثین اس حدیث کو حقیقت پر محمول کرتے ہیں، نہ کہ مجاز پر۔ احادیث صحیحہ سے مجاز کا رد ہوتا ہے۔

❁ سعید بن خالد قارظی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

أَتَيْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَزُورُهٗ بِقُبَاءَ، فَقَدَّمَ إِلَيْنَا زُبْدًا وَّكُتْلَةً، فَسَقَطَ فِي الزُّبْدِ ذُبَابٌ، فَجَعَلَ أَبُو سَلَمَةَ يَمْقُلُهٗ بِخِنْصَرِهٖ، فَقُلْتُ : غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ يَا خَالُ، مَا تَصْنَعُ؟، فَقَالَ : إِنِّي سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِذَا سَقَطَ الذُّبَابُ فِي الطَّعَامِ فَامْقُلُوهُ، فَإِنَّ فِي أَحَدِ جَنَاحَيْهِ سُمًّا، وَفِي الْآخَرِ شِفَاءً، وَإِنَّهٗ يُقَدِّمُ السُّمَّ،

وَيُؤَخِّرُ الشِّفَاءَ .

”میں سیدنا ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ کی زیارت کیلئے قبا میں حاضر ہوا، انہوں نے ہمیں مکھن اور (گوشت کا ایک بڑا) ٹکڑا پیش کیا، مکھن میں مکھی گر گئی، ابوسلمہ رحمہ اللہ اسے اپنے ہاتھ سے ڈبونے لگے، میں نے کہا: اللہ آپ کو معاف کرے، ماموں جان! یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ کہا: میں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مکھی کھانے میں گر جائے، تو اسے ڈبوئیں، کیونکہ اس کے ایک پَر میں زہر (بیماری) اور دوسرے میں شفا ہے، مکھی زہر والا پَر پہلے نیچے لے جاتی ہے اور شفا والا اوپر رکھتی ہے۔“

(مسند أحمد: 24/3، 67، شرح مشكل الآثار للطّحاوي: 3289، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۲۴۷) نے ”صحیح“ قرار دیا ہے۔

✿ حافظ بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ حَسَنٌ .

”یہ سند حسن ہے۔“

(مِصباح الزّجاجة: 69/4)

✿ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ تَعَجَّبَ قَوْمٌ مِنَ اجْتِمَاعِ الدَّاءِ وَالدَّوَاءِ فِي شَيْءٍ وَّاحِدٍ وَلَيْسَ بِعَجِيبٍ، فَإِنَّ النَّحْلَةَ تُعَسِّلُ مِنْ أَعْلَاهَا وَتُلْقِي السُّمَّ مِنْ أَسْفَلِهَا، وَالْحَيَّةُ الْقَاتِلُ سُمُّهَا يَدْخُلُونَ لَحْمَهَا فِي الدِّرْيَاقِ، وَيَدْخُلُونَ الذُّبَاب فِي أَدْوِيَةِ الْعَيْنِ وَيَسْحَقُونَهٗ مَعَ

الْإِثْمَدِ لِيُقَوِّيَ الْبَصَرَ .

''بعض لوگوں نے تعجب کیا کہ ایک ہی شے میں بیماری اور شفاء کیسے جمع ہو سکتے ہیں، جبکہ اس پر تعجب کرنے والی کوئی بات نہیں، کیونکہ شہد کی مکھی اوپر والے حصہ سے شہد نکالتی ہے اور نیچے والے حصہ سے زہر (ڈنگ) نکالتی ہے۔ سانپ کا زہر جان لیوا ہوتا ہے، جبکہ اسی زہر کو اطباء حضرات تریاق میں استعمال کرتے ہیں، اسی طرح مکھی کو آنکھوں کی دواء میں بھی استعمال کرتے ہیں، اسے اثمد سرمہ کے ساتھ ملاتے ہیں، تا کہ آنکھوں کی بینائی مضبوط ہو۔''

(كشف المُشكل من حديث الصّحيحين : 547/3)

✿ علامہ خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی صاحب (۱۳۴۶ھ) لکھتے ہیں:

اَلظَّاهِرُ أَنَّ الدَّاءَ وَالشِّفَاءَ مَحْمُولَانِ عَلَى الْحَقِيقَةِ، فَإِنَّ لَهَا شَوَاهِدَ وَنَظَائِرَ كَالنَّحْلَةِ يَخْرُجُ مِنْ بَطْنِهَا الشَّرَابُ النَّافِعُ، وَيَنْبُتُ مِنْ إِبرِهَا السُّمُّ النَّاقِعُ، فَلَا بَاعِثَ لِلْحَمْلِ عَلَى الْمَجَازِ .

''ظاہر یہی ہے کہ (اس حدیث میں) بیماری اور شفاء حقیقت پر محمول ہیں، کیونکہ اس کے شوائد اور نظائر موجود ہیں، جیسے شہد کی مکھی کے پیٹ سے نفع مند پانی (شہد) نکلتا ہے اور اس کے ڈنک سے مہلک زہر نکلتا ہے، لہٰذا اس حدیث کو مجاز پر محمول کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔''

(بَذل المَجهود : 568/11)

سوال: بعض ملحدین کہتے ہیں کہ اتنے ہزار سال پہلے مہینوں کا علم ہوا ہے، اس کی کیا حقیقت ہے؟

(جواب): یہ ملحدین کا اپنا علم ہے۔ صحیح بات تو یہ ہے کہ مہینے تب سے ہیں، جب سے زمین و آسمان ہیں۔ مہینوں سے مراد محرم، صفر، ربیع الاول ...... وغیرہ ہیں۔ نہ کہ جنوری فروری......۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ﴾(التّوبة : ٣٦)

''بلاشبہ مہینوں کی گنتی اللہ تعالیٰ کے ہاں لوح محفوظ میں بارہ ہے، یہ اسی دن سے ہے، جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔''

(سوال): ایک شخص نے چار ماہ کے لیے بیوی سے ایلاء کیا، چار ماہ گزر گئے، کیا بیوی کو طلاق واقع ہو گئی؟

(جواب): شوہر قسم اٹھائے کہ میں اپنی بیوی کے قریب نہیں آؤں گا، اسے ایلاء کہتے ہیں۔ ایلاء زیادہ سے زیادہ چار ماہ تک کے لیے کیا جا سکتا ہے، اس کے بعد بیوی کے قریب جانا یا اس کو طلاق دینا ضروری ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَإِنْ فَاؤُوا فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ، وَإِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَإِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾

(البقرة : ٢٢٦_٢٢٧)

''جو لوگ اپنی بیویوں سے ایلا کریں، وہ (زیادہ سے زیادہ) چار ماہ تک علیحدہ رہ سکتے ہیں، پھر اگر وہ (اپنی بیویوں کے پاس) واپس لوٹ آئیں، تو اللہ تعالیٰ

خوب بخشنے والا اور بے حد رحم والا ہے اور اگر وہ طلاق کا پختہ ارادہ کر لیں، تو اللہ تعالیٰ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے۔“

اگر کسی شخص نے چار ماہ کا ایلاء کیا ہے، چار ماہ بعد بیوی کے پاس چلا جائے، تو اس پر کوئی حرج نہیں، البتہ اگر چار ماہ کے بعد بھی بیوی کے پاس نہ جائے، تو اسے بیوی کو اختیار کرنے یا طلاق دینے کا حکم دیا جائے گا اور حاکم وقت مجبور کرے گا کہ بیوی کو اپناؤ یا اسے طلاق دو، اگر وہ اپنا لے، تو درست، اگر نہ اپنائے، تو اسے طلاق کا حکم دیا جائے گا، اگر نہ طلاق دے اور نہ اپنائے تو حاکم وقت عورت کا نکاح فسخ کر دے گا۔

❁ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

شَهِدْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَوْقَفَ رَجُلًا عِنْدَ الْأَرْبَعَةِ الْأَشْهُرِ بِالرَّحْبَةِ، إِمَّا أَنْ يَفِيءَ، وَإِمَّا أَنْ يُطَلِّقَ .

”میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو رحبہ مقام پر (ایلاء کے) چار مہینے گزرنے پر کھڑا کر رکھا تھا کہ یا وہ بیوی کو بسائے یا اسے طلاق دے۔“

(سنن سعید بن منصور : 1909، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ مَوْصُولٌ .

”یہ سند صحیح اور متصل ہے۔“

(السّنن الکبریٰ، تحت الرقم : 15217)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

أَيُّمَا رَجُلٍ آلٰى مِنِ امْرَأَتِهٖ، فَإِنَّهٗ إِذَا مَضَتِ الْأَرْبَعَةُ الْأَشْهُرِ، وُقِفَ حَتّٰى يُطَلِّقَ أَوْ يَفِيءَ، وَلَا يَقَعُ عَلَيْهِ طَلَاقٌ إِذَا مَضَتِ الْأَرْبَعَةُ الْأَشْهُرِ حَتَّى يُوقَفَ.

”جو شخص اپنی بیوی سے ایلاء کرے اور چار ماہ گزر جائیں، تو اسے (پنچائت یا عدالت میں) روکا جائے گا، کہ اسے طلاق دے یا بسائے۔ چار مہینے گزرنے کے بعد خود بخود طلاق واقع نہیں ہوتی، البتہ اسے (عدالت میں) کھڑا جائے گا۔“

(موطأ الإمام مالك : 556/2، صحيح البخاري : 5290، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ثابت بن عبید مولیٰ زید بن ثابت رحمہ اللہ بارہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فتویٰ بیان کرتے ہیں:

اَلْإِيلَاءُ لَا يَكُونُ طَلَاقًا حَتّٰى يُوقَفَ.

”ایلاء طلاق نہیں ہوتی، یہاں تک کہ اسے (عدالت میں) کھڑا کیا جائے گا۔“

(التّاريخ الكبير للبُخاري : 166/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سلیمان بن یسار ہلالی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

أَدْرَكْتُ بِضْعَةَ عَشَرَ مِنَ الصَّحَابَةِ أَيْ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَقُولُ : يُوقَفُ الْمُولِي.

”میں نے دس سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زمانہ پایا، سب کے سب فرماتے تھے کہ ایلاء کرنے والے کو (چار ماہ کے بعد عدالت میں) طلب کیا جائے گا۔“

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 618/7، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ قاسم بن محمد بن ابی بکر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا إِذَا ذُكِرَ مَا الرَّجُلُ يَحْلِفُ أَنْ لَا يَأْتِيَ امْرَأَتَهٗ فَيَدَعُهَا خَمْسَةَ أَشْهُرٍ لَا تَرَى ذٰلِكَ شَيْئًا حَتّٰى يُوقَفَ وَتَقُولُ : كَيْفَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : ﴿إِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے جب ذکر کیا جاتا کہ ایک شخص نے قسم اٹھائی کہ اپنی بیوی کے پاس نہیں جائے گا، پھر وہ بیوی کو پانچ مہینے تک چھوڑے رکھے، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اسے کچھ شمار نہیں کرتی تھیں (یعنی اسے طلاق شمار نہیں کرتی تھیں) یہاں تک کہ اس شخص کو عدالت میں روکا جائے گا (کہ یا اسے طلاق دے یا بسائے)، نیز سیدہ فرماتی ہیں کہ بھلا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا کیا معنی: ﴿إِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾ ''عمدہ طریقہ سے روک لے یا احسان کے ساتھ (طلاق دے کر) آزاد کر دے۔''

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 620/7، وسندهٗ صحيحٌ)

حاصل کلام یہ کہ ایلاء طلاق نہیں، ایلاء کی مدت ختم ہونے کے بعد خود بخود طلاق نہیں ہو جاتی، بلکہ شوہر کے طلاق دینے سے ہی طلاق واقع ہوگی۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ کسی صحابی سے باسند صحیح ثابت نہیں کہ وہ ایلاء کو طلاق قرار دیتے ہوں۔

سوال: قلبی ذکر کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: ذکر صرف زبان سے ہوتا ہے، قلبی ذکر گمراہ صوفیا کی ایجاد ہے۔ سلف اُمت میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

سوال: درج ذیل آیت کریمہ کا کیا مفہوم ہے؟

❀ فرمان الٰہی ہے:

﴿الَّذِينَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ﴾(المَعارج : ٢٣)

''(مؤمن وہ لوگ ہیں) جو اپنی نمازوں پر ہمیشگی کرنے والے ہیں۔''

جواب: سورت معارج میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کی صفات بیان کی ہیں، ان میں سے ایک صفت یہ ہے کہ وہ نماز کی پابندی کرتے ہیں، ہر نماز کو وقت مقررہ صحیح شرائط اور واجبات کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔

بعض صوفیا اس کا یہ مطلب کرتے ہیں کہ مؤمن ہر وقت نماز میں رہتے ہیں۔ گویا ان کے ہاں مراقبہ اور ذکر قلبی نماز ہے۔

یہ قرآن کریم کی واضح معنوی تحریف ہے۔ سلف اُمت میں سے کسی نے آیت کا یہ معنی نہیں کیا۔

سوال: مراقبہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: دین میں مراقبہ کا کوئی تصور نہیں، یہ صوفیا کی گھڑنتل ہے، اسلاف اُمت اور ائمہ اہل سنت ایسی اصطلاحات سے ناواقف تھے۔

سوال: درج ذیل عبارت کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

❀ علامہ حسین احمد مدنی دیوبندی صاحب نے لکھا ہے:

''ذکر اسم، لسانی ہو یا قلباً، ذریعہ اور آلہ ہے، مقصود کے حاصل ہونے کے بعد آلات کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔''

(سلوک طریقت، مکتوب:170، ص225)

جواب: مدنی صاحب کی بات سراسر گمراہی پر مبنی ہے۔اس عبارت سے درج ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں؛

① مفرد ذکر درست ہے۔

حالانکہ مفرد ذکر ملحدین کا ذکر ہے، اہل سنت والجماعت اس کے قائل نہیں۔ کسی ثقہ مسلمان سے ''اللہ اللہ'' یا ''اللہ ھو'' یا ''ھوھو'' کا ذکر کرنا منقول نہیں۔

بعض لوگ دن رات تسبیح پر اللہ اللہ کا ورد کرتے رہتے ہیں، جب کہ قرآن وحدیث میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ اہل سنت رحمہم اللہ سے اس کا ثبوت نہیں ملتا، یہ بدعت ہے۔ جاہل، ملحد، گمراہ اور بے دین لوگوں کا ذکر ہے۔ یاد رہے کہ ''یاھو''، ''ھوالاھو'' اور ''ھو'' بھی ذکر نہیں ہے۔

ہمیں چاہیے کہ نبی کریم ﷺ کے تعلیم کردہ اذکار پر اکتفا کریں۔

② قلبی ذکر۔

قلبی ذکر کا کوئی وجود نہیں، ذکر صرف زبان سے ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ، صحابہ، تابعین اور ائمہ دین سے ذکر قلبی کا ثبوت نہیں۔

❀ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

كَلِمَتَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ، خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ، ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ؛ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ .

''دو کلمے، رحمٰن کو بہت محبوب ہیں، زبان پر (ادا کرنے میں) بہت آسان ہیں اور میزان میں بہت وزنی ہیں؛ سبحان اللہ وبحمدہ، سبحان اللہ العظیم۔''

(صحيح البخاري : 7563، صحيح مسلم : 2694)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذکر ہمیشہ زبان سے کیا جاتا ہے۔قلبی ذکر شرعاً معتبر نہیں، کیونکہ اس پر کوئی دلیل نہیں۔

③ ذکر ذریعہ اور آلہ ہے۔مقصود کے حاصل ہونے کے بعد آلات کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔

ان عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ جب کوئی شخص ذکر کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر لیتا ہے،تو اب اس سے عبادات ساقط ہو جاتی ہیں۔

اس عبارت میں انتہا کی گمراہی ہے، اس میں دین کو معطل کیا گیا ہے۔ یہ نظریہ کسی مسلمان کا نہیں ہوسکتا۔ یہ باطنی صوفیا کا دین ہے، جو شیطان نے انہیں القا کیا ہے۔ آج کفار بھی مسلمانوں سے یہی چاہتے ہیں کہ مسلمان اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت سے بے نیاز ہو جائیں۔

❀ علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۵۲ھ) نقل کرتے ہیں:

مِنْ جِنْسِ ذٰلِكَ مَا يَدَّعِيهِ بَعْضُ مَنْ يَدَّعِي التَّصَوُّفَ أَنَّهٗ بَلَغَ حَالَةً بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى أَسْقَطَتْ عَنْهُ الصَّلَاةَ وَحَلَّ لَهٗ شُرْبُ الْمُسْكِرِ وَالْمَعَاصِي وَأَكْلُ مَالِ السُّلْطَانِ، فَهٰذَا مِمَّا لَا أَشُكُّ فِي وُجُوبِ قَتْلِهٖ إِذْ ضَرَرُهٗ فِي الدِّينِ أَعْظَمُ؛ وَيَنْفَتِحُ بِهٖ بَابٌ مِّنَ الْإِبَاحَةِ لَا يَنْسَدُّ؛ وَضَرَرُ هٰذَا فَوْقَ ضَرَرِ مَنْ يَقُولُ بِالْإِبَاحَةِ مُطْلَقًا؛ فَإِنَّهٗ يُمْتَنَعُ عَنِ الْإِصْغَاءِ إِلَيْهِ لِظُهُورِ كُفْرِهٖ.

"بعض صوفیا دعوی کرتے ہیں کہ وہ اپنے اور اللہ کے درمیان اس حالت کو پہنچ

گئے ہیں، جہاں ان سے نماز ساقط ہوگئی ہے۔نشہ حلال ہوگیا ہے، گناہ اور سلطان کا مال کھانا حلال ہوگیا ہے۔تو میں ان لوگوں کے قتل کے وجوب میں کوئی شک نہیں کرتا، کیونکہ دین میں اس کا ضرر بہت بڑا ہے۔اس سے اباحیت کا وہ باب کھل جاتا ہے جو بند ہی نہیں ہوسکتا، اس کا ضرر اس شخص کے ضرر سے کہیں بڑا ہے، جو مطلق اباحت کا قول اختیار کرتا ہے، کیونکہ اس کا کفر ظاہر ہوتا ہے، تو لوگ اس کی طرف کان نہ دھرتے۔“

(فتاوى الشّامي : 243/4)

۞ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

يَزْعُمُونَ أَنَّ الْعَبْدَ إِذَا بَلَغَ فِي الْحُبِّ غَايَةَ الْمَحَبَّةِ يَسْقُطُ عَنْهُ التَّكْلِيفُ وَيَكُونُ عِبَادَتُهُ بَعْدَ ذٰلِكَ التَّفَكُّرَ وَهٰؤُلَاءِ شَرُّ الطَّوَائِفِ وَكَأَنَّهُمُ اسْتَنَدُوا فِي مُعْتَقَدِهِمْ إِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾ وَقَدْ أَجْمَعَ الْمُفَسِّرُونَ عَلٰى أَنَّ الْمُرَادَ بِالْيَقِينِ الْمَوْتُ هُنَا .

”(غالی) صوفیا کا کہنا ہے کہ بندہ جب محبت الٰہیہ کی انتہا کو پہنچ جاتا ہے، تو وہ شرعی احکام کا پابند نہیں رہتا، اس کے بعد اس کی عبادت محض تفکر (غور وخوض) ہوجاتی ہے۔ یہ گروہ سب سے برا ہے۔انہوں نے اپنے اس عقیدے کی بنیاد اس فرمان باری تعالیٰ پر ڈالی ہے:﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾ (الحجر : ٩٩) ”اللہ کی عبادت کریں، یہاں تک کہ موت آجائے۔“ مفسرین کا اجماع ہے کہ یہاں ”یقین“ سے مراد موت ہے۔“

(شرح الشّفا : 513/2)

سوال: درج ذیل عبارت پر تبصرہ درکار ہے؟

❀ علامہ حسین احمد مدنی دیوبندی صاحب نے لکھا ہے:

”ہر جگہ میرے ساتھ ہے اور اس کی معیت بھی کما یلیق بشانہ ہے، ہماری معیتوں سے بالاتر اور نرالی ہے۔“

(سلوک طریقت، مکتوب: 169، ص 224)

جواب: اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر ہے، اس کا علم ہر شے کو محیط ہے، اللہ تعالیٰ کی معیت سے مراد اس کا علم اور قدرت ہے۔ اہل سنت والجماعت یہی کہتے ہیں۔

یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہمارے ساتھ ہے، اہل سنت والجماعت کے عقیدہ سے انحراف ہے۔

سوال: قرآن کریم میں محراب کا ذکر آیا ہے، اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: محراب سے مراد ایسا کمرہ ہے، جو گھر کے ایک طرف بنایا گیا ہو، جسے ہم حجرہ یا بیٹھک کہتے ہیں۔ یہاں مسجد والا محراب مراد نہیں۔

سوال: بھینس کی حلت پر کیا دلیل ہے؟

جواب: اصل حلت ہے، حرمت کے لیے دلیل چاہیے۔ بھیس کی حرمت پر دلیل نہیں، لہٰذا بھینس بالاجماع حلال ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ قُلْ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ ......﴾

(المائدة : ٤)

”(نبی!) وہ آپ سوال کرتے ہیں کہ ان کے لیے کیا کیا حلال ہے، کہہ دیجئے کہ تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال ہیں......۔“

پاکیزہ چیزوں میں بھینس بھی شامل ہے، کیونکہ اہل لغت کا اتفاق ہے کہ بھینس گائے کی جنس ہے۔ گائے حلال ہے، تو اس کی جنس بھی حلال ہے۔

کسی حلال جانور کی حلت پر دلیل مانگنا درست نہیں۔ دلیل ہمیشہ کسی جانور کی حرمت پر مانگی جائے گی۔ لہٰذا یہ کہنا کہ گائے کی حلت پر کیا دلیل ہے؟ درست نہیں۔ یہ کہنا کہ کتا حرام ہے، اس پر کیا دلیل ہے؟ درست ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ بھینس کو فقہ حنفی نے حلال قرار دیا ہے۔ یاد رہے کہ حلت وحرمت شرعی مسئلہ ہے، شریعت نے حلت وحرمت کا اختیار کسی فقیہ یا مجتہد کو نہیں دیا۔ البتہ فقہا اور مجتہدین دلائل شرعیہ سے کسی شے کی حرمت یا حلت ثابت کرتے ہیں۔

سوال: صفت ”خدع“ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا کیسا ہے؟

جواب: درست ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے ”خدع“ صفت ثابت ہے۔ یہ نسبت حقیقی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی فعلی صفت ہے، کما یلیق بشانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت خدع مخلوق کی طرح نہیں، نیز یہ اللہ تعالیٰ کے لیے مقابلۃً ثابت ہے، یعنی جب کسی کے خدع کا ذکر ہو، تو اس کے مقابلہ میں اللہ کی صفت خدع لائی گئی ہے۔ بغیر مقابلہ کے افراداً یہ نہیں کہہ سکتے کہ اللہ تعالیٰ ”خدع“ کرتا ہے یا وہ خادع ہے۔

سلف کے خلاف جہمیہ اور مرجئہ صفت خدع کی باطل تاویلات کرتے ہیں، جن کی کوئی حیثیت نہیں۔ صفات میں تاویلات درحقیقت ابلیسی فتنہ ہے، جس میں بڑے بڑے مبتلا نظر آتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ”خدع“ دینا بری صفت ہے، اس میں ظلم کا عنصر پایا جاتا

ہے، بھلا اللہ کو بری صفت کے ساتھ کیسے متصف کیا جا سکتا ہے؟

ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات اس کے شایان شان ہیں، مخلوق کے مشابہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا خدع ظلم سے پاک ہے، وہ اس کو خدع دیتا ہے، جو اپنے زعم میں اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتا ہے، درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ نہیں دے رہا، بلکہ خود ہی دھوکہ دے رہا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ بھی اسے خدع دیتا ہے، گویا اللہ تعالیٰ مقابلہ میں خدع دیتا ہے، پھر اس خدع میں بھی ظلم و جور نہیں پایا جاتا، بلکہ اللہ تعالیٰ اسے اس کے عمل کے مطابق خدع دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا خدع عدل و انصاف پر مبنی ہے، اس کی کیفیت ہمارے علم میں نہیں۔

غلطی اس وقت لگتی ہے، جب ہم اللہ تعالیٰ کی صفات کو مخلوق کی صفات کے مشابہ سمجھنے لگتے ہیں، پھر اشکال پیدا ہوتا ہے، جس بنا پر صفات کی تحریف و تعطیل کی جاتی ہے۔

جبکہ اہل سنت کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جتنی صفات بیان کی ہیں، اس میں وہ یکتا ہے، کوئی اس کا مثیل و نظیر اور شریک و سہیم نہیں۔

سوال: کیا ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے؟

جواب: اہل سنت والجماعت کا اجماع و اتفاق ہے کہ ایمان بڑھتا گھٹتا ہے۔ قرآن وحدیث کی نصوص اس پر دال ہیں۔

❀ علامہ ابن العطار رحمہ اللہ (۷۲۴ھ) ائمہ اہل سنت کا عقیدہ نقل کرتے ہیں:

أَجْمَعَ عُلَمَاءُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ عَلٰى أَنَّ الْإِيمَانَ قَوْلٌ وَعَمَلٌ، يَزِيدُ وَيَنْقُصُ.

''اہل سنت والجماعت کے علما کا اجماع ہے کہ ایمان قول و عمل ہے، یہ بڑھتا گھٹتا ہے۔''

(الاعتقاد الخالص، ص 229)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۳۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: بعض لوگ درج ذیل حدیث سے رقص کا جواز پیش کرتے ہیں، اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا فَسَمِعْنَا لَغَطًا وَصَوْتَ صِبْيَانٍ، فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا حَبَشِيَّةٌ تَزْفِنُ وَالصِّبْيَانُ حَوْلَهَا، فَقَالَ : يَا عَائِشَةُ تَعَالَيْ فَانْظُرِي، فَجِئْتُ فَوَضَعْتُ لَحْيَيَّ عَلٰى مَنْكِبِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلَيْهَا مَا بَيْنَ الْمَنْكِبِ إِلٰى رَأْسِهٖ، فَقَالَ لِي : أَمَا شَبِعْتِ، أَمَا شَبِعْتِ، قَالَتْ : فَجَعَلْتُ أَقُولُ لَا لِأَنْظُرَ مَنْزِلَتِي عِنْدَهٗ إِذْ طَلَعَ عُمَرُ، قَالَتْ : فَارْفَضَّ النَّاسُ عَنْهَا، قَالَتْ : فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنِّي لَأَنْظُرُ إِلٰى شَيَاطِينِ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ قَدْ فَرُّوا مِنْ عُمَرَ قَالَتْ : فَرَجَعْتُ .

”رسول اللہ ﷺ (میرے یہاں) تشریف فرما تھے، اسی اثنا ہمیں کوئی آواز

اور بچوں کا شور سنائی دیا، رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے، دیکھا تو حبشی عورت تھی، جو جنگی مشق کر رہی تھی، اس کے اردگرد بچے جمع تھے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عائشہ! ادھر آیئے اور یہ دیکھئے۔ میں آئی اور میں نے اپنے جبڑے رسول اللہ ﷺ کے مبارک کندھے پر رکھ لیے اور آپ ﷺ کے سر اور کندھوں کے درمیان سے سارا منظر دیکھنے لگی۔ (ایک وقت کے بعد) نبی کریم ﷺ نے مجھے فرمایا: کیا ابھی تک دل نہیں بھرا؟! تو میں نے کہا: ابھی نہیں، میں یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ نبی کریم ﷺ کو مجھ سے کتنی محبت ہے۔ اسی دوران سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نمودار ہوئے، تو (سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے منع کرنے پر) لوگ وہاں سے چلے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں شیطان نما انسانوں اور جنوں کو دیکھتا ہوں، وہ عمر سے ڈر کر بھاگ جاتے ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ پھر میں واپس آ گئی۔''

(سنن التّرمذي: 3691، السّنن الكبرىٰ للنّسائي: 8908، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح غریب'' کہا ہے۔

جواب: اس حدیث سے رقص کا جواز کشید کرنا درست نہیں۔ صوفیا وغیرہ جو رقص کرتے ہیں، یہ بالاجماع حرام ہے، اس کا کوئی شرعی جواز نہیں۔

❁ علامہ رشید احمد گنگوہی دیوبندی صاحب (۱۳۲۳ھ) کہتے ہیں:

لَيْسَتْ لَهَا مِنَ الْحَرَكَاتِ وَلَا الْأَصْوَاتِ وَالنَّغْمَاتِ مَا فِيهِ فِتْنَةٌ، وَأَنْتَ تَعْلَمُ أَنَّهَا كَانَتْ حَبَشِيَّةً، فَمِنْ أَيْنَ لَهَا وَجْهٌ تَفْتِنُ بِهِ النَّاسَ، ثُمَّ إِنَّ بَعْدَ ذٰلِكَ كُلِّهٖ كَانَتْ أَمَةً وَإِلَّا فَمَنْ لَهَا أَنْ

تَكُونَ بِالْمَدِينَةِ، فَلَيْسَ وَجْهُهَا وَكَفَّاهَا بَلْ وَلَا ذِرَاعَاهَا وَصَدْرُهَا وَرَأْسُهَا عَوْرَةً، فَقِيَاسُ رَقْصِ نِسَاءِ الْهِنْدِ عَلٰى رَقْصِ الْحَبَشِيَّةِ قِيَاسٌ لِلّٰهِ دَرُّ قَائِسِيهِ، أَسْلَمَهُمُ التَّفَقُّهُ زِمَامَهُ وَأَلْقٰى إِلَيْهِمُ الْفُتْيَا لِجَامَهُ.

''اس عورت (کی اچھل کود) میں ایسی کوئی حرکات، آوازیں یا نغمیں نہیں تھے، جو فتنہ پیدا کرتے اور آپ بخوبی جانتے ہیں کہ وہ عورت حبشیہ تھی، تو اس کا ایسا چہرہ تو نہ تھا، جو لوگوں کے لیے فتنہ پیدا کرے، پھر ان سب باتوں کے ساتھ ساتھ وہ عورت لونڈی تھی، ورنہ وہ مدینہ میں کیا کر رہی تھی۔ لہٰذا اس لونڈی کا چہرہ، ہتھیلیاں، بلکہ اس کی بازو، سینہ اور سر عورہ نہیں (کہ جسے ڈھانپنا ضروری ہو۔) لہٰذا ہندوستان کی رقاصاؤں کو حبشیہ کی اُچھل کود پر قیاس کرنا ایسا قیاس ہے، جس پر تعجب ہی کیا جا سکتا ہے۔ ایسا قیاس کرنے والے فقیہوں کو فقہ نے لگام دے اور فتویٰ ان کا منہ بند کرے۔''

(الكوكب الدّرّي على جامع التّرمذي : 4/410)

حدیث میں جو رقص یا ''زفن'' کا لفظ استعمال ہوا ہے، اس سے مراد جنگی مشکوں کی خاص چال ہے، جیسے پریڈ میں ہوتا ہے۔ دیگر احادیث اور اہل علم کی آراء سے یہی ثابت ہوتا ہے، ملاحظہ ہو؛

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كَانَ يَوْمَ عِيدٍ، يَلْعَبُ السُّودَانُ بِالدَّرَقِ وَالْحِرَابِ، فَإِمَّا سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِمَّا قَالَ : تَشْتَهِينَ تَنْظُرِينَ؟

فَقُلْتُ : نَعَمْ، فَأَقَامَنِي وَرَاءَهُ، خَدِّي عَلٰی خَدِّهٖ، وَهُوَ يَقُولُ : دُونَكُمْ يَا بَنِي أَرْفِدَةَ حَتّٰی إِذَا مَلِلْتُ، قَالَ : حَسْبُكِ؟ قُلْتُ : نَعَمْ، قَالَ : فَاذْهَبِي .

''عید کا دن تھا، حبشی ڈھالوں اور نیزوں کے ساتھ (جنگی کھیل) کھیل رہے تھے، یا تو میں نے سوال کیا تھا یا پھر رسول اللہ ﷺ نے خود فرمایا تھا، کیا آپ دیکھنے کی خواہش مند ہیں؟ میں نے عرض کیا : جی ہاں! آپ ﷺ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کیا، میرا رخسار آپ کے رخسار کے اوپر تھا، آپ ﷺ فرما رہے تھے : کھیلتے رہو، بنی ارفدہ! جب میں تھک گئی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: بس؟ عرض کیا: جی ہاں! فرمایا: اچھا جائیں۔''

(صحيح البخاري : 950، صحيح مسلم : 20/892)

❁ صحیح مسلم کے الفاظ ہیں:

جَاءَ حَبَشٌ يَزْفِنُونَ فِي يَوْمِ عِيدٍ فِي الْمَسْجِدِ .

''عید کے دن حبشی لوگ مسجد میں جنگی مشقیں کرنے لگے۔''

❁ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَتِ الْحَبَشَةُ يَزْفِنُونَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَرْقُصُونَ وَيَقُولُونَ : مُحَمَّدٌ عَبْدٌ صَالِحٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَا يَقُولُونَ؟ قَالُوا : يَقُولُونَ : مُحَمَّدٌ عَبْدٌ صَالِحٌ .

”حبشی نبی کریم ﷺ کے سامنے جنگی مشقیں کر رہے تھے اور رقص کرتے ہوئے کہہ رہے تھے: محمد ﷺ نیک آدمی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بتایا: یہ کہہ رہے ہیں کہ محمد کریم ﷺ نیک آدمی ہیں۔“

(مُسند الإمام أحمد: 152/3، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۵۸۷۰) نے صحیح قرار دیا ہے۔

❀ صحیح ابن حبان میں الفاظ ہیں:

يَتَكَلَّمُونَ بِكَلَامٍ لَّا يَفْهَمُهٗ.

”وہ ایسا کلام کر رہے تھے، جسے نبی کریم ﷺ سمجھ نہیں پا رہے تھے۔“

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

اِسْتَدَلَّ قَوْمٌ مِّنَ الصُّوْفِيَّةِ بِحَدِيْثِ الْبَابِ عَلٰى جَوَازِ الرَّقْصِ وَسَمَاعِ آلَاتِ الْمَلَاهِي، وَطَعَنَ فِيهِ الْجُمْهُورُ بِاخْتِلَافِ الْمَقْصِدَيْنِ، فَإِنَّ لَعِبَ الْحَبَشَةِ بِحِرَابِهِمْ كَانَ لِلتَّمْرِيْنِ عَلَى الْحَرْبِ، فَلَا يُحْتَجُّ بِهٖ لِلرَّقْصِ فِي اللَّهْوِ.

”صوفیا کے ایک گروہ نے اس حدیث سے رقص اور آلات موسیقی کے سماع پر استدلال کیا ہے، جمہور علما نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے، دونوں مقصد مختلف ہیں، کیونکہ حبشی تو جنگی مشق کے لیے نیزوں کے ساتھ کھیل رہے تھے، لہٰذا اس سے لہو ولعب میں رقص پر کوئی دلیل نہیں لی جا سکتی۔“

(فتح الباري: 553/6)

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

زَفْنُ الْحَبَشَةِ نَوْعٌ مِّنَ الْمَشْيِ ، يَفْعَلُ عِنْدَ اللِّقَاءِ لِلْحَرْبِ .

''حبشیوں کے رقص سے مراد ایک قسم کی چال ہے، جو جنگ میں دشمن سے ملاقات کے وقت چلی جاتی ہے۔''

(تلبيس إبليس :230/1)

❁ یہی بات علامہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) نے فرمائی ہے۔

(تفسير القرطبي : 215/15)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

مَعْنَاهُ يَرْقُصُونَ، وَحَمَلَهُ الْعُلَمَاءُ عَلَى التَّوَثُّبِ بِسِلَاحِهِمْ وَلَعِبِهِمْ بِحِرَابِهِمْ عَلٰى قَرِيْبٍ مِّنْ هَيْئَةِ الرَّاقِصِ لِأَنَّ مُعْظَمَ الرِّوَايَاتِ إِنَّمَا فِيهَا لَعِبُهُمْ بِحِرَابِهِمْ، فَيَتَأَوَّلُ هٰذِهِ اللَّفْظَةُ عَلٰى مُوَافَقَةِ سَائِرِ الرِّوَايَاتِ .

''اس کا معنی رقص ہے، علما نے اس سے اسلحہ کے ساتھ ان کا اچھلنا کودنا اور نیزوں کے ساتھ کھیلنا مراد لیا ہے، جو رقص کی کیفیت سے قریب ہوتا ہے۔ چونکہ اکثر روایات میں ان کے نیزوں کے ساتھ کھیلنے کا ذکر ہے، لہٰذا اس لفظ کی تفسیر باقی روایات کے مطابق کی جائے گی۔''

(شرح مسلم : 186/6)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ بَكَّرَ يَوْمَ السَّبْتِ فِي طَلَبِ حَاجَةٍ فَأَنَا الضَّامِنُ بِقَضَائِهَا .

''جو بروز ہفتہ علی الصبح کسی ضروری کام کی غرض سے نکلا، میں اس کا کام پورا ہونے کی ضمانت دیتا ہوں۔''

(تاریخ أصبهان لأبي نعیم :388/1، العِلَل المُتناهیة لابن الجوزي :327/1)

جواب: باطل روایت ہے۔

① محمد بن عبید اللہ عرزمی ضعیف ومتروک ہے۔

② سنید ابو کلدہ کے حالات زندگی نہیں ملے۔

③ جناب بن خشخاش غیر معروف ہے۔

سوال: درج ذیل واقعہ کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ امام بریلویت احمد رضا خان بریلوی صاحب نے لکھا ہے:

''حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبل بعثت حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یمن کو تاجرانہ جاتے تھے۔ایک پیرمرد عسقلان بن عواکر کے یہاں قیام فرماتے، وہ ان سے مکہ معظّمہ کا حال پوچھتے۔تم میں سے کوئی مشہور بلند چرچے والا پیدا ہوا، کسی نے تم پر تمہارے دین میں خلاف کیا؟ یہ انکار کرتے۔جب بعد بعثت اقدس گئے، پیرمرد نے کہا: میں تمہیں وہ بشارت دیتا ہوں کہ تمہارے لیے تجارت سے بہتر ہے۔اللہ تعالیٰ نے تمہاری قوم سے نبی برگزیدہ مبعوث فرمایا، ان پر اپنی کتاب اتاری، وہ اصنام سے روکتے اور اسلام کی بلاتے ہیں۔حق کا حکم دیتے اور اس کے فاعل ہیں۔باطل سے منع کرتے اور اس کے مبطل ہیں۔وہ ہاشمی ہیں اور تم اے عبد الرحمٰن! ان کے

مامون۔ جلد پلٹو اوران کی خدمت وتصدیق کرو اور یہ اشعار میری طرف سے ان کی بارگاہ والا میں پہنچاؤ۔ چند اشعار در بارہ تصدیق رسالت واظہار شوق وعذر پیرانہ سالی واستعانت سرکار عالی صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ کہے۔ ازاں جملہ یہ دو شعر؛

إِمَّا نَأَتْ بِي الدِّيَارُ بُعْدًا   فَأَنْتَ حَرْزِي وَمُسْتَرَاحِي

فَكُنْ شَفِيعِي إِلٰى مَلِيكٍ   يَدْعُو الْبَرَايَا إِلَى الصَّلَاحِ

جب کہ شہروں کو دوری فاصلہ نے بعید کر دیا، تو حضور میری پناہ اور مجھے راحت ملنے کی جگہ ہیں۔ تو حضور میرے شفیع ہوں، اس بادشاہ کے یہاں جو مخلوق کو نجات کی طرف بلاتا ہے۔

عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واپس آ کر یہ حال صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گزارش کیا، انہوں نے فرمایا: یہ محمد بن عبداللہ ہیں، جنہیں اللہ عزوجل نے اپنی تمام مخلوق کی طرف رسول کیا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ تم ان کے حضور حاضر ہو، یہ حاضر ہوئے۔ حضور اقدس ﷺ نے انہیں دیکھ کر تبسم فرمایا اور ارشاد ہوا: میں ایک سزاوار چہرہ دیکھتا ہوں، جس کے لیے خیر کی اُمید ہے۔ کہو، کیا خبر ہے؟ انہوں نے عرض کی: کیسی؟ فرمایا: پیام بھیجنے والے نے جو پیام ہمارے حضور بھیجا ہے، وہ امانت ادا کرو۔ سنتے ہو، اولاد حمیر خواص مؤمنین سے ہیں۔ عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سنتے ہی مسلمان ہوئے۔ پھر وہ اشعار حضور میں عرض کیے۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

رُبَّ مُؤْمِنٍ بِي وَمَا رَآنِي وَمُصَدِّقٌ بِي

وَمَا شَهِدَ زَمَانِي أُولٰئِكَ حَقًّا إِخْوَانِي

یعنی مجھ پر بعض ایمان والے ایسے ہیں، جنھوں نے مجھ کو دیکھا نہیں اور بعض لوگ میری تصدیق کرنے والے ہیں، ایسے ہیں، جن کو میرے پاس حضوری حاصل نہ ہوسکی، یہ لوگ میرے بھائی ہیں۔''

(الامن والعلٰی،ص237-238)

جواب: یہ واقعہ دلائل النبوۃ لقوام السنۃ اصبہانی (۲۳۹) اور تاریخ دمشق لابن عساکر (۳۵/۲۵۰۔۲۵۱) میں آتا ہے۔ یہ جھوٹا قصہ ہے۔

① عبداللہ بن علاء بن ابی نبقہ مجہول ہے۔

② عمارہ بن زید متروک ووضاع ہے۔

③ عبداللہ بن محمد بلوی وضاع ہے۔

④ عمر بن مدرک ابوحفص ضعیف وکذاب ہے۔

⑤ ابوالحسن علی بن عبدالحمید بن اسحاق عطار کے حالات زندگی نہیں ملے۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

لَكَ الْجَنَّةُ عَلَيَّ يَا طَلْحَةُ غَدًا .

''ابوطلحہ! کل (روز قیامت) آپ کے لیے جنت کا میں ضامن ہوں۔''

(فضائل الخُلفاء الراشدين لأبي نعيم : 238)

جواب: من گھڑت روایت ہے۔

① محمد بن عبداللہ بن سلیمان خراسانی کی من گھڑت روایت ہے۔

② عبداللہ بن نجی کے حالات زندگی نہیں ملے۔

③ زہری کا عنعنہ ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''من گھڑت'' قرار دیا ہے۔

(میزان الاعتدال : 605/3)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْوَضْعُ عَلَيْهِ ظَاهِرٌ.

''اس روایت کو من گھڑت ہونا واضح ہے۔''

(لسان المیزان : 246/7)

❀ اس کی دوسری سند بھی ہے۔

(المطالب العالية لابن حجر : 3992)

سند ضعیف ہے۔

① ولید بن مسلم تدلیس تسویہ کرتے تھے، آخر سند تک سماع کی صریح درکار ہے۔

② زہری کا عنعنہ ہے۔

❀ حافظ بوصیری رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(اتّحاف الخِيَرة المَهرة : 193/7)

سوال: درج ذیل عبارت کی کیا حقیقت ہے؟

❀ امام بریلویت احمد رضا خان بریلوی صاحب نے لکھا ہے:

''**عرض**: غوث ہر زمانہ میں ہوتا ہے؟

ارشاد: بغیر غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے۔''

(ملفوظات، حصہ سوم، ص15)

جواب: کفر والحاد ہے۔ شرعی نصاب میں غوث کا ذکر نہیں۔ کسی کو عالم کی تدبیر اور انتظام پر مامور نہیں کیا گیا، زمین وآسمان کو قائم کرنے والا ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ وَيُمْسِكُ السَّمَاءَ أَنْ تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا بِإِذْنِهِ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ﴾(الحجّ : ٦٥)

''(نبی!) کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے زمین کی ہر شے کو مسخر کر دیا ہے اور ان کشتیوں کو بھی مسخر کر دیا ہے، جو اللہ کے حکم سے دریاؤں میں تیرتی پھرتی ہیں۔ وہ آسمان کو تھامے ہوئے ہے، کہ اس کے اذن کے بغیر وہ زمین پر نہ گرے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر شفیق اور مہربان ہے۔''

❁ نیز فرمان الٰہی ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُولَا وَلَئِنْ زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِنْ بَعْدِهِ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا﴾(فاطر : ٤١)

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے، کہ وہ اپنی حد سے ہٹیں، اگر وہ زمین وآسمان ہٹ بھی جائیں، تو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی انہیں روک نہیں سکے گا، بلاشبہ وہ بردبار اور معاف کرنے والا ہے۔''

سوال: درج ذیل عبارت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

❁ امام بریلویت احمد رضا خان بریلوی صاحب نے لکھا ہے:

”عرض: غوث کے انتقال کے بعد درجہ غوثیت پر کون مامور ہوتا ہے؟

ارشاد: غوث کی جگہ امامین سے غوث کر دیا جاتا ہے اور امامین کی جگہ اوتاد اربعہ سے اور اوتاد کی جگہ بدلا سے، بدلا کی جگہ ابدال سبعین سے اور ان کی جگہ تین سو نقباء، پھر اولیاء سے اور اولیاء کی جگہ عامہ مؤمنین سے کر دیا جاتا ہے، کبھی بلا لحاظ ترتیب کافر کو مسلمان کر کے بدل کر دیتے ہیں، ان کا رتبہ ابدال سے زیدہ ہے۔“

(ملفوظات، حصہ اول، ص 117)

جواب: یہ کفر والحاد ہے، جو گمراہ صوفیا سے صادر ہوتا ہے، جسے امام بریلویت نے اپنا دین وایمان بنالیا ہے۔ اہل سنت والجماعت اس سے ناواقف ہیں۔ اس طرح کی خرافات کسی دین دار کو زیبا نہیں۔ یہ سب رجم بالغیب ہے۔

سوال: درج ذیل عبارت کا جائزہ مطلوب ہے؟

❀ امام بریلویت احمد رضا خان بریلوی صاحب نے لکھا ہے:

”عرض: جاہل فقیر کا مرید ہونا شیطان کا مرید ہونا ہے؟

ارشاد: بلا شبہ۔“

(ملفوظات، حصہ دوم، ص 224)

جواب: مروجہ پیری فقیری کا اسلام میں تصور نہیں۔ یہ خانقاہی نظام کی ایجاد ہے۔ اکثر خانقاہوں پر جاہل ڈھیرے ڈالے ہوئے ہیں۔ دنیا ان کی مرید ہے، یقیناً اس جاہل کا مرید ہونا شیطان کا مرید ہونا ہے۔

سوال: سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

”اصل سے خطا نہیں، کم اصل سے وفا نہیں۔“

اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس قول سے بری ہیں۔ ہمارے ائمہ نے سچ فرمایا کہ جتنا جھوٹ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا گیا، اتنا کسی کی طرف منسوب نہیں کیا گیا۔ روافض بے دریغ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کی طرف جھوٹ منسوب کرتے ہیں۔ اہل سنت عوام ان جھوٹے اقوال کو اقوال زریں سمجھ کر لے لیتے ہیں۔

سوال: کیا غیر محرم عورتوں کے سلام کا جواب دیا جا سکتا ہے؟

جواب: دے سکتے ہیں۔ دلائل شرعیہ اس پر شاہد ہیں۔

سوال: بعض جاہل لوگ صوفیا اور مجذوبین کی کفریہ عبارات کی تاویل کرتے ہیں، اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: گمراہ صوفیوں اور مجذوبین کی زبان پر شیطان بولتا ہے، یہ نجس بلکہ انجس ہیں، خلاف شریعت باتیں بکتے رہتے ہیں، بعض جاہل انہیں معذور سمجھ کر ان کے کلمات کی تاویل کرتے ہیں، بھلا شیطان کی باتوں کی بھی تاویل ہوتی ہے؟!

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الْمُتَعَبِّدُ بِغَيْرِ فِقْهٍ كَالْحِمَارِ فِي الطَّاحُونَةِ .

”بغیر فقہ کے عبادت کرنے والا اس گدھے کی مانند ہے، جو چکی کے گرد گھومتا ہے۔“

(كتاب المَجروحين لابن حبان : 302/2، حِلية الأولياء لأبي نعيم : 219/5)

جواب: سند جھوٹی ہے۔

① محمد بن ابراہیم بن علاء منکر الحدیث اور کذاب ہے۔

محمد بن ابراہیم کی متابعت نعیم بن حماد نے کی ہے۔

(الكامل لابن عدي : 256/8)

نعیم کثیر الاوہام ہے۔ ان کی خطا پر مبنی روایات کو امام ابن عدی رحمہ اللہ نے ذکر کر دیا ہے۔ مذکورہ روایت بھی ان میں شامل ہے۔ لہٰذا یہ روایت نعیم بن حماد کی خطا ہے۔

② بقیہ بن ولید تدلیس تسویہ کرتے ہیں، سند کے آخر تک سماع نہیں۔

③ خالد بن معدان کا سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں ہوا۔

❀ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ لَا يَصِحُّ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

”یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔“

(المَوْضوعات :262/1)

سوال: مردوں کے پیچھے عورتوں کی صفیں ہیں، آنے والے مرد کیا کریں گے، جبکہ مردوں کی صفیں مکمل ہو چکی ہیں اور مردوں اور عورتوں کی صف میں فاصلہ نہیں ہے؟

جواب: عذر ہے، اس بنا پر مرد عورتوں کی صفوں کے پیچھے صف بندی کریں گے، اگر ممکن ہو سکے، تو عورتوں کی صف کو پیچھے کر دیا جائے، اس جگہ مرد صف بندی کر لیں۔

یہ سب مجبوری کی بنا پر ہے، ورنہ اصل یہی ہے کہ مردوں کی صف عورتوں کے آگے ہو گی۔ واللہ اعلم!

سوال: ایسی فیملی جس کا چلن اچھا نہیں، اسے مکان کرایہ پر دینا کیسا ہے؟

جواب: دیا جا سکتا ہے۔

سوال: کہتے ہیں کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بلی جنت میں جائے گی، اس کی کیا

حقیقت ہے؟

جواب: بے دلیل بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت اپنے بندوں کے لیے تیار کی ہے، نہ کہ جانوروں کے لیے۔ جو جانور یا پرندے جنت میں ہوں گے، وہ اہل جنت کے استعمال کے لیے ہوں گے۔

سوال: التحیات کی جگہ فاتحہ پڑھ دی، کیا کرے گا؟

جواب: سجدہ سہو کر لے۔

سوال: نماز کے سجدہ میں سجدہ شکر کی نیت کر لے، تو کوئی حرج تو نہیں؟

جواب: سجدہ شکر مستقل عمل ہے، کوئی سجدہ کسی سجدہ کو کفایت نہیں کرتا۔

سوال: امام ضامن باندھنا کیسا ہے؟

جواب: روافض کا دین ہے، واضح شرک ہے۔

سوال: کسی کو داتا، دستگیر، غوث اور غریب نواز کا نام دینا کیسا ہے؟

جواب: جائز نہیں، حرام ہے۔ یہ سب اہل کفر اور اہل رفض کی ایجاد ہے۔ ان ناموں پر اللہ نے کوئی برہان نہیں اُتاری۔ یہ مشرکین اور کافر قوموں کی نقالی ہے۔ وہ بھی اپنے معبودان باطلہ کو لات ومنات اور عزیٰ کے نام دیتے تھے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمُ الْهُدٰى﴾ (النّجم : ٢٣)

”یہ تو فقط نام ہے، جو تم نے اور تمہارے آباء واجداد نے رکھے ہیں، ان کے

بارے میں اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اتاری۔ وہ صرف گمان اور خواہش کی پیروی کرتے ہیں، جبکہ ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آچکی ہے۔''

سوال: عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں، کیا کھاتے پیتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی قدرت سے آسمانوں پر زندہ رکھا ہوا ہے، وہ کیا کھاتے پیتے ہیں، یہ سب اللہ کے علم میں ہے، ہمیں ایسی باتوں میں پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

سوال: صحابہ کی تعداد کتنی ہے؟

جواب: صحابہ کی صحیح تعداد کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ بعض ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ بتاتے ہیں، بعض ایک لاکھ چوالیس ہزار بتاتے ہیں، اس پر کوئی ٹھوس دلیل نہیں۔

سوال: کیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر ہیں؟

جواب: بے دلیل بات ہے، یہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شان میں غلو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی نظیر نہیں۔

سوال: بعض لوگ چپ کا روزہ رکھتے ہیں، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: یہ شیطان کی پیروی ہے۔ ہر وقت چپ رہنا بیمار ذہن آدمی کا کام ہے۔ عقل مند کو اللہ تعالیٰ نے زبان دی ہے، وہ کلام کرتا ہے۔ چپ کا روزہ رکھنا وہ دین ہے، جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اختیار نہیں کیا، نیز اسلاف اُمت اس سے ناواقف تھے، بھلا یہ دین کیسے؟

البتہ حدیث نبوی میں فضول گوئی سے بچنے اور خیر اور بھلائی کی باتیں کرنے کا کہا گیا ہے۔ خیر و بھلائی پر مبنی باتیں بھرپور کہی جاسکتی ہیں۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ.

''جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، وہ اچھی بات کرے یا خاموش رہے، جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، وہ پڑوسی کا احترام کرے اور جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، وہ مہمان کا اکرام کرے۔''

(صحيح البخاري : 6475، صحيح مسلم : 47)

یہ حدیث نص صریح ہے کہ وہی بات کہنی چاہیے، جو بھلی اور خیر کی حامل ہو اور جس کی مصلحت واضح ہو، اگر اس کی مصلحت میں شک ہو، تو بات نہ کرنا ہی بہتر ہے۔

سوال: مرغی پانی میں چونچ ڈال دے، تو کیا پانی مکروہ ہو جاتا ہے؟

جواب: مکروہ نہیں ہوتا۔

سوال: خلافت راشدہ کی انتہا کیا ہے؟

جواب: خلفائے راشدین چار ہیں، جنہیں زبان نبوت سے خلفائے راشدین مہدیین کہا گیا۔ وہ سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہم ہیں۔

سوال: کیا عالم کی زیارت کرنے پر ثواب ہے؟

جواب: علمائے حق سے محبت در حقیقت دین حق سے محبت ہے۔ علما کی زیارت باعث ثواب ہے، گناہوں کی معافی کا موجب ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ رَجُلًا زَارَ أَخًا لَهُ فِي قَرْيَةٍ أُخْرٰى، فَأَرْصَدَ اللّٰهُ لَهُ، عَلٰى مَدْرَجَتِهِ مَلَكًا فَلَمَّا أَتٰى عَلَيْهِ، قَالَ : أَيْنَ تُرِيدُ؟ قَالَ : أُرِيدُ أَخًا لِي فِي هٰذِهِ الْقَرْيَةِ، قَالَ : هَلْ لَكَ عَلَيْهِ مِنْ نِعْمَةٍ تَرُبُّهَا؟ قَالَ : لَا، غَيْرَ أَنِّي أَحْبَبْتُهُ فِي اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، قَالَ : فَإِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكَ، بِأَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَبَّكَ كَمَا أَحْبَبْتَهُ فِيهِ .

''ایک آدمی اپنے بھائی کی ملاقات کے لئے دوسرے گاؤں میں گیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس کی راہ میں ایک فرشتہ کھڑا کر دیا، جب وہ وہاں پہنچا، تو اس فرشتے نے پوچھا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ وہ کہنے لگا: اس گاؤں میں میرا ایک بھائی رہتا ہے، میں اس سے ملنے جا رہا ہوں، فرشتے نے کہا کہ اس کا آپ پر کوئی احسان ہے، جسے نبھانے کے لئے آپ اس کے پاس جا رہے ہیں؟ وہ کہنے لگا: نہیں، اس کا مجھ پر کوئی احسان نہیں، میں صرف اللہ کی رضا کے لئے اس کی زیارت کرنے جا رہا ہوں، تو فرشتے نے کہا کہ میں اللہ کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں اور اللہ تعالیٰ بھی آپ سے محبت کرتا ہے، جس طرح آپ اس سے اللہ کے لئے محبت کرتے ہیں۔''

(صحیح مسلم : 2567)

سوال: بعض لوگوں کو کہتے سنا گیا کہ ہم علی سرکار کے کتے ہیں، اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان احسن تقویم میں ڈھالا ہے، اسے عزت دی، اس کی ہدایت کے لیے قرآن کریم جیسی کتاب مبین نازل کی، محمد کریم ﷺ جیسے راہنما بھیجے، اس دین کے فہم کے لیے اصحاب رسول ﷺ پیدا کیے۔

اس کے باوجود اگر کوئی اپنے آپ کو انسانیت کے مرتبے سے اسفل سافلین میں گرنا چاہتا ہے، تو اس کی بدنصیبی ہے۔

یہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شان میں غلو ہے۔ یہ گندے لوگوں کا دین ہے۔ ہمیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے عقیدت و محبت رکھنی چاہیے، ان کی ہستی کو حرز جان بنانا چاہیے، ان کی سیرت کو اپنانا چاہیے، نہ کہ کلب علی نام رکھنا چاہیے، نہ ہی علی سرکار کا کتا کہنا چاہیے۔ یہ جھوٹی عقیدت ہے، جس کی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاں کوئی حیثیت نہیں، نہ کہ اللہ کے مؤمن بندے اسے روا سمجھتے ہیں۔

سوال: ایک آدمی شہد کا کاروبار کرتا ہے، کتنے من شہد پر عشر دے گا؟

جواب: فارمی شہد پر عشر نہیں۔

❀ **امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:**

لَيْسَ فِي وُجُوبِ صَدَقَةِ الْعَسَلِ خَبَرٌ ثَابِتٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا إِجْمَاعٌ فَلَا زَكَاةَ فِيهِ .

”شہد کی زکوۃ کے واجب ہونے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ثابت حدیث یا اُمت کا اجماع نہیں، لہٰذا شہد پر زکوۃ نہیں۔“

(الإشراف : 34/3)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ **سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:**

رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَالَ، ثُمَّ جَاءَ حَتّٰى تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ، وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى خُفِّهِ

الْآيْمَنِ، وَيَدَهُ الْيُسْرَى عَلٰى خُفِّهِ الْآيْسَرِ، ثُمَّ مَسَحَ أَعْلَاهُمَا مَسْحَةً وَّاحِدَةً، حَتّٰى كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلٰى أَصَابِعِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْخُفَّيْنِ .

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ ﷺ نے پیشاب کیا، پھر تشریف لائے اور وضو کیا، (وضو میں) موزوں پر مسح کیا، اپنا دایاں ہاتھ مبارک دائیں موزے پر اور بایاں ہاتھ مبارک بائیں موزے پر رکھا، پھر ان کے اوپر والے حصے پر ایک مرتبہ مسح کیا، (مجھے پوری طرح یاد ہے،) گویا میں رسول اللہ ﷺ کے انگلیوں کے نشانات موزوں پر دیکھ رہا ہوں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 1957)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① صالح بن رستم ابو عامر خزاز کثیر الخطا ہے۔

② حسن بصری مدلس ہیں، ان کا سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

✿ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ . ''یہ حدیث غیر معروف ہے۔''

(التّنبيه على أحاديث الهداية والخلاصة، ص 85)

✿ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ نے ''غریب'' کہا ہے۔

(نصب الرّاية :180/1)

✿ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے منقطع کہا ہے۔

(الدّراية :79/1)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۳۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: بعض کہتے ہیں کہ جن چیزوں پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے، ان میں گوشت کھانا حرام ہے، باقی اشیاء کھائی جا سکتی ہیں، اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: جس چیز کو غیر اللہ کی طرف منسوب کر دیا جائے، وہ حرام ہے، خواہ کوئی بھی چیز ہو، اس کا کھانا حرام ہے۔

مخلوق کے نام پر جانور ذبح کیا یا کوئی شیرینی دی جائے، بہر صورت ناجائز اور غیر اسلامی عمل ہے۔ اللہ کے علاوہ کسی کی تعظیم و تقرب کے لیے نذر ماننا حرام ہے اور اسے کھانا ممنوع ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ نے حرام چیزوں کے بیان میں فرمایا:

﴿وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ (البقرة : ۱۷۳)

''جو چیز اللہ کے علاوہ کسی اور کے نام (بہ نیت عبادت و تعظیم) منسوب ہو۔''

یہ آیت کریمہ عام ہے، ہر شے کو شامل ہے، جسے تقرب و تعظیم اور عبادت کی نیت سے غیر اللہ کی طرف منسوب کر دیا جائے۔ مثلاً اگر کوئی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نام کی شیرینی تقسیم کرے، تو مسلمان کے لیے اسے کھانا جائز نہیں، بلکہ حرام ہے۔ اسی طرح اگر کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی نبی، ولی یا پیر کی نذر ماننے اور شیرینی یا کوئی کھانے کی چیز تقسیم کرے، تو اس کا حکم بھی وہی ہوگا، جو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نذرانے کا ہے۔

۞ عالمِ اسلام کے عظیم سکالر، ممتاز اہل حدیث عالم، علامہ، ڈاکٹر شمس الدین، سلفی، افغانی رحمہ اللہ (۱۴۲۰ھ) فرماتے ہیں:

''علمائے احناف نے اس شبہے کا جواب یہ دیا ہے کہ غیر اللہ کی نذر ماننے میں اعتبار نیت کا ہوگا، نہ کہ نذر کیے گئے جانور کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام ذکر کرنے کا۔ جس شخص نے کسی میت کے لیے گائے نذر مانی تو وہ محض نذر کرنے ہی سے مشرک ہو جائے گا، خواہ اسے ذبح کرتے وقت اس میت کا نام لے یا نہ لے۔ اعتبار تو اس نذر ماننے والے کی نیت کا ہے جو اس میت کا تقرب حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس نذر کے ذریعے میت سے مشکلات دُور کرنے اور بھلائیاں قریب کرنے کا طالب ہے، کیونکہ ﴿وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ (البقرۃ:۱۷۳)''جسے غیر اللہ کے لیے پکارا جائے۔''﴿وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ﴾ (المائدۃ:۳، والنحل:۱۱۵)''جسے غیر اللہ کے لیے پکارا جائے۔'' ﴿أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ﴾ (الانعام:۱۴۵)''یا وہ فسق ہو کہ اس پر اللہ کے علاوہ کسی اور کا نام پکارا گیا ہو۔'' ان سب فرامین باری تعالیٰ میں غیر اللہ کے لیے پکارا جانا عام ہے، اسے غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ جس چیز پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے، وہ بسا اوقات مشروبات، ملبوسات یا عطریات سے تعلق رکھتی ہے، بلکہ بسا اوقات معدنیات، مثلاً سونا، چاندی، یاقوت و مرجان وغیرہ کی ہوتی ہے اور کبھی تو کھانے کی ایسی چیز ہوتی ہے، جسے ذبح کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی، جیسا کہ مچھلی، تیل، گھی اور شہد وغیرہ (تو کیا غیر اللہ کی ایسی نذر جائز ہو جائے گی؟)۔ اِہلال کا معنی آواز بلند کرنا ہے،

ذبح کرنا نہیں۔ جس کا دعویٰ ہے کہ فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ سے مراد وہ جانور ہے جس پر بوقتِ ذبح غیر اللہ کا نام لیا جائے، اس نے بڑی فحش غلطی کی ہے اور قرآنِ کریم کی ایک مطلق آیت کو بغیر کسی دلیل کے مقید اور ایک عام آیت کو بغیر دلیل کے خاص کر دیا ہے، اس نے عربی زبان میں ایسی بات شامل کرنے کی کوشش کی ہے، جسے عرب جانتے تک نہیں۔ اہل عرب کے ہاں اہلال ذبح کے معنی میں نہیں ہوتا۔ بعض مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں جو یہ کہا ہے کہ ایسا جانور جو بتوں اور طاغوتوں کے لیے ذبح کیا جائے۔..... تو انھوں نے اس لفظ کا پورا لغوی معنی نہیں کیا، بلکہ ان کا مقصود اس آیتِ کریمہ میں مراد لی گئی چیزوں میں سے ایک چیز بیان کرنا تھا، کیونکہ پہلی امتوں کے مشرکین جب کسی جانور کو اپنے معبودوں کے لیے نذر کرتے تھے تو عموماً اسے انہی معبودوں کا نام لے کر ذبح کرتے تھے۔ اس امت کے قبر پرست اپنی قبر پرستی کے لیے حیلہ کرتے ہوئے اولیا کی نذر کیے گئے جانور کو ظاہری طور پر اللہ کے نام پر ذبح کر دیتے ہیں، لیکن درحقیقت یہ جانور اسی مردہ ولی کے نام پر ذبح ہوتا ہے۔ یہ لوگ اگرچہ ظاہری طور پر زبان سے اس ولی کا نام نہیں لیتے، لیکن ان کے دلوں میں اس جانور کو ذبح کرنے سے پہلے، ذبح کرتے وقت اور ذبح کرنے کے بعد اسی کا ذکر ہوتا ہے۔ ان کا اس جانور کو میت کی نذر کرنا، دل میں جانور کو اس میت سے منسوب کرنا، جانور کا نذرانہ پیش کر کے اس ولی کے تقرب کے حصول کی کوشش اور اس سے مصائب دُور کرنے اور آسائشوں کو قریب لانے کی فریاد کرنا، یہ سب چیزیں اس بات کی

واضح دلیل ہیں۔ معلوم ہوا کہ جب جانور کو غیر اللہ کی نذر کیا گیا ہو، اس وقت زبانی طور پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اللہ کا نام لے کر ذبح کرنا تو قبر پرستی کا ایک حیلہ ہے، جو انہیں شرک کرنے اور حرام کھانے سے بری نہیں کر سکتا، کیونکہ اعتبار تو نیت کا ہے نہ کہ زبانی اللہ کا نام لے کر ذبح کرنے کا۔ ایسی نذر ماننے والا مشرک ہے اور ایسا نذر کیا گیا جانور حرام ہے، اگرچہ ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا جا رہا ہے۔''

(جُهود علماء الحنفيّة في إبطال عقائد القبوريّة : 3/1561-1562)

ممنوع کھانے میں ذبیحہ کی تخصیص کرنا تحکم محض ہے، اہل سنت والجماعت میں کوئی بھی اس کا قائل وفاعل نہیں۔ اس حوالہ سے دو ضعیف اثر بھی پیش کیے جاتے ہیں، جن کے احوال درج ذیل ہیں۔

❀ سیدنا ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ لَهٗ سُكَّانٌ مَّجُوسٌ، فَكَانُوا يُهْدُونَ لَهٗ فِي النَّيْرُوزِ، وَالْمِهْرَجَانِ، فَكَانَ يَقُولُ لِأَهْلِهِ : مَا كَانَ مِنْ فَاكِهَةٍ فَكُلُوهُ، وَمَا كَانَ مِنْ غَيْرِ ذٰلِكَ فَرُدُّوهُ.

''آپ رضی اللہ عنہ کے یہاں مجوسی باشندے تھے، وہ آپ رضی اللہ عنہ کو نیروز اور مہرجان (دو عیدوں کے نام) کے دن تحفہ بھیجتے تھے، تو آپ رضی اللہ عنہ اپنے اہل خانہ سے فرمایا کرتے تھے: ان میں سے پھل کھالیں اور باقی چیزیں واپس کر دیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 24372)

سند ضعیف ہے۔ حسن بن حکیم کی والدہ اور سیدنا ابو برزہ رضی اللہ عنہ کی مولاۃ کے حالات

زندگی نہیں ملے۔

❁ ابوظبیان حصین بن جندب رحمہ اللہ سے مروی ہے:

إِنَّ امْرَأَةً سَأَلَتْ عَائِشَةَ، قَالَتْ : إِنَّ لَنَا أَطْيَارًا مِّنَ الْمَجُوسِ، وَإِنَّهُ يَكُونُ لَهُمُ الْعِيدُ فَيُهْدُونَ لَنَا، فَقَالَتْ : أَمَّا مَا ذُبِحَ لِذٰلِكَ الْيَوْمِ فَلَا تَأْكُلُوا، وَلٰكِنْ كُلُوا مِنْ أَشْجَارِهِمْ.

''ایک خاتون نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا: مجوس اپنی عید کے دن ہمیں پرندوں کا گوشت تحفہ میں دیتے ہیں (ہمارے لیے کیا حکم ہے؟) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جو اس دن کے لیے ذبح کیے جائیں، وہ مت کھائیں، البتہ ان کے درخت اور پودوں سے (پھل وسبزیاں) کھا سکتے ہیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :24371)

سند ضعیف ہے۔

① قابوس بن ابی ظبیان ضعیف ہے۔

② ابوظبیان حصین بن جندب کا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سماع معلوم نہیں۔

دونوں آثار ضعیف ہیں، اس کے ساتھ ساتھ ان کا غیر اللہ کی نذر ونیاز سے کوئی تعلق نہیں۔ اہل مجوس کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے، مگر ان کا ذبیحہ حلال نہیں، خواہ وہ غیر اللہ کے نام پر ذبح کریں یا عام کھانے کے لیے۔ دونوں صورتوں میں حرام ہے، اس پر اہل علم کا اجماع ہے، لہٰذا ان کا ذبح کیا ہوا گوشت بطور ہدیہ بھی قبول کرنا جائز نہیں۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

قُبُولُ هَدِيَّةِ الْكُفَّارِ مِنْ أَهْلِ الْحَرْبِ وَأَهْلِ الذِّمَّةِ مَسْأَلَةٌ مُسْتَقِلَّةٌ

بِنَفْسِهَا؛ فِيهَا خِلَافٌ وَتَفْصِيلٌ لَيْسَ هٰذَا مَوْضِعُهُ، وَإِنَّمَا يَجُوزُ أَنْ يُؤْكَلَ مِنْ طَعَامِ أَهْلِ الْكِتَابِ فِي عِيدِهِمْ، بِابْتِيَاعٍ أَوْ هَدِيَّةٍ، أَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا، لَمْ يَذْبَحُوهُ لِلْعِيدِ، فَأَمَّا ذَبَائِحُ الْمَجُوسِ، فَالْحُكْمُ فِيهَا مَعْلُومٌ، فَإِنَّهَا حَرَامٌ عِنْدَ الْعَامَّةِ .

''حربی اور ذمی کفار کا ہدیہ قبول کرنا ایک مستقل مسئلہ ہے، جس میں اختلاف اور تفصیل ہے، جنہیں بیان کرنے کا یہ موقع نہیں۔ اہل کتاب کی عیدوں کے دن کوئی شے خرید کر یا بطور ہدیہ وصول کر کے کھانا جائز ہے یا کوئی بھی ایسی شے، جو انہوں نے اپنی عید کے لیے ذبح نہ کیا ہو (اسے بھی کھانا جائز ہے)۔ باقی مجوس کے ذبیحوں کے بارے میں حکم معلوم ہے، یعنی یہ سارے کے سارے علما کے ہاں حرام ہے۔''

(اقتصاء الصّراط المُستقيم : 52/2)

سوال: درج ذیل عبارت کی کیا حقیقت ہے؟

❀ صاحب ہدایہ علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی (۵۹۳ھ) نے لکھا ہے:

إِنَ خُبَيْبًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ صَبَرَ عَلٰى ذٰلِكَ حَتّٰى صُلِبُ وَسَمَّاهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدَ الشُّهَدَاءِ، وَقَالَ فِي مِثْلِهِ : هُوَ رَفِيقِي فِي الْجَنَّةِ .

''سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ نے اس (اسلام پر مجبور کیے جانے پر) پر صبر کیا، یہاں تک کہ انہیں سولی چڑھا دیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سید الشہداء کا لقب

دیا، نیز انہی کے بارے میں فرمایا: وہ جنت میں میرے رفیق ہوں گے۔''

(الهداية : 277/3)

جواب: صاحب ہدایہ نے اس عبارت میں تین باتیں کہی ہیں؛

① سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ کا سولی چڑھایا گیا۔

② نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سید الشہداء فرمایا۔

③ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں اپنا رفیق قرار دیا۔

صاحب ہدایہ کی تینوں باتیں بے دلیل ہیں۔ سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ کو شہید ضرور کیا گیا، مگر سولی چڑھانا ثابت نہیں۔

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ (۷۶۲ھ) فرماتے ہیں:

قَتْلُ خُبَيْبٍ فِي صَحِيحِ الْبُخَارِيِّ فِي مَوَاضِعَ، وَلَيْسَ فِيهِ أَنَّهُ صُلِبَ، وَلَا أَنَّهُ أُكْرِهَ، وَلَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمَّاهُ سَيِّدَ الشُّهَدَاءِ، وَلَا قَالَ فِيهِ: هُوَ رَفِيقِي فِي الْجَنَّةِ.

''سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ذکر صحیح بخاری میں کئی جگہ ہے، مگر اس میں یہ ذکر نہیں کہ انہیں سولی دیا گیا، نہ انہیں (اسلام چھوڑنے پر) مجبور کیا گیا، نہ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ کو سید الشہداء کہا ہو، نیز یہ بھی ثابت نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبیب رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا ہو: وہ جنت میں میرے رفیق ہوں گے۔''

(نصب الراية : 159/4)

❀ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ (۷۵۰ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ .

”یہ (سب باتیں) میرے علم میں نہیں۔“

(التّنبيه على أحاديث الهداية والخلاصة، ص 549)

سوال: امام خطبہ جمعہ کے لیے منبر پر بیٹھ جائے، دوران خطبہ آنے والا دو رکعت پڑھ کر بیٹھے گا؟

جواب: دوران خطبہ آنے والا دو رکعت پڑھے گا۔ اس پر کئی صحیح احادیث اور ائمہ کی تصریحات شاہد ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ خطبہ شروع ہونے کے بعد آنے والا کچھ پڑھے بیٹھ جائے گا، یہ مؤقف صریح احادیث کے خلاف ہے، البتہ جس نے امام کے منبر پر بیٹھنے سے پہلے کچھ رکعات پڑھ لی ہیں، وہ دوران خطبہ نماز نہیں پڑھے گا، بلکہ مکمل توجہ سے امام کا خطبہ سماعت کرے گا۔

بعض دوران خطبہ آنے والے دو رکعتوں سے منع کرتے ہیں اور درج ذیل دلائل سے استدلال کرتے ہیں، ہم ان روایات کی استنادی حیثیت بیان کر دیتے ہیں، ملاحظہ ہو:

❀ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ وَالْإِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَلَا صَلَاةَ وَلَا كَلَامَ، حَتّٰى يَفْرُغَ الْإِمَامُ .

”جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہو اور امام منبر پر چڑھ چکا ہو، تو امام کے (خطبہ سے) فارغ ہونے تک کوئی نماز اور کلام نہیں۔“

(المُعجم الكبير للطّبراني : 13708)

سند ضعیف ہے۔

① ایوب بن نہیک ضعیف ومنکر الحدیث ہے۔

② یحییٰ بن عبداللہ بابلتی ضعیف ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

إِنَّهُمَا كَانَا يَكْرَهَانِ الصَّلَاةَ وَالْكَلَامَ بَعْدَ خُرُوجِ الْإِمَامِ.

''سیدنا عبداللہ بن عباس اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم امام کے تشریف لانے کے بعد نماز پڑھنا اور کلام کرنا ناپسند کرتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 5175)

سند ضعیف ہے۔حجاج بن ارطاۃ ضعیف و مدلس ہے۔

❀ امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

خُرُوجُ الْإِمَامِ يَقْطَعُ الصَّلَاةَ، وَكَلَامُهُ يَقْطَعُ الْكَلَامَ.

''امام کا خطبہ کے لیے تشریف لانا نماز کو ختم کر دیتا ہے اور اس کا خطبہ شروع کرنا کلام سے روک دیتا ہے۔''

(موطأ الإمام مالك : 103/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ ثعلبہ بن ابی مالک مدنی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ قُعُودَ الْإِمَامِ يَقْطَعُ السَّبْحَةَ وَأَنَّ كَلَامَهُ يَقْطَعُ الْكَلَامَ وَأَنَّهُمْ كَانُوا يَتَحَدَّثُونَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَعُمَرُ جَالِسٌ عَلَى الْمِنْبَرِ فَإِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ قَامَ عُمَرُ فَلَمْ يَتَكَلَّمْ أَحَدٌ حَتّٰى يَقْضِيَ الْخُطْبَتَيْنِ كِلْتَيْهِمَا فَإِذَا قَامَتْ الصَّلَاةُ وَنَزَلَ عُمَرُ تَكَلَّمُوا.

''امام کا منبر پر بیٹھنے سے نفل نماز کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور امام کا خطبہ باتوں کو

روک دیتا ہے۔ (عہد فاروقی میں) لوگ جمعہ کے دن (خطبہ جمعہ سے پہلے) آپس میں باتیں کر لیتے تھے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ منبر پر براجمان ہوتے تھے، پھر جب مؤذن اذان مکمل کرتا، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خطبہ کے لیے کھڑے ہو جاتے، پھر دونوں خطبے مکمل ہونے تک کوئی شخص بات چیت نہ کرتا تھا، جب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ منبر سے نیچے اترتے اور نماز قائم کر دی جاتی، تو لوگ آپس میں بات کر لیتے تھے۔''

(الأم للشّافعي: 227/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

(خلاصة الأحكام: 808/2، المَجموع: 550/4)

ان آثار میں جس کے لیے نفل نماز سے روکا گیا ہے، اس سے مراد وہ شخص ہے، جو پہلے ہی مسجد میں موجود ہے اور نوافل ادا کر رہا ہے۔ امام کے منبر پر بیٹھنے کے بعد اسے چاہیے کہ مزید نوافل ادا نہ کرے اور امام کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ جائے اور خطبہ جمعہ کی سماعت کرے، البتہ جو دوران خطبہ مسجد میں ادا ہو، تو وہ دو رکعتیں ادا کر کے بیٹھے، اس طرح تمام دلائل کی عملی تطبیق ہو جاتی ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) نقل کرتے ہیں:

قَالَ شَيْخُنَا الْحَافِظُ أَبُو الْفَضْلِ فِي شَرْحِ التِّرْمِذِيِّ: كُلُّ مَنْ نُقِلَ عَنْهُ يَعْنِي مِنَ الصَّحَابَةِ مَنْعُ الصَّلَاةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ مَحْمُولٌ عَلٰى مَنْ كَانَ دَاخِلَ الْمَسْجِدِ لِأَنَّهٗ لَمْ يَقَعْ عَنْ أَحَدٍ مِّنْهُمُ التَّصْرِيحُ بِمَنْعِ التَّحِيَّةِ وَقَدْ وَرَدَ فِيهَا حَدِيثٌ يَخُصُّهَا

فَلَا تُتْرَكُ بِالْاِحْتِمَالِ .

’’ہمارے شیخ ابوالفضل حافظ (عراقی رحمہ اللہ ۸۰۶ھ) شرح ترمذی میں فرماتے ہیں: جن صحابہ سے دوران خطبہ نماز پڑھنے کی ممانعت منقول ہے، وہ اس شخص کے لیے ہے، جو پہلے سے مسجد میں موجود ہے، کیونکہ کسی بھی صحابی سے صراحتاً تحیۃ المسجد کی ممانعت وارد نہیں ہوئی، جبکہ اس بارے میں صحیح حدیث وارد ہے، جو اس کی تخصیص کر دیتی ہے، لہٰذا محض احتمال کی بنیاد پر اس حدیث کو ترک نہیں کیا جائے گا۔‘‘

(فتح الباري : 411/2)

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَتٰى عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا عَلٰى بِئْرٍ أَدْلُو مَاءً فِي رَكْوَةٍ لِي، فَقَالَ : يَا عَمَّارُ مَا تَصْنَعُ؟ قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ بِأَبِي وَأُمِّي أَغْسِلُ ثَوْبِي مِنْ نُخَامَةٍ أَصَابَتْهُ، فَقَالَ : يَا عَمَّارُ إِنَّمَا يُغْسَلُ الثَّوْبُ مِنْ خَمْسٍ؛ مِنَ الْغَائِطِ وَالْبَوْلِ وَالْقَيْءِ وَالدَّمِ وَالْمَنِيِّ يَا عَمَّارُ مَا نُخَامَتُكَ وَدُمُوعُ عَيْنَيْكَ وَالْمَاءُ الَّذِي فِي رَكْوَتِكَ إِلَّا سَوَاءٌ .

’’میں کنوئیں سے پانی نکال کر ٹب میں ڈال رہا تھا، اسی دوران میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: عمار! کیا ہو رہا ہے؟ عرض کیا: اللہ کے

رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں کپڑا دھو رہا ہوں، میرے کپڑے پر ناک کی ریزش لگ گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عمار! کپڑے کو صرف پانچ چیزوں سے دھونا ضروری ہے؛ ① پاخانہ ② پیشاب ③ قے ④ خون ⑤ منی۔ عمار! آپ کے ناک کی ریزش، آپ کے آنکھوں کے آنسو اور اس ڈب کا پانی ایک جیسے (پاک) ہی ہیں۔"

(مُسند البزّار : 1397، مسند أبي يعلى : 1611، الضّعفاء الكبير للعقيلي : 176/1، المُعجم الأوسط للطّبراني : 5963، سنن الدّارقطني : 458، واللّفظ لهٗ)

جواب: باطل روایت ہے۔

① علی بن ثابت ابوزید بصری سخت ضعیف ہے۔

② علی بن زید بن جدعان ضعیف ہے۔

❁ اس حدیث کو امام ابن عدی رحمہ اللہ نے غیر محفوظ قرار دیا ہے۔

(الكامل في ضُعفاء الرجال : 302/2)

❁ امام عقیلی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو "غیر محفوظ" کہا ہے۔

(الضّعفاء الكبير : 176/1)

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا بَاطِلٌ لَا أَصْلَ لَهٗ .

"یہ روایت باطل اور بے اصل ہے۔"

(الخلافيات : 77/1)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَمَّا حَدِيثُ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ فَلَا أَصْلَ لَهٗ .

”سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی حدیث بے اصل ہے۔“

(الفتاویٰ الکبریٰ: 411/1، مَجموع الفتاویٰ: 594/21)

حافظ ابن عبد الہادی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں:

ذَكَرَ شَيْخُنَا الْعَلَّامَةُ أَبُو الْعَبَّاسِ أَنَّ هٰذَا الْحَدِيثَ كِذْبٌ عِنْدَ أَهْلِ الْمَعْرِفَةِ بِالْحَدِيثِ.

”ہمارے شیخ علامہ ابو العباس (ابن تیمیہ) رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث محدثین کرام کے نزدیک جھوٹی ہے۔“

(تنقیح التّحقیق: 139/1)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الْحَدِيثُ لَا يَثْبُتُ.

”یہ حدیث ثابت نہیں۔“

(إعلام الموقعین: 268/2)

سوال: بعض لوگ گھروں میں بزرگان دین کی تصاویر آویزاں کرتے ہیں، ایسا کرنا شرعاً کیسا ہے؟

جواب: تصویر حرام ہے۔ بزرگان دین کی یاد میں ان کی تصاویر آویزاں کرنا یا ان کی تصاویر سے تبرک حاصل کرنا مشرک قوموں کا شعار ہے۔ شرک کی ابتدا تصویر سے ہوئی، تصویر شرک کا ذریعہ ہوا، خاص طور پر جب تصاویر کسی ہستی کی عقیدت میں میں لٹکائی جائیں۔

سوال: تعزیہ داری دیکھنے کے لیے جانا کیسا ہے؟

جواب: جائز نہیں۔ تعزیہ داری روافض کا دین ہے، ان کی مجلسوں میں شرکت کرنا یا

بیٹھنا جائز نہیں۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾(الأنعام : ٦٨)

''یاد آنے پر ظالموں سے کنارہ کشی کر لیجئے۔''

❁ اللہ تعالیٰ نے اپنے مؤمن بندوں کی صفات بناتے کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا﴾

(الفُرقان : ٧٢)

''وہ لوگ گناہ میں حاضر نہیں ہوتے، جب وہ کسی لغو کام کے پاس سے گزرتے ہیں، تو (اس سے کنارہ کشی کرتے ہوئے) آرام سے گزر جاتے ہیں۔''

روافض کی ماتمی مجالس، جلوس، تعزیہ داری اور مرثیہ خوانی کی مجالس سب حرام اور گناہ کی مجالس ہیں۔ قرآن کریم نے انہیں زور (ظلم) سے تعبیر کیا ہے۔

مؤمن کی شان یہ ہے کہ ان گناہوں کی مجالس سے مجتنب رہتا ہے اور کہیں ایسی مجالس کے پاس سے گزر بھی ہو، تو کنارہ کشی کرتے ہوئے گزر جاتا ہے، نہ ان میں شرکت کرتا ہے، نہ ان کا تماشہ دیکھتا ہے۔

سوال: کیا انبیائے کرام علیہم السلام کو جمائی آتی تھی؟

جواب: اس کا علم اللہ کے پاس ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کی نفی یا اثبات نہیں، لہٰذا اس بارے میں خاموش اختیار کرنی چاہیے۔

سوال: مسجد میں چھینک مارنا اور کھانسی کرنا کیسا ہے؟

جواب: یہ طبعی عوارض ہیں، انسان کے اختیار میں نہیں ہیں۔ مسجد میں چھینک مارنے

میں کوئی حرج نہیں، البتہ منہ پر ہاتھ یا رومال رکھا جائے، تاکہ ساتھ والوں کو اذیت نہ پہنچے، اسی طرح مسجد میں کھانسی کرنا بھی جائز ہے۔

مسجد میں چھینک مارنے کی ممانعت یا کراہت ثابت نہیں، اس بارے میں مروی روایت ضعیف ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَكْرَهُ الْعَطْسَةَ الشَّدِيدَةَ فِي الْمَسْجِدِ .

''رسول اللہ ﷺ مسجد میں اونچی آواز سے چھینک مارنے کو ناپسند کرتے تھے۔''

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 3581، شُعب الإيمان : 8913)

سند ضعیف ہے۔

① داود بن فراہیج حافظہ کی خرابی کے باعث ضعیف ہے۔

② یحییٰ بن یزید بن عبدالملک نوفلی ضعیف ومنکر الحدیث ہے۔

③ اس کا باپ یزید بن عبدالملک نوفلی بالاتفاق ضعیف ہے۔

❁ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ مُجْتَمَعٌ عَلٰى ضَعْفِهٖ .

''اس کے ضعیف ہونے پر اجماع ہے۔''

(التّمهيد : 195/17)

سوال: کیا پیٹ بھر کر کھانے کی ممانعت ہے؟

جواب: پیٹ بھر کر کھانے کی ممانعت نہیں۔ پیٹ بھر کر کھایا جا سکتا ہے، نیز ڈکار بھی

لیا جا سکتا ہے۔اس کی ممانعت یا کراہت پر پیش کردہ روایات ثابت نہیں، ملاحظہ ہو؛

❁ سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَكَلْتُ لَحْمًا كَثِيرًا وَّثَرِيدًا ثُمَّ جِئْتُ فَقَعَدْتُ حِيَالَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلْتُ أَتَجَشَّأُ فَقَالَ : أَقْصِرْ مِنْ جُشَائِكَ، فَإِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ شِبَعًا فِي الدُّنْيَا أَكْثَرُهُمْ جُوعًا فِي الْآخِرَةِ .

''میں نے بہت زیادہ گوشت اور ثرید کھائی، پھر آیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا، میں ڈکار لینے لگا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ڈکار کم لیں، کیونکہ دنیا میں بہت زیادہ پیٹ بھر کر کھانے والا آخرت کے دن سب سے زیادہ بھوکا ہوگا۔''

(المُستدرك للحاكم : 7864، فوائد تمّام : 643)

سند سخت ضعیف ہے۔زید بن عوف ابو ربیعہ فہد ضعیف، متروک اور منکر الحدیث ہے۔

❁ اس کی دوسری سند بھی ہے۔

(التاريخ الكبير للبخاري : 31/9، المُعجم الكبير للطّبراني : 126/22)

سند ضعیف ہے۔ابو رجاء کا تعین و توثیق نہیں۔بعض سندوں میں ابو رجاء اور سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کے درمیان مبہم راوی کا اضافہ بھی ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(فتح الباري : 528/9)

❁ اس کی تیسری سند بھی ہے۔

(الجُوع لابن أبي الدُّنيا : 19)

سند ضعیف ہے۔ولید بن عمرو بن ساج ضعیف ہے۔

ایک سند میں ولید کی متابعت ہوئی ہے۔

(حِلية الأولياء لأبي نُعَيم : 256/7)

وہ سخت ضعیف ہے۔محمد بن خلید حنفی ضعیف ہے۔اس کی منکر روایات ہیں۔

❁ اس کی چوتھی سند بھی ہے۔

(عِلَل الحديث لابن أبي حاتم :1861)

روایت باطل ہے۔

❁ امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حديثٌ بَاطِلٌ، وَلَمْ يَبْلُغْنِي أَنَّ عَمْرَو بْنَ مَرْزُوقٍ حَدَّثَ بِهٖ قَطُّ.

”یہ حدیث باطل ہے، مجھے ایسی کوئی دلیل معلوم نہیں ہوئی کہ عمرو بن مرزوق نے اس روایت کو کبھی بیان کیا ہو۔“

(العِلل :1861)

❁ یہی روایت سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے:

(المُعجم الكبير للطّبراني : 32/13)

سند ضعیف ہے۔

① عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم افریقی ضعیف ہے۔

② محمد بن محمد کا تعین وتوثیق نہیں۔

❁ یہی روایت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(سنن ابن ماجه :3351)

سند ضعیف ہے۔سعید بن محمد ثقفی وراق ضعیف ہے۔

❁ امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي إِسْنَادِهِ نَظَرٌ .

''اس کی سند محل نظر ہے۔''

(الضّعفاء الكبير : 360/3)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ الضَّعْفُ إِلَّا أَنَّ الْحَدِيثَ انْفَرَدَ بِهٖ وَاهٍ، وَهُوَ سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْوَرَّاقُ .

''اس حدیث کی وجہ ضعف یہ ہے کہ اسے بیان کرنے میں ایک ضعیف راوی منفرد ہے، وہ ضعیف سعید بن محمد وراق ہے۔''

(ميزان الاعتدال : 80/3)

❁ یہی روایت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔

(سنن التّرمذي : 2478، سنن ابن ماجه : 3350)

سند سخت ضعیف ہے۔

① یحییٰ بکاء ضعیف ہے۔

② عبدالعزیز بن عبداللہ ابویحییٰ قرشی ضعیف ومنکرالحدیث ہے۔

❁ امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُنكَرٌ .

''یہ حدیث منکر ہے۔''

(العِلَل : 1910)

❀ یہی حدیث سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔

(المُعجم الكبير للطّبراني : 11693)

سند ضعیف ہے۔

① جبرون بن عیسیٰ مقری مصری مجہول ہے۔

❀ حافظ منذری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنِّي لَمْ أَقِفْ فِيهِ عَلٰى جَرْحٍ وَلَا تَعْدِيلٍ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِهٖ.

''مجھے اس متعلق جرح وتعدیل معلوم نہیں، اسے اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔''

(التّرغيب والتّرهيب : 124/3)

② یحییٰ بن سلیمان قرشی متکلم فیہ ہے۔

❀ امام ابونعیم اصبہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ مَقَالٌ .

''اس میں کلام ہے۔''

(حِلية الأولياء : 345/3)

❀ حافظ عراقی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(تخريج أحاديث الإحياء، ص 967)

❀ یہی حدیث سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(شُعب الإيمان للبيهقي : 5260)

جھوٹی روایت ہے۔

① بشر بن ابراہیم انصاری متروک ووضاع ہے۔

❀ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ بَيِّنُ الضَّعْفِ جِدًّا وَرِوَايَاتُهُ الَّتِي يَرْوِيهَا عَمَّنْ يَرْوِي غَيْرُ مَحْفُوظَةٍ، وَهُوَ عِنْدِي مِمَّنْ يَضَعُ الْحَدِيثَ عَلَى الثِّقَاتِ .

''یہ واضح طور پر سخت ضعیف راوی ہے، اس نے جن سے بھی روایات نقل کی ہیں، وہ غیر محفوظ ہیں، میرے نزدیک یہ ثقہ راویوں سے منسوب من گھڑت روایات بیان کرتا تھا۔''

(الكامل في ضُعفاء الرجال : 169/2)

② زیاد بن ابی حسان نبطی ضعیف ومتروک ہے۔

❀ یہی روایت ایوب بن عثمان (؟) سے مروی ہے۔

(الزّهد لابن المُبارَك : 604)

سند ضعیف ہے۔

① بقیہ بن ولید تدلیس تسویہ کرتے تھے۔

② ایوب بن عثمان کے حالات زندگی نہیں ملے۔

③ ایوب صحابی نہیں، لہٰذا روایت مرسل یا معضل ہے۔

الحاصل:

اس باب میں کوئی روایت ثابت نہیں۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۳۶)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نَحْنُ أَهْلُ بَيْتٍ لَا يُقَاسُ بِنَا أَحَدٌ.

''ہم اہل بیت ہیں، ہم پر کسی کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔''

(الغرائب المُلتقطة لابن حجر : 460/6)

جواب: من گھڑت روایت ہے۔

① محمد بن اسحاق بن ابراہیم اہوازی وضاع ہے۔

② احمد بن ابی صلابہ کے حالات زندگی نہیں ملے۔

③ یحییٰ بن ہاشم ابوزکریا غسانی متروک و وضاع ہے۔

④ اعمش کا عنعنہ ہے۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

جَاءَ رَجُلٌ إِلٰى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ : يَا خَيْرَ النَّاسِ بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ : رَأَيْتَ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ؟ قَالَ : لَا، قَالَ : لَوْ قُلْتَ : إِنِّي رَأَيْتُهُمَا لَحَدَدْتُكَ ثُمَّ

قَالَ : خَيْرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، نَحْنُ أَهْلُ بَيْتٍ لَا يُقَاسُ بِنَا أَحَدٌ .

’’ایک شخص سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، عرض کیا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل ہستی! سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا آپ نے سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا ہے، کہنے لگا: نہیں، فرمایا: اگر آپ یہ کہہ دیتے کہ میں نے انہیں دیکھا ہے، تو میں آپ کو سزا دیتا، پھر فرمایا: اس اُمت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما ہیں، باقی ہم اہل بیت ہیں، ہمارا موازنہ کسی سے نہ کیا جائے۔‘‘

(تاریخ ابن عساکر : 361/30)

باطل روایت ہے۔ یحییٰ بن شبیب یمانی منکر الحدیث اور متہم ہے۔

✿ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُنْكَرُ الْحَدِيثِ، مُتَّهَمٌ عِنْدَ الْأَئِمَّةِ .

’’یہ ائمہ حدیث کے نزدیک منکر الحدیث اور متہم ہے۔‘‘

(المُطلقَة : 109)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

✿ کثیر بن عبید قرشی رحمہ اللہ سے مروی ہے:

كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا إِذَا وُلِدَ فِيهِمْ مَوْلُودٌ ـ يَعْنِي فِي أَهْلِهَا ـ لَا تَسْأَلُ : غُلَامًا وَلَا جَارِيَةً، تَقُولُ : خُلِقَ سَوِيًّا؟ فَإِذَا قِيلَ : نَعَمْ، قَالَتِ : الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ .

”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے رشتہ داروں میں جب کسی کے ہاں کوئی پیدا ہوتا، تو آپ رضی اللہ عنہا یہ نہیں پوچھتی تھیں کہ بچہ ہوا ہے یا بچی؟ بلکہ یہ پوچھتی تھیں کہ اس کی اعضائے جسمانی سلامت ہیں؟ جب انہیں بتایا جاتا کہ جی ہاں، تو آپ رضی اللہ عنہا (شکرادا کرتے ہوئے) فرماتیں: الحمد للہ رب العالمین۔“

(الأدب المُفرد للبُخاري : 1256)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① عبداللہ بن دکین ابوعمر کوفی ضعیف ہے۔

② کثیر بن عبید قرشی مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ”الثقات: ۵/۳۳۰“ میں ذکر کیا ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا ابورافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى الْعَصْرَ رُبَّمَا ذَهَبَ إِلٰى بَنِي عَبْدِ الْأَشْهَلِ فَيَتَحَدَّثُ مَعَهُمْ حَتّٰى يَنْحَدِرَ لِلْمَغْرِبِ، قَالَ : فَقَالَ أَبُو رَافِعٍ : فَبَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْرِعًا إِلَى الْمَغْرِبِ إِذْ مَرَّ بِالْبَقِيعِ فَقَالَ : أُفٍّ لَّكَ، أُفٍّ لَّكَ، مَرَّتَيْنِ، فَكَبُرَ فِي ذَرْعِي، وَتَأَخَّرْتُ وَظَنَنْتُ أَنَّهٗ يُرِيدُنِي، فَقَالَ : مَا لَكَ؟ امْشِ، قَالَ : قُلْتُ : أَحْدَثْتُ حَدَثًا يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ : وَمَا ذَاكَ؟، قُلْتُ : أَفَّفْتَ بِي، قَالَ : لَا،

وَلٰكِنَّ هٰذَا قَبْرُ فُلَانٍ بَعَثْتُهٗ سَاعِيًا عَلٰى بَنِي فُلَانٍ، فَغَلَّ نَمِرَةً فَدُرِّ عَ الْآنَ مِثْلَهَا مِنْ نَارٍ.

''رسول اللہ ﷺ جب نماز عصر ادا فرماتے، تو کبھی کبھی قبیلہ بنو عبد الاشہل کی طرف تشریف لے جاتے اور ان کے ساتھ محو گفتگو رہتے، یہاں تک کہ مغرب کا وقت قریب آ جاتا۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ جلدی جلدی مغرب کے لیے تشریف لائے، جب بقیع کے پاس سے گزرے تو فرمایا: تجھ پر افسوس، تجھ پر افسوس، تو مجھے بہت گراں گزرا، میں پیچھے ہٹ گیا، میں نے یہ سمجھا کہ نبی کریم ﷺ مجھے فرما رہے ہیں، پھر فرمایا: آپ کو کیا ہوا؟ چلتے رہیں، میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا میں نے کوئی نیا کام کر دیا ہے؟ فرمایا: آپ کو کیا ہوا؟ عرض کیا: آپ نے مجھ پر افسوس کا اظہار فرمایا ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ وہ فلاں قبر والے پر افسوس کر رہا ہوں، اسے میں نے فلاں قبیلہ میں امداد تقسیم کرنے کے لیے بھیجا تھا، اس نے اس سامان میں سے ایک چٹائی چرالی، تو اب اسے چٹائی جتنا جہنم کا لباس پہنایا جا رہا ہے۔''

(مُسند الإمام أحمد : 392/6)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① منبوذ رجل من آل رافع کے حالات زندگی نہیں ملے۔

② فضل بن عبید اللہ بن ابی رافع مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات: ۵/ ۲۹۵'' میں ذکر کیا ہے۔

③ فضل بن عبید اللہ کا اپنے دادا سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں۔

سوال: مردار کی ہڈیوں سے انتفاع کرنا کیسا ہے؟

جواب: جائز نہیں۔ جب کوئی حلال جانور مردار ہو جائے، تو اس کی ہڈیاں نجس ہو جاتی ہیں، نجس سے انتفاع جائز نہیں، لہٰذا مردار کی ہڈیوں سے برتن وغیرہ بنانا جائز نہیں۔ اسی طرح حرام جانوروں کی ہڈیوں سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔

سوال: درندوں کے جوٹھے کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: درندوں کا گوشت نجس ہے، لعاب گوشت سے بنتا ہے، لہٰذا ان کا جوٹھا نجس ہے۔

سوال: میت کو جلانا کیسا ہے؟

جواب: میت کو جلانا ناجائز و حرام ہے۔ اس میں آدمیت کی توہین ہے۔ شریعت کی مخالفت ہے۔

سوال: صلیب کیا ہے؟

جواب: صلیب سے مراد نصاریٰ کا مثلث نما نشان ہے، جو لکڑی سے بنا ہوتا ہے۔ نصاریٰ کے مطابق یہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دیے جانے کی شبیہ ہے۔

❀ علامہ ابن ملک رحمہ اللہ (۸۵۴ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ فِي اصْطِلَاحِ النَّصَارٰى خَشَبَةٌ مُثَلَّثَةٌ، يَدَّعُونَ أَنَّ عِيسٰى عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ صُلِبَ عَلٰى خَشَبَةٍ عَلٰى تِلْكَ الصُّورَةِ، وَقَدْ تَكُونُ فِيهِ صُورَةُ الْمَسِيحِ، وَقَدْ لَا تَكُونُ.

''نصاریٰ کی اصطلاح میں صلیب سے مراد مثلث نما لکڑی ہے، ان کا دعویٰ ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو لکڑی پر اسی طرح سولی دی گئی۔ کبھی اس صلیب میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تصویر ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی۔''

(شرح المَصابيح : 6/6)

❀ **سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:**

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَيُوشِكَنَّ أَنْ يَنْزِلَ فِيكُمْ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا، فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ، وَيَقْتُلَ الخِنْزِيرَ، وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ، وَيَفِيضَ الْمَالُ حَتّٰى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ، حَتّٰى تَكُونَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَيْرًا مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا، ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ : وَاقْرَءُ وا إِنْ شِئْتُمْ : ﴿وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ، وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا﴾(النّساء : ١٥٩)

”قسم ہے اس ذات کی، جس کے ہاتھ میری جان ہے، عنقریب تم میں عیسی بن مریم علیہما السلام عادل ومنصف بن کر نازل ہوں گے، وہ صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ ختم کریں گے اور (اس وقت) اتنا مال ودولت بہہ جائے گا کہ کوئی لینے والا نہ ہوگا، اس وقت ایک سجدہ دنیا وما فیہا سے بہتر ہوگا، پھر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر تم چاہو تو (اس حدیث کی تائید میں) یہ آیت پڑھ لو: ﴿وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ، وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا﴾(النّساء : ١٥٩) ”آپ (سیدنا عیسیٰ علیہ السلام) کی موت سے پہلے آپ پر تمام اہل کتاب ایمان لے آئیں گے اور قیامت کے دن آپ ان پر گواہ ہوں گے۔“

(صحيح البخاري : 3448، صحيح مسلم : 155)

علامہ احمد قسطلانی رحمہ اللہ (۹۲۳ھ) فرماتے ہیں:

كَسْرُ عِيسٰى عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ الصَّلِيبَ إِذْ نَزَلَ فِيهِ تَكْذِيبُهُمْ وَإِبْطَالٌ لِمَا يَدَّعُونَهُ مِنْ تَعْظِيمِهِ وَإِبْطَالُ دِينِ النَّصَارٰى .

”نزول عیسیٰ علیہ السلام کے وقت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا صلیب کو توڑنا نصاریٰ کی تکذیب ہے اور ان کے اس دعویٰ کا ابطال ہے، جو وہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم کے حوالہ سے کرتے ہیں، نیز اس میں نصاریٰ کے (باطل) دین کا ابطال ہے۔“

(إرشاد السّاري : 4/106)

سوال: شوہر کافر تھا، دو کافر بہنیں اس کے نکاح میں تھیں، تینوں مسلمان ہو گئے، اب کیا حکم ہے؟

جواب: اسلام میں دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں، لہٰذا مذکورہ صورت میں وہ کسی ایک کو چن لے گا۔

سوال: اہل کتاب کے جوٹھے کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: اہل کتاب کا جوٹھا پاک ہے۔

سوال: بدعت کی تعریف کیا ہے؟

جواب: بدعت اس کام کو کہتے ہیں، جس کی اصل قرآن وسنت اور اجماع اُمت میں نہ ہو، نہ ہی صحابہ سے اس کا کوئی ثبوت ہو۔ اس کا تعلق دینی اُمور سے ہے۔ دنیاوی اُمور میں جدت اور احداث بدعت نہیں۔

علامہ احمد قسطلانی رحمہ اللہ (۹۲۳ھ) فرماتے ہیں:

فِي الشَّرْعِ إِحْدَاثُ مَا لَمْ يَكُنْ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنْ كَانَ لَهُ أَصْلٌ يَدُلُّ عَلَيْهِ الشَّرْعُ فَلَيْسَ بِبِدْعَةٍ .

”شرعی اصطلاح میں بدعت سے مراد ایسے کام کو جاری کرنا، جو رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں نہ تھا، اگر کسی شے کی اصل موجود ہو اور اس پر شرعی دلیل دلالت کرتی ہو، تو وہ شے بدعت نہ ہوگی۔“

(إرشاد السّاري : 10/302)

سوال: بیوی سے ظہار کیا، کفارہ ادا نہیں کیا، مجامعت کرلی، کیا حکم ہے؟

جواب: اس صورت میں ایک ہی کفارہ ہے۔

سوال: کیا کفارہ کی رقم مسجد میں صرف کی جاسکتی ہے؟

جواب: کفارہ کی رقم مساکین اور فقراء کا حق ہے، انہیں پر خرچ کی جائے۔

سوال: ایک عورت نے نکاح کے چھ ماہ بعد بچہ پیدا کیا، کیا وہ بچہ حلالی ہے؟

جواب: اگر کسی عورت کے ہاں نکاح کے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہوا اور کسی طرح عورت کا زنا کرنا بھی ثابت نہیں، تو شرعاً وہ بچہ حلالی ہوگا اور اسے خاوند کا بچہ شمار کیا جائے گا۔ البتہ اگر نکاح کے بعد چھ ماہ سے بھی پہلے بچہ پیدا ہو گیا، تو وہ بچہ شرعاً حلالی نہیں ہوگا اور اسے خاوند کی طرف منسوب کیا جائے گا۔

بہرحال مذکورہ صورت میں بچہ حلالی ہے، کیونکہ شریعت میں حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ بیان ہوئی ہے۔

❀ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا﴾ (الأحقاف : ١٥)

”اس (بچے) کے حمل اور دودھ چھڑانے کی (کل) مدت تیس ماہ ہے۔“

اس آیت کریمہ میں حمل کی کم از کم مدت اور دودھ چھڑانے کی زیادہ سے زیادہ مدت بیان ہوئی ہے۔ حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ اور دودھ چھڑانے کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے، یوں یہ پورے تیس ماہ بن جاتے ہیں۔

مفسر قرآن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت سے یہی مسئلہ ثابت کیا ہے۔

✿ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ اسْتِنْبَاطٌ قَوِيٌّ صَحِيحٌ .

''یہ استنباط واستدلال قوی اور صحیح ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر : 568/5)

✿ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

إِنِّي لَصَاحِبُ الْمَرْأَةِ الَّتِي أُتِيَ بِهَا عُمَرَ وَضَعَتْ لِسِتَّةِ أَشْهُرٍ، فَأَنْكَرَ النَّاسُ ذٰلِكَ فَقُلْتُ لِعُمَرَ : لِمَ تَظْلِمُ؟ فَقَالَ : كَيْفَ، قَالَ : قُلْتُ لَهُ : اقْرَأْ : ﴿وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا﴾ (الأحقاف : ١٥) وَقَالَ : ﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ﴾ (البقرة : ٢٣٣) كَمِ الْحَوْلُ؟ قَالَ : سَنَةٌ، قَالَ : قُلْتُ : كَمِ السَّنَةُ؟ قَالَ : اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا، قَالَ : قُلْتُ : فَأَرْبَعَةٌ وَعِشْرُونَ شَهْرًا، حَوْلَانِ كَامِلَانِ وَيُؤَخِّرُ مِنَ الْحَمْلِ مَا شَاءَ اللّٰهُ وَيُقَدِّمُ فَاسْتَرَاحَ عُمَرُ إِلٰى قَوْلِي .

''ایک عورت نے (خاوند کی ہم بستری کے) چھ ماہ کے بعد بچہ جن لیا اسے (زنا کے شبہ میں) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا، لوگوں نے اس

بات کا انکار کیا تھا کہ چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہونا ممکن نہیں، میں بھی وہاں موجود تھا۔ میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: آپ کیوں ظلم کرتے ہیں؟ انھوں نے کہا: کیسے؟ میں نے کہا: آپ یہ فرمانِ باری تعالیٰ پڑھ لیں: ﴿وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا﴾ (الأحقاف : ١٥) ''حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ ہے۔'' اسی طرح فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ﴾ (البقرة : ٢٣٣) ''مائیں اپنی اولاد کو دو سال دودھ پلائیں، یہ ان کے لیے ہے، جو رضاعت کو مکمل کرنا چاہیں (ورنہ والدین رضامندی سے بچے کی رضاعت کو کم کر سکتے ہیں)۔'' عرض کیا: حول کتنا ہوتا ہے؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک سال۔ عرض کیا: ایک سال کتنا ہوتا ہے؟ فرمایا: بارہ ماہ۔ عرض کیا: چوبیس ماہ پورے دو سال بنتے ہیں، (اس میں چھ شامل کریں تو پورے تیس ہو جاتے ہیں) اور اللہ تعالیٰ حمل کی مدت کو جتنا چاہے لمبا کرتا ہے اور جتنا چاہے کم کرتا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ میری بات پر مطمئن ہو گئے۔''

(مصنّف عبد الرّزاق : 352/7، ح : 13449، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ خطبہ میں فرمایا:

إِنَّهُ رُفِعَ إِلَيَّ امْرَأَةٌ وَلَدَتْ لِسِتَّةِ أَشْهُرٍ مِنْ حِينِ دَخَلَ عَلَيْهَا زَوْجُهَا، فَدَخَلَ عَلَيْهِ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ : يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي كِتَابِهِ : ﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ﴾ (البقرة : ٢٣٣) وَفِي آيَةٍ أُخْرٰى : ﴿وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ

شَهْرًا﴾(الأحقاف : ١٥) فَإِذَا تَمَّتِ الرَّضَاعَ كَانَ حَمْلُهَا سِتَّةَ أَشْهُرٍ

قَالَ : فَنَجَتْ .

''میرے پاس ایک خاتون کا مسئلہ لایا گیا، جس نے اپنے خاوند کی ہم بستری سے چھ ماہ بعد ہی بچہ جنم دیا تھا۔ تو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آئے اور کہنے لگے: امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے: ﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ﴾(البقرة : ٢٣٣) ''مائیں اپنی اولاد کو دو سال دودھ پلائیں، یہ ان کے لیے ہے، جو رضاعت کو مکمل کرنا چاہیں (ورنہ والدین رضامندی سے بچے کی رضاعت کو کم کر سکتے ہیں)۔'' دوسری آیت میں ہے: ﴿وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا﴾ (الأحقاف : ١٥) ''اس (بچے) کے حمل اور دودھ چھڑانے کی (کل) مدت تیس ماہ ہے۔'' جب رضاعت (چوبیس ماہ) مکمل ہو جائے، تو (تیس ماہ میں سے) حمل چھ ماہ ہی رہ جاتا ہے۔ اس سے وہ عورت (رجم سے) بچ گئی۔''

(التّوحيد لابن مندة : 101، وسندہٗ صحيحٌ)

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بھرے مجمع میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی فقاہت کا تذکرہ فرمایا۔ کسی نے اس پر نکیر نہیں کی۔ ثابت ہوا کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ کم از کم مدت حمل چھ ماہ اور زیادہ سے زیادہ مدتِ رضاعت دو سال ہے۔ اس پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع ہو گیا ہے۔

❁ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (٤٦٣ھ) فرماتے ہیں:

لَا أَعْلَمُ خِلَافًا بَيْنَ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي مَا قَالَهُ عَلِيٌّ وَابْنُ عَبَّاسٍ

فِي هٰذَا الْبَابِ فِي أَقَلِّ الْحَمْلِ وَهُوَ أَصْلٌ وَإِجْمَاعٌ .

''حمل کی کم سے کم مدت کے بارے میں جو مذہب سیدنا علی اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا ہے، میرے علم کے مطابق اس میں اہل علم کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ قرآن وحدیث اور اجماع اس کی دلیل ہیں۔''

(الاستذکار : 493/7)

✿ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ كُلُّ مَنْ نَحْفَظُ عَنْهُ مِنْ عُلَمَاءِ الْأَمْصَارِ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ وَالْكُوفَةِ وَسَائِرِ عُلَمَاءِ الْأَمْصَارِ مِنْ أَصْحَابِ الْحَدِيثِ، وَأَهْلِ الرَّأْيِ عَلٰى أَنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا جَاءَ تْ بِوَلَدٍ لِأَقَلِّ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ مِنْ يَوْمِ عَقْدِ نِكَاحِهَا، أَنَّ الْوَلَدَ لَا يُلْحَقُ بِهٖ، وَإِنْ جَاءَ تْ بِهٖ لِسِتَّةِ أَشْهُرٍ مِنْ يَوْمِ عَقْدِ نِكَاحِهَا، فَالْوَلَدُ لَهٗ .

''ہمارے علم کے مطابق مدینہ، کوفہ اور دیگر تمام علاقوں کے محدثین اور اہل رائے کے سارے کے سارے اہل علم کا اجماع ہے، اگر کوئی عورت نکاح کے دن کے بعد چھ مہینوں سے بھی پہلے بچہ پیدا کرے، تو وہ بچہ اس کے خاوند کا شمار نہ ہوگا اور اگر وہ عورت عقد نکاح کے چھ مہینوں بعد بچہ پیدا کرے، تو وہ بچہ خاوند کا شمار ہوگا۔''

(الإشراف : 347/5-348)

سوال: نماز عشاء سے پہلے چار رکعات سنت کا کیا جواز ہے؟

جواب: نماز عشاء سے پہلے چار رکعات کا ثبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ملتا، انہیں

سنت قرار دینا بے دلیل ہے۔

❁ علامہ محمد یوسف بنوری دیوبندی صاحب (۱۳۹۷ھ) فرماتے ہیں:

اُسْتُدِلَّ بِهٖ لِقَوْلِ الْمَاتِنِ : وَأَرْبَعٌ قَبْلَ الْعِشَاءِ وَ أَرْبَعٌ بَعْدَهَا، ثُمَّ اِنِّي ظَنَنْتُ أَنَّ الشَّيْخَ الْحَافِظَ الْقَاسِمَ بْنَ قُطْلُوْبُغَا رُبَّمَا يَكُوْنُ تَعَرَّضَ إِلٰى تَخْرِيْجِ حَدِيْثٍ فِي إِثْبَاتِ أَرْبَعٍ قَبْلَ الْعِشَاءِ فِي كِتَابِهٖ فِي تَخْرِيْجِ أَحَادِيْثِ «الْاِخْتِيَارِ»، فَكَتَبْتُ إِلَى الْمُحَدِّثِ الشَّيْخِ أَبِي الْوَفَا الْأَفْغَانِيِّ فِي حَيْدَرَ آبَادَ دَكَنْ، رَئِيْسِ دَائِرَةِ إِحْيَاءِ الْمَعَارِفِ النُّعْمَانِيَّةِ ـ ـ ـ ، وَكَانَتْ نُسْخَتُهُ الْمَخْطُوْطَةَ عِنْدَهٗ، أُخِذَ صُوْرَتُهُ الْفُوْتُوْغَرَافِيَّةَ مِنَ الْآسْتَانَةِ، بِأَنْ يُّرَاجِعَ مِنْ هٰذَا الْمَقَامِ فَرَاجَعَهٗ، وَقَالَ : وَجَدْنَا فِي النُّسْخَةِ بَيَاضًا فِي هٰذَا الْمَقَامِ، فَكَأَنَّ الْحَافِظَ الْقَاسِمَ بْنَ قُطْلُوْبُغَا لَمْ يَقِفْ عَلٰى حَدِيْثٍ فِيْهِ، وَهُوَ حَافِظٌ مُّتَبَحِّرٌ بَّارِعٌ، وَهُوَالَّذِي اسْتَدْرَكَ عَلٰى مِثْلِ الْحَافِظِ جَمَالِ الزَّيْلَعِيِّ فِي تَخْرِيْجِهٖ لِأَحَادِيْثِ «الْهِدَايَةِ» بِكِتَابٍ سَمَّاهُ : «مُنِيَّةُ الْأَلْمَعِيِّ فِيْمَا فَاتَ مِنْ تَخْرِيْجِ أَحَادِيْثِ الْهِدَايَةِ لِلزَّيْلَعِيِّ»، وَهُوَ لَمْ يَقِفْ عَلَيْهِ، وَمُتُوْنُ الْحَنَفِيَّةِ مُتَطَابِقَةٌ عَلٰى ذِكْرِ نَدْبِ الْأَرْبَعِ قَبْلَ الْعِشَاءِ، فَرُبَّمَا يَكُوْنُ لَهٗ حُجَّةٌ فِي كُتُبِ أَئِمَّتِنَا

الْمَخْطُوْطَةِ أَوِ الضَّائِعَةِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

''علامہ انور شاہ کاشمیری کی ذکر کردہ عبارت کہ 'عشا سے پہلے اور بعد چار رکعتیں پڑھنی چاہییں۔'' سے استدلال کیا گیا ہے۔ میں نے سوچا کہ شاید حافظ قاسم بن قطلو بغا نے اپنی کتاب 'الاختیار' میں عشا سے پہلے چار رکعت کے ثبوت میں کوئی حدیث پیش کی ہوگی۔ چنانچہ میں نے محدث شیخ ابوالوفا افغانی رئیس دائرہ احیاء المعارف نعمانیہ حیدر آباد دکن کو خط لکھا۔ ان کے پاس 'الاختیار' کے مخطوطہ کی فوٹو کاپی تھی۔ مقصد یہ تھا کہ وہ اس مقام کو دیکھیں، انہوں نے مراجعت کے بعد کہا: ہم نے کتاب میں اس مقام کو بیاض (خالی) پایا ہے۔ مطلب یہ تھا کہ حافظ قاسم بن قطلو بغا، جیسے متبحر اور ماہر عالم اس مسئلہ میں کوئی حدیث نہیں جان سکے۔ یہ وہ شخصیت ہیں، جنہوں نے حافظ جمال زیلعی کی تالیف ''تخریج احادیث الھدایۃ'' پر بطور استدراک ایک کتاب لکھی ہے، جس کا نام انہوں نے مُنِيَّةَ الْأَلْمَعِيِّ فِيْمَا فَاتَ مِنْ تَخْرِيْجِ أَحَادِيْثِ الْهِدَايَةِ لِلزَّيْلَعِيِّ رکھا۔ اس (علمی مقام) کے باوجود وہ اس مسئلہ پر کسی حدیث سے آگاہی حاصل نہیں کر سکے۔ دوسری طرف احناف کی کتابیں عشا سے پہلے چار رکعات مسنون قرار دینے پر متفق ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ احناف کی دلیل ہمارے ائمہ کرام کی کتب مخطوطہ یا ضائع شدہ کتابوں میں ہو۔ واللہ اعلم۔''

(معارف السّنن: 4/115، 116)

مولانا مرحوم کو چاہیے تو یہ تھا کہ ایک مسئلہ میں اگر حدیث رسول ﷺ اور آثار صحابہ

نہیں ملے،تو کہہ دیتے کہ عشاء سے پہلے چار رکعات کو مسنون کہنا بے دلیل ہے۔اس کے برعکس یہ باور کرایا جا رہا ہے کہ ہمارا دین ضائع ہو گیا۔

کل کلاں کوئی رافضی کہہ دے کہ ہمارے مذہب کی دلیل بھی کسی مخطوط یا ضائع شدہ کتاب میں ہوگی،تو کیا اس بنا پر اسے بھی حق تسلیم کیا جائے گا؟

سوال:بعض لوگ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو''یداللہ''،''وجہ اللہ''اور''جنب اللہ'' کہتے ہیں، اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب:یہ صریح کفریہ اور شرکیہ الفاظ ہیں،کافر قوموں سے مستعار ہیں،ان پر اللہ تعالیٰ نے کوئی برہان نہیں اُتاری۔

یہ الفاظ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شان میں انتہاء درجے کا غلو ہیں۔غلو ممنوع ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ﴾ (الشّوریٰ : ۱۱)

''اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی چیز نہیں۔''

❁ نیز فرمایا:

﴿وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ﴾(الإخلاص : ۳)

'اس کے ہم سر کوئی نہیں ہے۔''

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا﴾(الزّخرف : ۱۵)

''اور انھوں نے اس (اللہ) کے لیے اس کے بندوں میں سے ٹکڑا ٹھہرایا۔''

(ترجمہ احمد رضا خان بریلوی)

سوال: خنزیر کے بالوں کا استعمال کیسا ہے؟

جواب: حرام ہے۔ خنزیر نجس العین ہے، قرآن کریم نے اسے ''رجس'' کہا ہے، رجس نجس سے بڑی شے ہوتی ہے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب زمین پر اُتریں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے۔ یہ دلیل ہے کہ خنزیر سے کسی طرح کا انتفاع جائز نہیں۔

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۱٦ھ) فرماتے ہیں:

مَعْنٰی قَتْلِ الْخِنْزِیر تَحْرِیمُ اقْتِنَائِہٖ وَأَکْلِہٖ وَإِبَاحَۃُ قَتْلِہٖ، وَفِیہِ بَیَانُ أَنَّ أَعْیَانَھَا نَجِسَۃٌ، لِأَنَّ عِیسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ إِنَّمَا یَقْتُلُھَا عَلٰی حُکْمِ شَرْعِ الْإِسْلَامِ، وَالشَّيْءُ الطَّاھِرُ الْمُنْتَفَعُ بِہٖ لَا یُبَاحُ إِتْلَافُہٗ.

''خنزیر کو قتل کرنے کا معنی اسے پالنے اور کھانے کو حرام کرنا اور اسے قتل کرنے کو مباح کرنا ہے۔ اس حدیث میں اس چیز کی وضاحت ہے کہ خنزیر نجس العین ہے، کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام اسے شریعت اسلامیہ کے حکم پر قتل کریں گے اور پاک اور نفع مند چیز کو تلف کرنا مباح ہی نہیں ہے۔''

(شرح السّنّۃ : 81/15)

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ بَیْعَ الْخَمْرِ وَالْأَصْنَامِ وَالْمَیْتَۃِ وَالْخِنْزِیرِ، فَقَالَ بَعْضُ الْمُسْلِمِینَ فَکَیْفَ تَرٰی فِي شُحُومِ الْمَیْتَۃِ تُدْھَنُ بِہِ الْجُلُودُ وَالسُّفُنُ وَیَسْتَصْبِحُ بِہِ النَّاسُ فَقَالَ : حَرَامٌ، قَاتَلَ اللّٰہُ الْیَھُودَ

لَمَّا حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُومُ أَجْمَلُوهَا فَبَاعُوهُ فَأَكَلُوا ثَمَنَهُ .

''اللہ تعالیٰ نے شراب، بت، مردار اور خنزیر کی خرید وفروخت کو حرام قرار دیا ہے۔مسلمانوں میں سے کسی نے پوچھا: مردار کی چربی کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟اس سے چمڑے اور کشتیوں کو رنگا جاتا ہے، نیز لوگ اس سے چراغ بھی جلاتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: حرام ہے، اللہ تعالیٰ یہودیوں کو غارت کرے، جب ان پر چربی حرام ہوئی، تو انہوں نے اسے پگھلا کر بیچ دیا اور اس کی قیمت کھالی۔''

(صحيح البخاري : 2236، صحيح مسلم :1581، المُنتقٰى لابن الجارود : 578)

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

إِذَا حَرَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ، حُرِّمَ الْاِنْتِفَاعُ بِهٖ عَلَى الْوُجُوهِ كُلِّهَا .

''جب رسول اللہ ﷺ نے اسے حرام قرار دے دیا ہے، تو اس سے تمام صورتوں میں انتفاع حرام ہے۔''(الإشراف : 10/6)

سوال: درج ذیل آیت کریمہ کا درست معنی کیا ہے؟

❀ فرمان الٰہی ہے:

﴿ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾(التّوبة : ٤٠) .

''وہ (نبی کریم ﷺ) دو میں سے ایک تھے، جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ (نبی ﷺ) اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے کہ غم نہ کیجئے، یقیناً اللہ تعالیٰ

ہمارے ساتھ ہے۔“

جواب: یہاں معیت خاصہ مراد ہے اور اس کا مطلب نصرت وتائید ہے۔

✿ علامہ سندھی حنفی رحمہ اللہ (۱۱۳۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمُرَادُ هٰهُنَا الْمَعِيَّةُ بِالْعَوْنِ وَالنَّصْرِ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ .

”یہاں معیت سے مراد نصرت اور مدد ہے، واللہ اعلم بالصواب“

(حاشية السّندي على صحيح البخاري :516/1، درسی نسخہ)

سوال: ”اللہ ورسولہ اعلم“ کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اللہ جیسا علم کسی کا نہیں۔ نبی کریم ﷺ کے پاس جو علم تھا، وہ اللہ تعالیٰ کی وحی کی بنا پر تھا۔ نبی کریم ﷺ سب سے بڑھ کر شریعت کا علم رکھتے تھے۔

جب کوئی صحابی یہ کہتا کہ اللہ ورسولہ اعلم۔تو ان کی مراد قطعاً یہ نہیں ہوتی تھے کہ اللہ اور اس کے رسول کا علم برابر ہے (نعوذ باللہ) بلکہ مراد یہ ہوتی تھی کہ اس بات کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، یا اللہ تعالیٰ نے اس کا علم بذریعہ نبی کریم ﷺ کو عطا کر دیا ہے، لہٰذا اے نبی! آپ ہی ہمیں بتا دیجئے۔

سوال: اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو کہے کہ تو مردار کی طرح مجھ پر حرام ہے، تو کیا ان الفاظ سے طلاق ہو جائے گی؟

جواب: یہ الفاظ طلاق میں صریح نہیں، اگر نیت میں ان الفاظ سے طلاق مراد لی ہے، تو طلاق ہو جائے گی، ورنہ نہیں۔

سوال: ولی نے شوہر دیدہ کا نکاح اس کی مرضی کے خلاف کر دیا، کیا حکم ہے؟

جواب: اگر شوہر دیدہ خاتون ولی کا طے کردہ نکاح باقی رکھنا چاہتی ہے، تو اس کی

مرضی، اگر ختم کرنا چاہتی ہے، تو اس کی مرضی۔ کیونکہ نکاح میں ولی کی اجازت کے ساتھ ساتھ عورت کی رضامندی شرط ہے، خاص طور پر شوہر دیدہ عورت کی۔

❁ سیدہ خنساء بنت خذام انصاریہ رضی اللہ عنہا اپنے بارے میں بیان کرتی ہیں:

إِنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ ثَيِّبٌ فَكَرِهَتْ ذٰلِكَ، فَأَتَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ نِكَاحَهُ.

”وہ شوہر دیدہ تھیں، ان کے والد نے ان کا نکاح کر دیا، مگر وہ اس رشتہ کو ناپسند کرتی تھیں، چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نکاح کو رد کر دیا۔“ (صحيح البخاري : 5138)

سوال: حدیث میں آتا ہے کہ ماہِ رمضان میں جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں، تو کیا رمضان میں فوت ہونے والے کو عذاب نہیں ہوتا؟

جواب: عذاب قبر حق ہے، جو اپنے مستحق کو لاحق ہوتا ہے، خواہ وہ رمضان میں فوت ہو یا غیر رمضان میں۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ فُتِّحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ، وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ.

”ماہِ رمضان میں آسمان (جنت) کے دروازے کھول دیئے جاتے، جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے۔“

(صحيح البخاري : 1899، صحيح مسلم : 1079)

❁ علامہ سندھی حنفی رحمہ اللہ (۱۱۳۸ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا يَقْتَضِي أَنَّ أَبْوَابَ النَّارِ كَانَتْ مَفْتُوحَةً وَلَا يُنَافِيهِ قَوْلُهٗ تَعَالٰى ﴿حَتّٰى إِذَا جَاؤُوهَا فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا﴾(الزُّمر : ٧١) الْجَوَابُ : أَنْ يَكُونَ هُنَاكَ غَلْقٌ قُبَيْلَ ذٰلِكَ، وَغَلْقُ أَبْوَابِ النَّارِ لَا يُنَافِي مَوْتَ الْكَفَرَةِ فِي رَمَضَانَ وَتَعْذِيبَهُمْ بِالنَّارِ فِيهِ إِذْ يَكْفِي فِي تَعْذِيبِهِمْ فَتْحُ بَابٍ صَغِيرٍ مِنَ الْقَبْرِ إِلَى النَّارِ غَيْرَ الْأَبْوَابِ الْمَعْهُودَةِ الْكِبَارِ.

''اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ (رمضان کے علاوہ دنوں میں) جہنم کے دروازے کھلے رہتے ہیں، فرمانِ الٰہی : ﴿حَتّٰى إِذَا جَاؤُوهَا فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا﴾(الزُّمر : ٧١) ''یہاں تک کہ جب وہ (کفار) اس (جہنم) کے پاس آئیں گے، تو اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے۔'' سے مذکورہ بات کی نفی نہیں ہوتی۔ اس آیت کا جواب یہ ہے کہ اس وقت کچھ وقت پہلے دروازے بند کر دیے جائیں گے (بعد میں کفار کے آنے پر کھولے جائیں گے، تاکہ ایک دَم ان پر جہنم کا خوف طاری ہو جائے۔) نیز (رمضان میں) جہنم کے دروازوں کا بند ہونا کافروں کے مرنے اور ان کے عذاب کا شکار ہونے کے منافی بھی نہیں ہے، کیونکہ انہیں عذاب دینے کے لیے قبر میں جہنم تک چھوٹا سا دروازہ کھلنا بھی کافی ہے، بڑے دروازے نہیں کھولے جاتے۔''

(حاشية السّندي على صحيح البخاري : 343/1 [درسی نسخه]، حاشية على النّسائي : 126/4، حاشية على ابن ماجه : 503/1، واللّفظ لهٗ)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۳۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا پہلی اُمتوں میں سے کسی اُمت میں خنزیر حلال رہا؟

جواب: کسی بھی اُمت میں خنزیر حلال نہیں رہا۔

جبکہ ملا جیون حنفی (۱۱۳۰ھ) نے لکھا ہے کہ پہلی اُمتوں میں خنزیر حلال رہا ہے۔اس پر ایک حدیث گھڑ کر پیش کر دی۔

اَلْخَمْرُ لَهُمْ كَالْخَلِّ لَنَا، وَالْخِنْزِيرُ لَهُمْ كَالشَّاةِ لَنَا .

”پہلی اُمتوں کے لیے شراب کا وہی حکم تھا، جو ہمارے لیے سرکہ کا ہے اور پہلوں کے لیے خنزیر کا وہی حکم تھا، جو ہمارے لیے بکری کا ہے۔“

(نور الأنوار :228/1، معه ثواقب الأنظار)

جھوٹی اور بے اصل روایت ہے۔کتب حدیث میں اس کا ذکر نہیں۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ ابو جعفر باقر رحمہ اللہ سے مروی ہے:

كَانَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا هَبَّتِ الرِّيحُ قَالَ : اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ أَرْسَلْتَهَا رَحْمَةً فَارْحَمْنِي فِيمَنْ تَرْحَمُ، وَإِنْ كُنْتَ أَرْسَلْتَهَا عَذَابًا فَعَافِنِي فِيمَنْ تُعَافِي .

”جب تیز ہوا چلتی، تو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یہ دعا کرتے تھے: ”اللہ! اگر تو نے اس ہوا کو رحمت بنا کر بھیجا ہے، تو ہمیں بھی اپنے بندوں میں شامل فرما لے، جن پر تو رحمت کرنا چاہتا ہے اور اگر تو نے اسے عذاب بنا کر بھیجا ہے، تو ہمیں تو اپنے ان بندوں میں شامل فرما لے، جنہیں تو اس عذاب سے عافیت بخشنے والا ہے۔“

(المَطر والرّعد لابن أبي الدُّنيا : 170، كتاب الدُّعاء لابن أبي الدنيا : 239)

جواب: جھوٹی روایت ہے۔

① جابر بن یزید جعفی متروک وکذاب ہے۔

② عمرو بن شمر متروک وکذاب اور برا رافضی ہے۔

③ سلام بن سلیمان ثقفی ضعیف اور منکر الحدیث ہے۔

④ ابو جعفر باقر رحمہ اللہ کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع ولقا نہیں۔

سوال: درج ذیل عبارت کا جائزہ مطلوب ہے؟

❀ دار العلوم دیوبند کے مہتمم قاری محمد طیب صاحب کہتے ہیں:

”﴿الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ ”رحمٰن عرش کے اوپر چھا گیا۔“

(خطبات حکیم الاسلام: 389/2)

جواب: قاری طیب صاحب نے استواء کا معنی چھا جانا کیا ہے، جو اہل سنت والجماعت کے متفقہ فہم اور لغت عرب کے خلاف ہے۔ ائمہ اہل سنت اور ائمہ لغت کی رو سے یہاں استوا کا معنی ”بلند ہونا“ ہے۔

سوال: درج ذیل عبارت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

❁ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم قاری محمد طیب صاحب کہتے ہیں:

''عرش تخت شاہی ہے۔''

(خطبات حکیم الاسلام: 388/2)

جواب: عرش کے بارے میں اس طرح کی بات کرنا مناسب نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے متعلق خبر دی ہے کہ وہ عرش پر بلند ہے اور معاملات کی تدبیر کرتا ہے، اس بنا پر عرش عظیم کو تخت شاہی کہنا کیونکر جائز ہوگا۔ یہ دنیا کے بادشاہوں کی طرح کا عرش نہیں، کہ ان کے تختوں کو ہم شاہی تخت کہہ دیتے ہیں۔

سوال: درج ذیل عبارت پر تبصرہ مطلوب ہے۔

❁ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم قاری محمد طیب صاحب کہتے ہیں:

''(محمد بن سیرین) اس فن (تعبیر خواب) کے بڑے امام تھے، انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے، تاثیر الانام فی تعبیر المنام۔ دو جلدوں میں ہے، اس میں بہت بڑے تعبیر خواب کے اصول بتلائے ہیں۔''

(خطبات حکیم الاسلام: 152/2)

جواب: یہ کتاب امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے ثابت نہیں۔

سوال: درج ذیل عبارت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

❁ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم قاری محمد طیب صاحب کہتے ہیں:

''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی ذات بابرکات ہے کہ اشارہ فرمائیں، تو چاند کے دو ٹکڑے ہو جائیں، اشارہ فرمائیں بت آ کر وضو کے لیے پانی پیش کریں۔''

(خطبات حکیم الاسلام: 169/2)

جواب: دونوں باتیں ثابت نہیں ہیں۔ بت کا وضو کے لیے پانی لانا ثابت نہیں، باقی

چاند دوٹکڑے تو ہوا، یہ نبی کریم ﷺ کا معجزہ تھا، اشارہ کا ثبوت نہیں۔

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

مَا يَذْكُرُهُ بَعْضُ الْقُصَّاصِ مِنْ أَنَّ الْقَمَرَ سَقَطَ إِلَى الْأَرْضِ، حَتّٰى دَخَلَ فِي كُمِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَخَرَجَ مِنَ الْكُمِّ الْآخَرِ، فَلَا أَصْلَ لَهٗ، وَهُوَ كَذِبٌ مُفْتَرًى، لَيْسَ بِصَحِيحٍ، وَالْقَمَرُ حِينَ انْشَقَّ لَمْ يُزَايِلِ السَّمَاءَ، غَيْرَ أَنَّهٗ حِينَ أَشَارَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْشَقَّ عَنْ إِشَارَتِهٖ، فَصَارَ فِرْقَتَيْنِ .

''بعض قصہ گو بیان کرتے ہیں کہ چاند زمین کی طرف آیا اور نبی ﷺ کی گود میں آ گیا، ایک آستین میں داخل ہو کر دوسری سے نکل گیا۔ اس بات کی کوئی اصل نہیں، یہ من گھڑت ہے، ثابت نہیں۔ چاند جب دوٹکڑے ہوا، تو آسمان پر ہی رہا، البتہ جب آپ ﷺ نے اشارہ کیا، تو وہ دوٹکڑے ہو گیا۔''

(البِداية والنّهاية : 303/4)

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (۸۰۴ھ) فرماتے ہیں:

بَاطِلٌ، لَا أَصْلَ لَهٗ .

''(یہ روایت کہ چاند دوٹکڑے ہو کر زمین پر اتر آیا) باطل اور بے اصل ہے۔''

(التّوضيح : 323/23)

سوال: درج ذیل عبارت پر تبصرہ مطلوب ہے؟

❁ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم قاری محمد طیب صاحب کہتے ہیں:

''کتاب اللہ کے اندر اُلوہیت کا جلال بھرا ہوا تھا، اگر فقط کتاب اللہ سامنے آتی اور

پیغمبر نہ آتے، تو اُلوہیت کا جلال مخلوق کو بھسم کر دیتا۔"

(خطبات حکیم الاسلام:173/2)

جواب: قاری صاحب ایسی باتیں کر رہے ہیں، جن کے بارے میں کتاب وسنت، آثار صحابہ اور ائمہ سلف خاموش ہیں۔ ہر بات کو عقل سے ثابت کرنا کوئی ضروری نہیں۔ قاری صاحب نے بعثت نبوی میں وہ حکمت بیان کرنے کی کوشش کی ہے، جو پہلے کسی کو سمجھ نہ آئی، لہٰذا اس کے غلط ہونے کو یہی کافی ہے۔

بے شک قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، جس کی افہام وتفہیم کے لیے نبی کریم ﷺ کو مبعوث ہوئے۔ قاری صاحب نے عبارت میں اُلوہیت کے جلال کی بات کی ہے، کہ اُلوہیت کا جلال مخلوق کو بھسم کر دیتا۔ یہ نامناسب بات ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ﴾ (بني إسرائيل : ٣٦)

"ان چیزوں کے پیچھے مت پڑو، جن کا آپ کو علم نہیں۔"

سوال: درج ذیل واقعہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

❀ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم قاری محمد طیب صاحب کہتے ہیں:

"امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جب حج کرنے گئے ہیں، تو تین دن ٹھہر کر مدینہ طیبہ سے واپس ہونے لگے، تمام اہل مدینہ نے آ کے راستہ روکا کہ ہم تو آپ کو نہیں جانے دیں گے۔ امام ابوحنیفہ کی عظمت اور محبت تھی کہ سارے اہل مدینہ آ کے کھڑے ہو گئے کہ ابھی آپ اور رہیں، ہم نہیں جانے دیں گے، ان کے کہے سنے سے پھر رک گئے، پانچ دن کے بعد پھر ارادہ کیا، پھر اہل مدینہ نے آ

کے روک دیا کہ ہم ابھی نہیں جانے دیں گے، بہت کہا، بہت معذرت کی، مگر اہل مدینہ نے نہیں مانا، پھر رک گئے، یہاں تک کہ کئی دفعہ ہوتے ہوتے گیارہواں دن آ گیا، اب جانے کا ارادہ کیا، پھر اہل مدینہ نے روکا، کہا: اب میرے بس میں نہیں ہے رکنا، لوگوں نے عرض کیا: حضرت بس کی کیا بات ہے، فرمایا: گیارہ دن گزر گئے ہیں، آج تک میں نے استنجا نہیں کیا، ایک ہی وضو سے اتنے دن گزارے، اس سے میرے دل نے گوارہ نہیں کیا کہ مدینہ رسول ﷺ میں آ کر میں یہاں بول و براز کروں، اس زمین کو گندہ کروں، معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا قدم کہاں پڑا ہوگا اور میں وہاں گندگی ڈالوں۔“

(خطبات حکیم الاسلام: 2/149-150)

جواب: جھوٹی کہانی ہے۔اس کے ساتھ ساتھ حکایت میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی شان میں غلو بھی ہے اور مدینہ کے بارے میں بھی مبالغہ آمیزی سے کام لیا گیا ہے۔ یہ وہ مدینہ کی عظمت ہے، جو اُمت میں کوئی نہ سمجھ سکا، صرف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سمجھ پائے!

معلوم نہیں کہ امام رحمہ اللہ کے مقلدین آج یہ جسارتوں کا ارتکاب کیوں کر رہے ہیں؟

سچ ہے:

حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِي وَيُصِمُّ

کسی بھی شے سے غیر شرعی محبت ہو، تو وہ آپ کو اندھا بہرہ کر دے گی۔

سوال: درج ذیل عبارت پر تبصرہ درکار ہے۔

❀ دار العلوم دیوبند کے مہتمم قاری محمد طیب صاحب کہتے ہیں:

”منصور نے اگر وجد میں آ کر انا الحق کہہ دیا اور منصور کی ہر چیز شریعت بن

جائے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ساری دنیا انا الحق کہے کہ میں بھی خدا ہوں، حالانکہ وہ غلبہ حال میں ایک کلمہ سرزد ہوا تھا، نہ یہ کہ وہ اُصول ہے، تو شریعت قانون کلی کا نام ہے اور طریقت شخصی احوال کا نام ہے۔ قانون کلی تو ہر کس وناکس کے لیے پیغام ہوتا ہے اور شخصی احوال دوسرے کے لیے حجت نہیں ہوتے، ہر ایک کی شخصی حالت الگ الگ ہے۔ اگر منصور نے انا الحق کہا، تو میرے لیے فرض نہیں ہے کہ میں بھی انا الحق کہوں، ہاں وہ حال میرے اندر پیدا ہو جائے، پھر غیر اختیاری طور پر میں کہہ دوں تو پھر کسی کو روکنے کا حق نہیں ہے، مگر حال نہ ہو اور ان کی وجدی حرکات کی نقالی کروں، تو یہ محض رسوم کی پیروی ہے۔"

(خطبات حکیم الاسلام: 2/254-255)

جواب: وجد اور حال گمراہ باطنی صوفیا غیر صافیہ کی من گھڑت اصطلاحیں ہیں، جو انہوں نے شیطان کے غلبہ کی بنا پر وضع کی ہیں۔ کسی نبی، صحابی، تابعی یا تبع تابعی اور کسی معتبر اہل سنت امام کو یہ احوال درپیش نہ ہوئے، نہ وہ وجد میں آکر بے اختیار ہوئے کہ انا الحق کے نعرے لگائیں۔ اس کی وجہ سے یہ تھی کہ وہ شیطان کے تسلط سے محفوظ تھے۔

جن کے دل ودماغ پر ابلیس کا قبضہ ہو گیا، تو وہ اس ابلیسی دین کو اپناتے ہیں، جسے ہم تلبیس ابلیس کہتے ہیں۔

یہ وہ لوگ تھے، جو عقیدہ توحید میں بھٹک گئے، انہیں سزا یہ ملی کہ وہ دیوانے اور پاگل بن گئے، جنہیں وہ حال اور وجد کی کیفیت سے تعبیر کرتے ہیں، یہ انتہائی بدبودار کردار ہے۔

ہر دور کے اہل علم نے ان کا بھرپور رد کیا، بلکہ انا الحق کا نعرہ لگانے والے حسین بن منصور

حلاج کو بالاتفاق کافر اور مرتد قرار دیا اور اس کے خون کے حلال ہونے کا فتویٰ دیا، یوں وہ اپنے برے انجام سے دوچار ہو گیا۔

اب چاہیے یہ تھا کہ انا الحق کا نعرہ لگانے والوں کا سختی سے رد کیا جاتا، مگر بعض الناس ان کا دفاع کر رہے ہیں اور حال اور وجد کے شیطانی احوال کے ذریعے انہیں سند جواز فراہم کر رہے ہیں۔ یہ دلیل ہے کہ یہ لوگ ائمہ محدثین اور ائمہ اہل سنت سے منحرف ہیں اور شرک وکفر کے طرف دار ہیں۔ انہیں محدثین کی بددعا لگی ہے کہ آج شرک وکفر کی دلدل میں پھنسے ہوئے بلکہ دھنسے ہوئے ہیں۔

قاری صاحب نے شریعت اور طریقت کی اصطلاحات وضع کر کے گمراہی اور ضلالت کی تحسین کی ہے۔ بھلا کوئی موحد اور متبع سنی مسلمان اس کیفیت سے دوچار ہو سکتا ہے؟

سوال: درج ذیل عبارت کیسی ہے؟

❀ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم قاری محمد طیب صاحب کہتے ہیں:

”حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: «أَنَا نَبِيُّ الْأَنْبِيَاءِ» میں نبیوں کا نبی ہوں۔“

(خطبات حکیم الاسلام: 396/2)

جواب: یہ رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارکہ پر جھوٹ ہے۔ دواوین اسلام میں اس کا ذکر نہیں، معلوم نہیں اسے کس نے وضع کیا۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم قاری محمد طیب صاحب کہتے ہیں:

”حدیث میں ہے: أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُورِي۔ سب سے پہلے اللہ نے میرا

نور پیدا کیا۔‘‘

(خطبات حکیم الاسلام:2/107، 175)

(جواب): بے سند اور بے سروپا روایت ہے۔

(سوال): درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم قاری محمد طیب صاحب کہتے ہیں:

’’حدیث میں ہے کہ ان (مہدی) کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان کیا جائے گا، ایک غیبی آواز پیدا ہوگی: «هٰذَا خَلِيفَةُ اللّٰهِ الْمَهْدِيُّ فَاسْمَعُوا لَهٗ وَأَطِيعُوا» یہ اللہ کے خلیفہ مہدی ہیں، ان کی بات سنو اور اطاعت کرو۔‘‘

(خطبات حکیم الاسلام:2/304)

(جواب): یہ حدیث نہیں ہے۔

(سوال): درج ذیل حکایت کی کیا حقیقت ہے؟

❀ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم قاری محمد طیب صاحب کہتے ہیں:

’’سیر کی روایات میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام جب پانچ سال کی عمر کے ہوئے، تو ان کی والدہ ماجدہ نے انہیں پڑھنے کے لیے مکتب میں بھیج دیا، مکتب میں جا کر شاگردوں کی لائن میں بیٹھ گئے، تو

استاذ نے کہا: کہو الف......

فرمایا: الف کے کیا معنی ہیں؟

استاذ نے کہا: الف کے بھی کوئی معنی ہوتے ہیں؟

فرمایا: کیا تو مہملات کی تعلیم دینے بیٹھا ہے؟

استاذ نے کہا: کیا الف کے کچھ معنی ہوتے ہیں؟

فرمایا: معنی نہ ہوتے، تو اسے شے کیوں کہتے؟...... بے معنی شے کا وجود نہیں ہوتا ......فرمایا: جو چیزیں علم کا سرچشمہ ہیں، اگر وہی چیزیں علم سے تعلق نہ رکھیں، تو علم کہاں سے آئے گا، انہی حروف سے تو علم پیدا ہوتا ہے۔

استاذ بیچارہ حیران ہوا کہ یہ بچہ کہاں سے آ گیا؟ اس نے مجھے ہی پڑھانا شروع کر دیا۔ اس نے کہا کہ تو جانتا ہے کہ الف اور باء کے کیا معنی ہیں؟

فرمایا: ہاں! میں جانتا ہوں۔

پوچھا: کیا معنی ہیں؟

فرمایا: ایسے تھوڑا ہی بتلاؤں گا، استاذی کی جگہ چھوڑ اور شاگردی کی لائن میں آ اور میں تیری جگہ بیٹھوں۔ اس کو اٹھایا اور اُٹھا کر شاگردوں کی جگہ بٹھایا اور خود جا کر مسند پر بیٹھ گئے۔

پھر الف سے جو توحید کے مضامین اور حقائق بیان کرنے شروع کیے ہیں، تو استاذ بھی حیران تھا اور مکتب والے بھی حیران تھے کہ اس بچے کے پیٹ میں کیا چیز بول رہی ہے؟

(خطبات حکیم الاسلام: 2/267-268)

جواب: عیسیٰ علیہ السلام پر صریح جھوٹ بولا گیا ہے۔

سوال: درج ذیل واقعہ کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

✿ دار العلوم دیو بند کے مہتمم قاری محمد طیب صاحب کہتے ہیں:

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ خادم کو گوشت خریدنے کے لیے بھیجتے، جب وہ لے کر آتا، تو گوشت کی بوٹیاں گن لیتے تھے، مثلاً ایک پیسے میں چھ بوٹیاں آنی چاہیے تھیں، تو یہ چھ لایا ہے یا پانچ لایا ہے۔

خادم کہتا: کیا مجھ پر اعتماد نہیں؟

فرمایا: اعتماد ہے، اپنے قلب کی تسکین اور تیرے ساتھ حسن ظن باقی رکھنے کے لیے میں یہ کام کرتا ہوں کہ گن لیتا ہوں۔

کسی نے کہا: یہ خادم دھوکہ کرتا ہے اور یہ کم لے کر آتا ہے اور پیسے آپ سے زیادہ لے جاتا ہے۔

فرمایا: وہ خادم اللہ کا نام لے کر کہتا ہے کہ میں پورا پورا لے کر آیا ہوں، اس نے کہا: وہ غلط نام لیتا ہے اور غلط حلف اٹھاتا ہے اور کم لے کر آتا ہے اور آپ کو دھوکہ دیتا ہے۔

فرمایا:

مَنْ خَدَعَنَا فِي اللّٰهِ انْخَدَعْنَا لَهٗ .

”جو اللہ کا نام لے کر دھوکہ دے گا، ہم ضرور اس کے دھوکے میں آئیں گے۔“

اللہ کے نام کو ہم نہیں جھٹلا سکتے۔“

(خطبات حکیم الاسلام: 431/2)

جواب: ہم اس واقعہ کی سند پر دسترس نہیں پا سکے۔

سوال: درج ذیل واقعہ کیسا ہے؟

❀ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم قاری محمد طیب صاحب کہتے ہیں:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ کا واقعہ سیر کی کتابوں میں مشہور ہے کہ آپ نے غزوہ بدر میں ابو جہل کو پچھاڑ دیا اور ارادہ کیا کہ خنجر لے کر اسے ذبح کر دیں، اس نے غصہ میں آ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے منہ پر تھوک دیا۔ پس خنجر چھوڑ کر کھڑے ہو گئے، قتل سے باز آ گئے کہ اب نہیں قتل کروں گا۔

ابو جہل نے کہا: اے علی! میں تو تم کو دانش مند سمجھتا تھا، میں تمہارا بھی دشمن، تمہارے رسول کا دشمن اور تمہارے دین کا بھی دشمن۔ ایک منٹ کے لیے میں نہیں چاہتا کہ تمہارا دین اس دنیا میں باقی رہے، تم یا تمہارے رسول باقی رہیں۔ اتنے بڑے دشمن پر قابو پا کر اسے چھوڑ دینا یہ کون سی دانش مندی ہے؟ تم نے کیوں نہیں مجھے قتل کیا؟

فرمایا: میں تجھے اللہ کے لیے قتل کرنے بیٹھا تھا، میری کوئی ذاتی لڑائی تجھ سے نہیں، کوئی ذاتی بغض نہیں، اللہ کی وجہ سے عداوت تھی اور یہ ساری لڑائی بھڑائی اللہ کی وجہ سے تھی، جب تو نے میرے منہ پر تھوکا، تو میرے نفس میں غصہ پیدا ہو گیا، اب اگر میں قتل کرتا، تو نفسانی جذبات سے قتل کرتا، تو میری عبادت شرک میں بدل جاتی، میری توحید، توحید باقی نہ رہتی۔ اس واسطے میں قتل سے باز آ گیا۔''

(خطبات حکیم الاسلام: 418/2)

جواب: اس قصہ کی سند نہیں ملی۔

سوال: ایک دوست کے بیٹوں میں سے ایک کو تحفہ دیا، دوسروں کو نہیں دیا، گناہ گار تو نہیں ہوگا؟

(جواب): گناہ گار نہیں۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُ كَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَكَانَ عَلٰى بَكْرٍ لِعُمَرَ صَعْبٍ، فَكَانَ يَتَقَدَّمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَقُولُ أَبُوهُ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ، لَا يَتَقَدَّمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدٌ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بِعْنِيهِ، فَقَالَ عُمَرُ: هُوَ لَكَ، فَاشْتَرَاهُ، ثُمَّ قَالَ: هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ، فَاصْنَعْ بِهِ مَا شِئْتَ.

”آپ رضی اللہ عنہ ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ایک ایسے اونٹ پر سوار تھے، جس پر ابھی نئی نئی سواری شروع کی گئی تھی اور وہ قابو میں نہیں آ رہا تھا۔ وہ اونٹ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری سے آگے بڑھتا تھا، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے: عبد اللہ! کوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نہیں بڑھ سکتا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: (عمر!) یہ اونٹ مجھے فروخت کر دیں، تو عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یہ آپ کا ہوا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اونٹ خرید لیا، پھر فرمایا: عبد اللہ یہ اونٹ اب آپ کا ہوا، اس سے آپ جو مرضی کریں۔“

(صحيح البخاري: 2610)

ثابت ہوا کہ دوست کی اولاد میں سے ایک کو دیا، دوسروں کو نہیں دیا، تو گناہ گار نہیں، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے صرف ایک بیٹے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو تحفہ دیا۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کے لیے پاؤں کی صفت ثابت ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے لیے صفت ''رجل'' (پاؤں) ثابت ہے، جیسے اس کی شایان شان ہے، یہ مخلوق کے مشابہ نہیں، جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا صفات باری تعالیٰ کے بارے میں عقیدہ ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَمَّا النَّارُ فَلَا تَمْتَلِئُ حَتّٰى يَضَعَ رِجْلَهٗ فَتَقُولُ : قَطْ قَطْ، فَهُنَالِكَ تَمْتَلِئُ وَيُزْوٰى بَعْضُهَا إِلٰى بَعْضٍ، وَلَا يَظْلِمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ خَلْقِهٖ أَحَدًا .

''جہنم بھرے گی نہیں، حتی کہ اللہ تعالیٰ اپنا پاؤں اس میں رکھ دے گا، پھر وہ کہے گی: بس، بس! اب وہ بھر جائے گی اور اس کا بعض حصہ دوسرے کی طرف سکڑے گا، اللہ تعالیٰ اپنی کسی مخلوق سے ظلم نہیں کرے گا۔''

(صحيح البخاري : 4850، صحيح مسلم : 2846)

❁ عروہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

قَدِمْتُ عَلٰى عَبْدِ الْمَلِكِ، فَذَكَرْتُ عِنْدَهُ الصَّخْرَةَ الَّتِي بِبَيْتِ الْمَقْدِسِ، فَقَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ : هٰذِهٖ صَخْرَةُ الرَّحْمَنِ، الَّتِي وَضَعَ عَلَيْهَا رِجْلَهٗ، فَقُلْتُ : سُبْحَانَ اللّٰهِ، يَقُولُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى : ﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ﴾(البقرة : ٢٥٥) وَتَقُولُ : وَضَعَ رِجْلَهٗ عَلٰى هٰذِهٖ، يَا سُبْحَانَ اللّٰهِ إِنَّمَا هٰذِهٖ

جَبَلٌ قَدْ أَخْبَرَنَا اللّٰهُ أَنَّهٗ يُنْسَفُ نَسْفًا فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا .

”میں عبدالملک کے پاس آیا، ان کے پاس اس چٹان کا ذکر کیا گیا جو بیت المقدس کے پاس ہے، تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ رحمٰن کی چٹان ہے، جس پر اس نے اپنا قدم رکھا تھا، میں نے کہا: سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے: ﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ﴾(البقرة : ٢٥٥) ”اس کی کرسی آسمانوں اور زمین سے وسیع ہے۔“ اور آپ کہتے ہیں کہ اللہ نے اس پر اپنا پاؤں رکھا، سبحان اللہ! یہ تو وہ پہاڑ ہیں، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ وہ ان کو اکھاڑ کر رکھ دے گا اور چٹیل میدان بنا دے گا۔“

(كتاب التّوحيد لابن خُزَيمة :250/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ (٥١٦ھ) فرماتے ہیں:

اَلْقَدَمُ وَالرِّجْلَانِ الْمَذْكُورَانِ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ مِنْ صِفَاتِ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالَى، الْمُنَزَّهُ عَنِ التَّكْيِيفِ وَالتَّشْبِيهِ، وَكَذٰلِكَ كُلُّ مَا جَاءَ مِنْ هٰذَا الْقَبِيلِ فِي الْكِتَابِ أَوِ السُّنَّةِ كَالْيَدِ، وَالْإِصْبَعِ، وَالْعَيْنِ، وَالْمَجِيءِ، وَالْإِتْيَانِ، فَالْإِيمَانُ بِهَا فَرْضٌ، وَالْاِمْتِنَاعُ عَنِ الْخَوْضِ فِيهَا وَاجِبٌ، فَالْمُهْتَدِيُّ مَنْ سَلَكَ فِيهَا طَرِيقَ التَّسْلِيمِ، وَالْخَائِضُ فِيهَا زَائِغٌ، وَالْمُنْكِرُ مُعَطِّلٌ، وَالْمُكَيِّفُ مُشَبِّهٌ، تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَقُولُ الظَّالِمُونَ عُلُوًّا كَبِيرًا، ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾

(الشّوریٰ:١١) سُبْحَانَ رَبِّنَا رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ، وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّي وَآلِهٖ أَجْمَعِينَ.

''اس حدیث میں مذکور قدم اور دو پاؤں اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔صفات میں باری تعالیٰ کو کیفیت اور تشبیہ سے منزہ قرار دیا جائے گا۔اسی طرح کتاب وسنت میں اس جیسی جتنی صفات وارد ہوئی ہیں، مثلاً ہاتھ، انگلی، آنکھ اور مجیء واتیان (آنا) وغیرہ، ان پر ایمان لانا فرض ہے، ان کی بے وجہ گہرائی میں جانے سے باز رہنا واجب ہے۔ہدایت یافتہ وہ ہے، جو صفات کے بارے میں تسلیم ورضا کے راستے پر چلا اور جو ان صفات (کی کیفیت) کی گہرائی میں پڑے گا، وہ گمراہ ہوگا، جو ان صفات کا انکار کرے گا، وہ معطل ہوگا، جو ان کی کیفیت بیان کرے گا، وہ مشبہہ ہوگا۔اللہ تعالیٰ ان تمام باتوں سے بہت بلند ہے، جو ظالم لوگ اس کے بارے میں کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (الشّوریٰ:١١) ''کوئی چیز اس کی مثل نہیں، وہ سمیع وبصیر ہے۔'' ہمارا رب، عزت کا رب ان تمام باتوں سے پاک ہے، جو (گمراہ) لوگ اس کے بارے میں بیان کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر سلام ہو، تمام تعریفات اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جو رب العالمین ہے اور اللہ تعالیٰ رحمت نازل کرے ہمارے سردار محمد نبی اُمی پر اور ان کی تمام آل پر۔''

(شرح السّنّة: 15/257-258)

سوال: درج ذیل روایت کا مصداق کون ہے؟

❁ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:

تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ .

”انہیں باغی گروہ قتل کرے گا۔“

(صحيح البخاري : 447، صحيح مسلم : 2915)

جواب: اس حدیث کے مصداق میں اہل علم کی مختلف آراء ہیں؛

① بعض کے نزدیک یہاں خوارج مراد ہیں۔

(شرح صحيح البخاري لقوام السّنة الأصبهاني : 407/2)

بعض کے نزدیک سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا گروہ مراد ہے۔

❁ اسحاق بن منصور کوسج رحمہ اللہ (۲۵۱ھ) امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہما اللہ سے اس حدیث کے متعلق پوچھتے ہیں، تو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَتَكَلَّمُ فِيهِ، تَرْكُهُ أَسْلَمُ .

”میں اس حدیث کے متعلق کوئی بات نہیں کروں گا، اس میں خاموشی بہتر ہے۔“

امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بَلْ هُوَ مُعَاوِيَةُ وَأَصْحَابُهُ .

”بلکہ یہاں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کا گروہ مراد ہے۔“

(مسائل الكوسج : 3509)

باغی باغی میں فرق ہوتا ہے، ہمارے عرف میں باغی شدید ہے۔ مذکورہ حدیث میں باغی سے مراد وہ لوگ ہیں، جو اجتہادی طور خلیفہ وقت کے ساتھ لڑیں گے۔ یہ بغاوت ان کی

فضیلت و منقبت اور دین و ایمان میں حرج واقع نہیں کرتی، کیونکہ خود رسول اللہ ﷺ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے گروہ کو مسلمانوں کا عظیم گروہ قرار دیا ہے۔

اس حدیث کا تعلق مشاجرات صحابہ سے ہے، مشاجرات صحابہ میں اہل سنت والجماعت زبان بندی رکھتے ہیں اور صحابہ کے دونوں گروہوں کے بارے میں حسن ظن رکھتے ہیں اور ان کے لیے دعا گو رہتے ہیں۔

اس حدیث کو بنیاد بنا کر ائمہ دین نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو مطعون نہیں کیا۔ ہمیں بھی اہل سنت والجماعت کے راستے پر چلنا چاہیے، سلامتی صرف اسی راستے میں ہے۔

سوال: ابو یزید بسطامی کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: ابو یزید طیفور بن عیسیٰ بسطامی (۲۶۱ھ) مشہور صوفی ہے، اس کی طرف بہت ساری ضلالات منسوب ہیں۔ اکثر حکایات جھوٹی ہیں، جو جھوٹوں کے لیے دین کا درجہ رکھتی ہیں۔

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ حُكِيَ عَنْهُ كَلِمَاتٌ فِيهَا شَطْحٌ، وَقَدْ تَكَلَّمَ كَثِيرٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ مِنَ الصُّوفِيَّةِ وَالْفُقَهَاءِ عَلَيْهَا؛ فَمِنْ مُتَأَوِّلٍ عَلَى الْمَحَامِلِ الْبَعِيدَةِ، أَوْ قَائِلٍ : إِنَّ هٰذَا قَالَهُ فِي حَالِ الِاصْطِلَامِ وَالسُّكْرِ، وَمِنْ مُبَدِّعٍ وَمُخَطِّئٍ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

''ابو یزید بسطامی سے کئی ایسے کلمات حکایت کیے جاتے ہیں، جن میں واضح غلطیاں ہیں۔ ان کے بارے میں کئی صوفی علما اور فقہا نے کلام کیا ہے، بعض نے دور کی تاویلات کی ہیں، بعض نے کہا ہے کہ یہ باتیں ابو یزید بسطامی سے

اصطلام (عشق کا غلبہ اور دیوانگی) اور سکر (صوفیا کی خاص اصطلاح) کی حالت میں جاری ہوئی ہیں۔ بعض صوفیا نے بسطامی کو (ان اقوال وافعال میں) بدعتی اور خطا کار قرار دیا ہے۔''

(البِداية والنّهاية : 556/14)

سوال: کیا سجدے میں پاؤں کو کھڑا رکھا جائے گا؟

جواب: سجدے میں پاؤں کو کھڑا کیا جائے گا اور پاؤں کی انگلیاں اوپر کو موڑی جائیں گی۔

❁ سیدنا ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَهْوٰى إِلَى الْأَرْضِ سَاجِدًا جَافٰى عَضُدَيْهِ عَنْ إِبِطَيْهِ، وَفَتَخَ أَصَابِعَ رِجْلَيْهِ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کے لیے زمین کی طرف جھکتے، تو اپنے بازوؤں کو بغلوں سے جدا کرتے اور پاؤں کی انگلیوں کو اوپر کی طرف موڑ لیتے۔''

(سنن النّسائي : 1101، سنن التّرمذي : 304، وسندهٗ صحيحٌ، أصله في صحيح البخاري : 828)

❁ امام ابوعبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ (۲۲۴ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ مِنَ الْفِقْهِ أَنَّهٗ كَانَ يَنْصِبُ قَدَمَيْهِ فِي السُّجُودِ نَصْبًا وَلَوْلَا نَصَبَهٗ إِيَّاهُمَا لَمْ يَكُنْ هُنَاكَ فَتْخٌ فَكَانَتِ الْأَصَابِعُ مُنْحَنِيَةً فَهٰذَا الَّذِي يُرَادُ مِنَ الْحَدِيثِ .

''اس حدیث میں فقہی فائدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سجدوں میں پاؤں کو سیدھا

کھڑا رکھتے تھے، کیونکہ اگر آپ ﷺ پاؤں کو کھڑا نہ کرتے ہوتے، تو (انگلیوں کا) مڑنا ثابت نہ ہوتا، لہٰذا انگلیاں (آگے کی طرف) مڑی ہوتی تھیں۔ حدیث کی یہی مراد ہے۔''

(غريب الحديث :1/304)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الْخَالَ وَالِدٌ . ''ماموں باپ کے قائم مقام ہوتا ہے۔''

(مَكارم الأخلاق لابن أبي الدُّنيا : 407، أمالي ابن بشران : 935)

جواب: سند باطل ہے۔ حکم بن عبداللہ بن سعد ایلی متروک ہے۔

❁ ایک سند میں حکم کی متابعت بھی ہوئی ہے۔

(الأفراد لابن شاهين :1)

مگر یہ سند بھی باطل ہے۔ عبداللہ بن محمد بن ربیعہ قدامی ضعیف و منکر الحدیث ہے۔

سوال: کیا نماز تہجد مسلسل با جماعت ادا کی جا سکتی ہے؟

جواب: نماز تہجد باقاعدہ طور پر باجماعت ادا نہیں کی جا سکتی، البتہ کبھی کبھار نوافل کی جماعت کا جواز ہے۔

سوال: خطبہ نکاح کھڑے ہو کر رو بہ قبلہ پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: خطبہ نکاح ثابت نہیں، تو کھڑے ہو کر رو بہ قبلہ پڑھنے کا کوئی معنی نہیں، البتہ نکاح کی مجلس میں وعظ و تذکیر کرنی ہو، تو خطبہ حاجہ پڑھا جا سکتا ہے، نکاح ایجاب و قبول کا نام ہے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۳۸)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: اس روایت کے بارے میں کیا تحقیق ہے؟

❀ سیدنا علی اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْجِهَادُ مَاضٍ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ .

”جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔“

(المُعجم الأوسط للطّبراني : 4775، حِلية الأولياء لأبي نُعَيم : 73/3)

جواب: جھوٹی روایت ہے۔ یہ روایت دو صحابہ سے مختلف سندوں سے آئی ہے۔

حدیث علی رضی اللہ عنہ (۱):

① اسماعیل بن یحییٰ تیمی کذاب و وضاع ہے۔

② عبد الرحمٰن بن خلاد دورقی مجہول الحال ہے۔

③ سعدان بن زکریا دورقی کی توثیق نہیں۔

④ ابو اسحاق کا اختلاط اور عنعنہ ہے۔

⑤ سفیان ثوری مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

⑥ حارث اعور ضعیف ہے۔

حدیث علی رضی اللہ عنہ (۲):

① اسماعیل بن یحییٰ تیمی کذاب و وضاع ہے۔

② عبدالرحمٰن بن خلاد دورقی مجہول الحال ہے۔

③ سعدان بن زکریا دورقی کی توثیق نہیں۔

④ یحییٰ بن ابی کثیر کثیر التدلیس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

حدیث جابر:

① اسماعیل بن یحییٰ تیمی کذاب ووضاع ہے۔

② عبدالرحمٰن بن خلاد دورقی مجہول الحال ہے۔

③ سعدان بن زکریا دورقی کی توثیق نہیں۔

④ عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج کا عنعنہ ہے۔

⑤ ابوالزبیر محمد بن مسلم بن تدرس مکی مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

سوال: چپ کا روزہ رکھنا کیسا ہے؟

جواب: چپ کا روزہ رکھنے کا اسلام میں کوئی تصور نہیں۔ یہ کافر قوموں سے مستعار عمل ہے۔ دور جاہلیت میں بھی پایا جاتا تھا۔ یہ گمراہ صوفیوں کا دین ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے کوئی برہان نہیں اتاری۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ مومن خیر کے ساتھ کلام کرتا ہے۔

❀ قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

دَخَلَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى امْرَأَةٍ مِّنْ أَحْمَسَ يُقَالُ لَهَا زَيْنَبُ، فَرَآهَا لَا تَكَلَّمُ، فَقَالَ: مَا لَهَا لَا تَكَلَّمُ؟ قَالُوا: حَجَّتْ مُصْمِتَةً، قَالَ لَهَا: تَكَلَّمِي، فَإِنَّ هٰذَا لَا يَحِلُّ، هٰذَا مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ، فَتَكَلَّمَتْ.

”سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ قبیلہ احمس کی ایک خاتون کے پاس آئے، جس کا نام زینب تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وہ بات نہیں کر رہی، فرمایا: یہ بات کیوں نہیں کرتی؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ خاموش رہ کر حج کرتی ہے، تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس خاتون سے فرمایا: بات کیجئے، کیونکہ چپ رہنا جائز نہیں، یہ زمانہ جاہلیت کا عمل ہے۔ تو وہ بات کرنے لگی۔“

(صحيح البخاري : 3834)

سوال: جو لوگ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیتے ہیں، ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ یکتا اور اکیلا ہے، اس کی بیوی اور اولاد نہیں۔ یہ بات قطعی دلائل سے ثابت ہے، جو اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد ثابت کرے، وہ کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود سے اولاد کی نفی کی ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ۞ اللّٰهُ الصَّمَدُ ۞ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۞ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا أَحَدٌ﴾(الإخلاص : ١-٤)

”(نبی!) کہہ دیجئے کہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ اس کی اولاد ہے اور نہ وہ خود کسی کی اولاد ہے، اس کا کوئی ہمسر اور شریک نہیں۔“

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿أَنّٰى يَكُونُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ﴾(الأنعام : ١٠١)

”اس کی اولاد کیونکر ہو سکتی ہے، اس کی بیوی بھی نہیں ہے۔“

❁ الٰہی فرمان ہے:

﴿مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا﴾(الجِنّ : ۳)

’’اس کی بیوی ہے نہ اولاد۔‘‘

❁ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَلَدٍ﴾(المؤمنون : ۹۱)

’’اللہ تعالیٰ نے کوئی اولاد نہیں بنائی۔‘‘

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿مَا كَانَ لِلّٰهِ أَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَلَدٍ سُبْحَانَهٗ﴾(مَریم : ۳۵)

’’اللہ تعالیٰ کے لائق نہیں کہ وہ اولاد بنائے، وہ اس سے پاک ہے۔‘‘

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءً ا﴾(الزّخرف : ۱۵)

’’انہوں نے اس کے لیے اس کے بندوں میں سے جز و بنایا۔‘‘

❁ فرمان خداوندی ہے:

﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ أَنّٰى يُؤْفَكُونَ﴾(التّوبة : ۳۰)

’’یہود نے کہا کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں، نصاریٰ نے کہا کہ مسیح (عیسیٰ) اللہ کے بیٹے ہیں، یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں، یہ پہلے کافروں کی طرح کی ہی باتیں

ہیں، اللہ انہیں برباد کرے، وہ کہاں بھٹکے جارہے ہیں؟''

قرآن کریم نے جابجا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو ابن مریم کہا ہے۔عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿يَآ أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللّٰهِ إِلَّا الْحَقَّ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ أَلْقَاهَا إِلٰى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ فَآمِنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ انْتَهُوا خَيْرًا لَّكُمْ إِنَّمَا اللّٰهُ إِلَهٌ وَّاحِدٌ سُبْحَانَهٗ أَنْ يَكُونَ لَهٗ وَلَدٌ، لَهٗ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيلًا ۞ لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ أَنْ يَّكُونَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ إِلَيْهِ جَمِيعًا﴾(النّساء: ۱۷۱۔۱۷۲)

''اہل کتاب! اپنے دین میں غلو (حد سے بڑھنا) سے کام مت لو اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں وہ بات کہو جو حق ہے۔ بلاشبہ مسیح عیسیٰ ابن مریم اللہ کے رسول ہیں اور اس کا کلمہ ہیں، جسے اس نے مریم کی طرف بھیجا اور (عیسیٰ) اس کی طرف سے روح ہیں، لہٰذا تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ، یہ مت کہو کہ تین الٰہ ہیں، اس سے باز آجاؤ، یہ تمہارے لیے بہتر ہے، اللہ ہی اکیلا الٰہ ہے، وہ اولاد سے پاک ہے، آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے، اسی کی ملکیت

ہے، اللہ ہی وکیل کافی ہے۔ مسیح (عیسیٰ) اللہ تعالیٰ کا بندہ ہونے ہرگز انکار نہیں کریں گے، ایسے ہی مقرب فرشتے بھی انکار نہیں کریں گے، جس نے اللہ کی عبادت سے انکار کیا اور تکبر برتا، تو (یاد رکھو کہ) اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنی طرف جمع کرے گا۔''

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ۞ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ۞ تَكَادُ السَّمَاوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۞ أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۞ وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمٰنِ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا ۞ إِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا﴾

(مَريم : ۸۸۔۹۳)

''انھوں (یہود ونصاریٰ) نے کہا کہ رحمٰن نے اولاد بنائی ہے۔ بلاشبہ تم نے انتہائی خطرناک بات کی ہے۔ قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں کہ انھوں نے رحمٰن کے لیے اولاد مانی ہے۔ رحمٰن کے شایان شان نہیں کہ وہ اولاد بنائے۔ آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہے، وہ رحمٰن کے پاس فرمانبردار ہو کر آنے والا ہے۔''

❁ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ﴾ (الزُّخرُف : ۵۹)

''عیسیٰ تو فقط بندے ہیں، جن پر ہم نے انعام کیا۔''

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

كَذَّبَنِي ابْنُ آدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذٰلِكَ، وَشَتَمَنِي وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذٰلِكَ، أَمَّا تَكْذِيبُهُ إِيَّايَ أَنْ يَقُولَ : إِنِّي لَنْ أُعِيدَهُ كَمَا بَدَأْتُهُ، وَأَمَّا شَتْمُهُ إِيَّايَ أَنْ يَقُولَ : اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا، وَأَنَا الصَّمَدُ الَّذِي لَمْ أَلِدْ وَلَمْ أُولَدْ، وَلَمْ يَكُنْ لِي كُفُؤًا أَحَدٌ .

''ابن آدم مجھے جھٹلاتا ہے، اسے ایسا کرنا نہیں چاہیے تھا، ابن آدم نے مجھے گالی دی، اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ ابن آدم کا مجھے جھٹلانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں اسے دوبارہ زندہ نہیں کرسکتا، جیسا کہ اسے میں نے پہلی بار زندہ کیا۔ ابن آدم کا مجھے گالی دینے کا معنی یہ ہے کہ وہ کہتا ہے: ''اللہ نے بیٹا بنایا ہے، جبکہ میں ایسا بے نیاز ہوں، کہ میں نے کسی کو جنم نہیں دیا، نہ میں نے کسی سے جنم لیا اور میرے کوئی ہمسر بھی نہیں ہے۔''

(صحيح البخاري : 4975)

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیامت احوال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

يُدْعَى النَّصَارٰى فَيُقَالُ لَهُمْ : مَنْ كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ؟ قَالُوا : كُنَّا نَعْبُدُ الْمَسِيحَ ابْنَ اللّٰهِ، فَيُقَالُ لَهُمْ : كَذَبْتُمْ، مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَّلَا وَلَدٍ .

''نصاریٰ کو بلایا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا کہ تم کس کی عبادت کرتے رہے؟ وہ کہیں گے: ہم اللہ کے بیٹے مسیح کی عبادت کرتے تھے، تو انہیں جواب

میں کہا جائے گا: تم جھوٹے ہو، اللہ تعالیٰ کی بیوی ہے نہ اولاد۔''

(صحیح البخاري : 4581، صحیح مسلم : 183)

❁ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ عِيسٰى عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ، وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلٰى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ .

''بلاشبہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور اس کا کلمہ ہے، جو اس نے مریم کی طرف بھیجا اور اللہ کی طرف سے روح ہیں۔''

(صحیح البخاري : 3435، صحیح مسلم : 28)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

هُوَ عَبْدٌ مِّنْ عِبَادِ اللّٰهِ .

''عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے بندے ہیں۔''

(صحیح البخاري : 5285)

سوال: کیا عورتیں بھی نماز عید کے لیے عید گاہ جا سکتی ہیں؟

جواب: عورتیں بھی نماز عید ادا کرنے کے لیے عید گاہ جا سکتی ہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عِيدٍ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلُ وَلَا بَعْدُ، ثُمَّ مَالَ عَلَى النِّسَاءِ، وَمَعَهُ بِلَالٌ فَوَعَظَهُنَّ، وَأَمَرَهُنَّ أَنْ يَّتَصَدَّقْنَ، فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي الْقُلْبَ وَالْخُرْصَ .

''ایک عید کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (عید گاہ میں) تشریف لائے، دو رکعت

نماز پڑھائی، اس سے پہلے اور بعد کوئی نماز نہیں پڑھی، پھر عورتوں کی طرف آئے، آپ ﷺ کے ساتھ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ بھی تھے، آپ ﷺ نے عورتوں کو وعظ فرمایا اور انہیں صدقہ کرنے کا حکم دیا، تو عورتیں انگوٹھیاں اور کنگن (چادر میں) ڈالنے لگیں۔"

(صحيح البخاري :1431، صحيح مسلم : 884)

❁ سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُخْرِجَهُنَّ فِي الْفِطْرِ وَالْأَضْحٰى، الْعَوَاتِقَ، وَالْحُيَّضَ، وَذَوَاتِ الْخُدُورِ، فَأَمَّا الْحُيَّضُ؛ فَيَعْتَزِلْنَ الصَّلَاةَ، وَيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ، وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِينَ، قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِحْدَانَا لَا يَكُونُ لَهَا جِلْبَابٌ، قَالَ : لِتُلْبِسْهَا أُخْتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا .

"رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ہم عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں دوشیزائیں، حائضہ عورتیں اور پردہ نشین خواتین کو بھی عیدگاہ میں لے کر جائیں، البتہ حائضہ نماز کی جگہ سے الگ رہیں، جبکہ خیر اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہوں۔ عرض کیا: اللہ کے رسول! ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو تو؟ فرمایا: اس کی اسلامی بہن اسے اپنی چادر دے دے۔"

(صحيح البخاري :981، صحيح مسلم : 890)

❁ صحیح مسلم (11/890) میں ہے:

الْحُيَّضُ يَخْرُجْنَ، فَيَكُنَّ خَلْفَ النَّاسِ، يُكَبِّرْنَ مَعَ النَّاسِ .

”حائضہ عورتیں نکلتیں اور لوگوں کے پیچھے بیٹھ جاتیں، وہ لوگوں کے ساتھ تکبیریں کہتیں۔“

❀ صحیح بخاری (971) کے الفاظ ہیں:

يَكُنَّ خَلْفَ النَّاسِ، فَيُكَبِّرْنَ بِتَكْبِيرِهِمْ، وَيَدْعُونَ بِدُعَائِهِمْ، يَرْجُونَ بَرَكَةَ ذٰلِكَ اليَوْمِ، وَطُهْرَتَهُ .

”ماہواری والی لوگوں کے پیچھے ہوتیں، وہ ان کی تکبیروں کے ساتھ تکبیریں کہتیں، ان کی دعا کے ساتھ دعا مانگتیں اور اس مبارک دن کی برکت وفضیلت کی امید رکھتیں۔“

معلوم ہوا کہ حائضہ عید گاہ جائے گی، ہاں! باپردہ، چادروں میں لپٹی ہوئی، شریف زادیوں کی طرح نگاہیں جھکا کر، ذکر الٰہی میں مشغول ہو کر عید گاہ کا رخ کریں۔ نیز خاوند یا ولی کی اجازت بھی شامل ہونی چاہئے۔ سلف سے ایسا ہی ثابت ہے؛

❀ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يُخْرِجُ إِلَى الْعِيدَيْنِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْ أَهْلِهِ .

”سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خواتین خانہ کو عید گاہ لے جایا کرتے تھے۔“

(مُصنّف ابن أبي شَيْبة : 191/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ علامہ شوکانی رحمہ اللہ (۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں:

الْقَوْلُ بِكَرَاهَةِ الْخُرُوجِ عَلَى الْإِطْلَاقِ رَدٌّ لِلْأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ بِالْآرَاءِ الْفَاسِدَةِ، وَتَخْصِيصُ الشَّوَابِّ يَأْبَاهُ صَرِيحُ الْحَدِيثِ الْمُتَّفَقِ عَلَيْهِ وَغَيْرُهُ .

''مطلق طور پر عورتوں کا عیدگاہ کی طرف نکلنے کو مکروہ کہنا دراصل فاسد آراء کے ساتھ احادیث صحیحہ کا رد کرنا ہے۔اسی طرح عمر رسیدہ عورتوں کو خاص کرنے کو بخاری ومسلم وغیرہ کی صریح حدیث رد کرتی ہے۔''

(نَیل الأوطار : 342/3)

تنبیہ:

امام ابوجعفر طحاوی حنفی رحمہ اللہ (۳۲۱ھ) نے مذکورہ حدیث کی تاویل یوں کی ہے:

يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ ذٰلِكَ وَالْمُسْلِمُونَ قَلِيلٌ فَأَرَادَ التَّكْثِيرَ بِحُضُورِهِنَّ إِرْهَابًا لِلْعَدُوِّ وَالْيَوْمَ فَلَا يَحْتَاجُ إِلٰى ذٰلِكَ .

''ممکن ہے کہ یہ اس وقت ہوتا ہو، جب مسلمانوں کی تعداد کم تھی، لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو ساتھ لے جانے سے تعداد کی کثرت کا ارادہ کیا ہو، تاکہ دشمن خوف زدہ ہو جائے، لہٰذا اب اس کی ضرورت باقی نہ رہی۔''

(مُختصر اختلاف العلماء :232/1)

❁ طحاوی رحمہ اللہ کے جواب میں علامہ کرمانی رحمہ اللہ (۷۸۶ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ مَرْدُودٌ لِأَنَّهٗ يَحْتَاجُ إِلٰى مَعْرِفَةِ تَارِيخِ الْوَقْتِ وَالنَّسْخُ لَا يَثْبُتُ إِلَّا بِيَقِينٍ، وَأَيْضًا فَإِنَّ التَّرْهِيبَ لَا يَحْصُلُ بِهِنَّ وَلِذٰلِكَ لَمْ يَلْزَمْهُنَّ الْجِهَادُ .

''یہ باطل توجیہ ہے، کیونکہ اس دعویٰ کے لیے اس عمل کی وقت تاریخ کو جاننا ضروری ہے اور نسخ ہمیشہ یقین کے ساتھ ہی ہوتا ہے (محض احتمال کے ساتھ

نہیں)۔ پھر یہ بھی کہ عورتوں کے ساتھ دشمن پر خوف طاری کیا ہی نہیں جا سکتا، اسی لیے عورتوں کے لیے جہاد میں شرکت کرنا ضروری نہیں ہے۔''

(الكواكب الدّراري: 83/6)

✿ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

بَلْ هُوَ مَعْرُوفٌ بِدَلَالَةِ حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ شَهِدَهُ وَهُوَ صَغِيرٌ وَكَانَ ذٰلِكَ بَعْدَ فَتْحِ مَكَّةَ فَلَمْ يَتِمَّ مُرَادُ الطَّحَاوِيِّ وَقَدْ صُرِّحَ فِي حَدِيثِ أُمِّ عَطِيَّةَ بِعِلَّةِ الْحُكْمِ وَهُوَ شُهُودُهُنَّ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِينَ وَرَجَاءُ بَرَكَةِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَطُهْرَتِهِ وَقَدْ أَفْتَتْ بِهِ أُمُّ عَطِيَّةَ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمُدَّةٍ كَمَا فِي هٰذَا الْحَدِيثِ وَلَمْ يَثْبُتْ عَنْ أَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ مُخَالَفَتُهَا فِي ذٰلِكَ وَأَمَّا قَوْلُ عَائِشَةَ: «لَوْ رَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسَاجِدَ»، فَلَا يُعَارِضُ ذٰلِكَ لِنُدُورِهِ إِنْ سَلَّمْنَا أَنَّ فِيهِ دَلَالَةً عَلٰى أَنَّهَا أَفْتَتْ بِخِلَافِهِ مَعَ أَنَّ الدَّلَالَةَ مِنْهُ بِأَنَّ عَائِشَةَ أَفْتَتْ بِالْمَنْعِ لَيْسَتْ صَرِيحَةً وَفِي قَوْلِهِ: «إِرْهَابًا لِلْعَدُوِّ» نَظَرٌ لِأَنَّ الْاِسْتِنْصَارَ بِالنِّسَاءِ وَالتَّكَثُّرَ بِهِنَّ فِي الْحَرْبِ دَالٌّ عَلَى الضَّعْفِ وَالْأَوْلٰى أَنْ يُّخَصَّ ذٰلِكَ بِمَنْ يُؤْمَنُ عَلَيْهَا وَبِهَا الْفِتْنَةُ وَلَا يَتَرَتَّبُ عَلٰى حُضُورِهَا مَحْذُورٌ وَلَا تُزَاحِمُ الرِّجَالَ فِي الطُّرُقِ وَلَا

فِي الْمَجَامِعِ .

’’بلکہ عورتوں کا عیدگاہ میں جانا معروف عمل تھا، اس کی دلیل سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے، آپ رضی اللہ عنہ اس عید میں حاضر تھے، تب آپ چھوٹے تھے اور یہ فتح مکہ کے بعد کا واقعہ ہے۔ لہٰذا امام طحاوی رحمہ اللہ کی مراد پوری نہ ہوئی۔ پھر سیدہ اُم عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں اس حکم کی علت بھی واضح کی گئی ہے، وہ تھی عورتوں کا خیر اور مسلمانوں کی دعا میں شامل ہونا، نیز اس دن کی برکت اور پاکیزگی کی اُمید رکھنا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (کی وفات) کے ایک مدت بعد سیدہ اُم عطیہ رضی اللہ عنہا نے اسی کا فتویٰ دیا (کہ عورتیں عیدگاہ کی طرف نکلیں)۔ جیسا کہ اس حدیث میں ہے اور کسی بھی صحابی سے اس مسئلہ میں سیدہ اُم عطیہ رضی اللہ عنہا کی مخالفت کرنا ثابت نہیں۔ باقی رہا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان: ’’خواتین نے اب جو کام شروع کر دیے ہیں، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں (ایسا کرتے) پالیتے، تو انہیں (مسجد میں آنے سے) منع کر دیتے۔‘‘ تو اگر اس سے استدلال کر بھی لیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حدیث اُم عطیہ رضی اللہ عنہا کے خلاف فتویٰ دیا تھا، تب بھی یہ حدیث اُم عطیہ رضی اللہ عنہا کے معارض نہیں ہے، کیونکہ عیدگاہ میں کبھی کبھی جایا جاتا ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ قول عائشہ رضی اللہ عنہا سے ممانعت ثابت کرنا صریح دلالت نہیں ہے۔ علامہ طحاوی رحمہ اللہ کا یہ کہنا کہ ’’یہ دشمن کو خوف زدہ کرنے کے لیے تھا۔‘‘ یہ بات محل نظر ہے، کیونکہ جنگ میں عورتوں سے مدد لینا اور ان کی کثرت ہونا، یہ کمزوری پر دلالت کرتا ہے۔ جبکہ درست بات یہ ہے کہ اس حدیث میں (عیدگاہ میں حاضری کے لیے) ان عورتوں کو

خاص کیا جائے گا، جن کے متعلق کسی فتنے کا اندیشہ نہیں ہے اور نہ ان کے حاضر ہونے سے کوئی خلاف شرع کام لازم آتا ہے، نیز وہ راستوں اور اجتماع گاہوں میں مردوں کے ساتھ اختلاط بھی نہیں کرتیں۔''

(فتح الباري : 2/470-471)

سوال: درج ذیل عبارت کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

امام بریلویت احمد رضا خان بریلوی صاحب کہتے ہیں:

''اب اس سنت کریمہ کے اتباع سے یہ نیت کر لی ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ تابقائے زندگی اپنے ان اہل سنت بھائیوں کی طرف سے (قربانی) کیا کروں گا، جنہوں نے قربان نہ کی، خواہ گزر گئے ہوں یا موجود ہوں یا آئندہ آئیں۔''

(ملفوظات، حصہ دوم، ص 241)

جواب: بدعی نظریہ ہے۔ قرآن و حدیث میں اس پر دلیل نہیں۔ اسلاف اُمت ایسا نہیں کرتے تھے۔ جس روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اُمت کی طرف سے قربانی کی، علمائے کہتے ہیں کہ یہ نبی کریم ﷺ کا خاصہ ہے، ورنہ صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ دین ایسا کرتے۔

سوال: اگر کوئی بھول کر نماز میں کلام کر لے، تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: نماز میں بھول کر کلام کرنے سے نماز فاسد یا باطل نہیں ہوتی، نماز جاری رکھے۔ البتہ اگر جان بوجھ کر کلام کر لیا، تو نماز باطل ہو جائے گی۔

سوال: سننے میں آیا ہے کہ فلاں صاحب باطن ہے، اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: فلاں صاحب باطن ہے۔ یہ گمراہی والی باتیں ہیں، جو جاہل صوفیا سے

صادر ہوئی ہیں۔ ائمہ اہل سنت ''فلاں صاحب باطن ہے۔'' اس سے ناواقف تھے۔ یہ وہ تقویٰ ہے، جس کی اللہ کے ہاں کوئی حیثیت نہیں۔

سوال: درج ذیل طریقہ علاج کیسا ہے؟

❀ امام بریلویت احمد رضا خان بریلوی صاحب کہتے ہیں:

''**عرض**: حضور بڑا چراغ روشن کرنے کی کیا ترکیب ہے؟

ارشاد: ① چراغ معلق روشن کیا جائے گا، کسی چھینکے یا قندیل میں۔ ② روشن کرتے وقت لو کے پاس سونے کا چھلہ یا انگوٹھی یا بالی ڈال دیا کریں، چلہ ختم ہونے پر وہ مساکین مسلمین پر تصدق کریں۔ ③ چراغ باوضو نماز آدمی روشن کرے، اگرچہ عورت ہو اور مرد بہتر ہے۔ ④ مرض ہلکا ہو تو چراغ روز ڈیڑھ گھنٹہ روشن ہو اور سخت ہو تو دو گھنٹے تین گھنٹے اور بہت سخت ہو تو شب بھر۔ ⑤ مریض اس کی روشنی میں بیٹھے، خواہ لیٹے مگر منہ اسی کی طرف رکھے اور اکثر اوقات اس کی لو کو دیکھے۔ ⑥ جتنی دیر تک جلانا منظور ہو اسی حساب سے اعلیٰ درجے کا پھلیل اس میں ڈالیں اور اسے ڈال کر چراغ کے سب طرف پھرالیں کہ تمام نقوش پر دورہ کر آئے، پھر جھکا کر رکھ دیں اور جس طرف بتی کا نشان ہے، بسم اللہ کہہ کر اس طرف روشن کریں۔ ⑦ اگر مرض نہایت شدید ہو، تو چاروں گوشوں میں چار بتیاں جلائیں اور چراغ سیدھا رکھیں اور ہر لو کے پاس سونا رکھیں۔ ⑧ جس مکان میں یہ چراغ روشن ہو، وہاں نہ کوئی تصویر ہو، نہ کتا آنے پائے، نہ سوائے مریضہ کے کوئی عورت حیض یا نفاس والی یا کوئی ناپاک مرد یا عورت۔ ⑨ اس جگہ بیٹھ کر سب ذکر الٰہی و درود شریف میں مشغول رہیں،

جو بات ضرورت کی ہو، بقدر ضرورت آہستگی سے کہہ دیں، چپقلش نہ کریں، نہ کوئی لغو وبیہودہ بات وہاں ہونے پائے۔ ⑩ جتنی عورتیں وہاں بیٹھیں یا آئیں جائیں، سب سنگین کپڑے پہنے ہوں، نماز کی طرح سوامنہ کی ٹکلی یا ہتھیلیوں کے سر کا کوئی بال یا گلے یا کلائی یا بازو یا پیٹ یا پنڈلی کا کوئی حصہ اصلاً نہ کھلنے پائے۔ ⑪ چراغ پہلے دن جس وقت روشن ہو، وہ گھنٹہ منٹ یاد رکھیں کہ کسی دن اس سے زیادہ دیر روشن کرنے میں نہ ہونے پائے، اس کے موکل اپنی حاضری کا وہی وقت مقرر کر لیتے ہیں، جس وقت پہلے دن روشن ہوا تھا، پھر اگر کسی دن آئے اور چراغ اس وقت روشن نہ پایا، تو اس کو تکلیف ہوتی ہے، لہٰذا چاہیے کہ پہلے دن قصداً کچھ دیر کر کے روشن کریں کہ اگر کسی دن اتفاقیہ دیر ہو جائے، تو اس وقت سے زیادہ دیر نہ ہونے پائے، مگر پہلے دن اتنی دیر بھی نہ کریں کہ کسی دن چراغ روشن ہو کر اس وقت کے آنے سے پہلے ختم ہو جائے۔ ⑫ جب چراغ بڑھانے کا وقت آئے، کوئی باوضو شخص بڑھائے اور اس وقت یہ کہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اِرْجِعُوا مَأْجُورِينَ۔ ⑬ روز نیا پھلیل ڈالیں، کل کا بچا ہوا آج مریض کے سر اور بدن پر مَل دیں۔ ⑭ جس کے لیے چراغ روشن ہوا، اس کے سوا اور مریض بھی بہ نیت شفا ان شرائط کی پابندی سے بیٹھ سکتے ہیں۔''

(ملفوظات، حصہ سوم، ص 257-258)

جواب: یہ فضول گوئی ہے۔ کوئی مسلمان اس پر کان نہیں دھر سکتا۔ یہ کوئی طریقہ علاج نہیں، محض ناخواندہ مسلمانوں کو بیوقوف بنانے والی بات ہے۔ اتنا پر تکلف اور مہنگا علاج ہر

ایک کے بس میں نہیں، ہاں یہ مضحکہ خیز علاج اہل بدعت ہی کر سکتے ہیں۔ سچ ہے کہ بدعتی اور مشرک پرلے درجے کے بیوقوف ہوتے ہیں۔

سوال: محمد بن عبدالباقی زرقانی کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: محمد بن عبد الباقی بن یوسف بن احمد بن علوان ابوعبداللہ مصری ازہری زرقانی مالکی (۱۱۲۲ھ) گمراہ اور بدعتی تھا۔اہل بدعت اور اہل ضلال اس کے مداح ہیں۔

سوال: کیا پہلی اُمتوں میں سے کسی اُمت میں خنزیر حلال رہا؟

جواب: کسی بھی اُمت میں خنزیر حلال نہیں رہا۔ اس کے برخلاف ملا جیون حنفی (۱۱۳۰ھ) نے لکھا ہے کہ پہلی اُمتوں میں خنزیر حلال رہا ہے۔اس پر ایک حدیث گھڑ کر پیش کردی۔

اَلْخَمْرُ لَهُمْ كَالْخَلِّ لَنَا، وَالْخِنْزِيرُ لَهُمْ كَالشَّاةِ لَنَا .

”پہلی اُمتوں کے لیے شراب کا وہی حکم تھا، جو ہمارے لیے سرکہ کا ہے اور پہلوں کے لیے خنزیر کا وہی حکم تھا، جو ہمارے لیے بکری کا ہے۔“

(نور الأنوار :228/1، معه ثواقب الأنظار)

یہ جھوٹی اور بے اصل روایت ہے۔کتب حدیث میں اس کا ذکر نہیں۔

❀ امام بریلویت احمد رضا خان بریلوی صاحب کہتے ہیں:

”کفار کے لیے شراب اور خنزیر ایسے ہیں، جیسے ہمارے لیے سرکہ اور بکری کَا الْخَلِّ وَالشَّاةِ لَنَا۔“

(ملفوظات، حصہ سوم، ص278)

یہ کفار کی طرف غلط بات کا انتساب ہے،خنزیر کسی ملت میں حلال نہیں رہا۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿جَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ﴾(المائدة : ٦٠)

”اس نے ان (بنی اسرائیل) میں سے بعض کو بندر اور خنزیر بنا دیا۔“

یہ آیت دلیل ہے کہ پہلی اُمتوں میں بھی خنزیر حرام اور نجس جانور تھا، ورنہ اللہ تعالیٰ انہیں بطور سزا وعذاب خنزیر نہ بناتا۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قَالَ رَجُلٌ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ الْقِرَدَةُ وَالْخَنَازِيرُ، هِيَ مِمَّا مُسِخَ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يُهْلِكْ قَوْمًا، أَوْ يُعَذِّبْ قَوْمًا، فَيَجْعَلَ لَهُمْ نَسْلًا، وَإِنَّ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ كَانُوا قَبْلَ ذٰلِكَ .

”ایک شخص نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا (موجودہ) بندر اور خنزیر مسخ ہونے والے لوگوں میں سے ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل جب کسی قوم کو ہلاک کر دیتا ہے، یا عذاب کا مزہ چکھاتا ہے تو اس کے نسل نہیں چلنے دیتا، بندر اور خنزیر ان لوگوں سے پہلے بھی موجود تھے۔“

(صحیح مسلم : 2663)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

اَلْعَيْنُ الَّتِي حَرَّمَهَا اللّٰهُ فِي كُلِّ مِلَّةٍ، وَعَلٰى لِسَانِ كُلِّ رَسُولٍ، كَالْمَيْتَةِ، وَالدَّمِ وَالْخِنْزِيرِ، فَإِنَّ اسْتِبَاحَتَهٗ مُخَالِفَةٌ لِمَا أَجْمَعَتِ

الرُّسُلُ عَلٰى تَحْرِيمِهٖ .

”وہ نجس العین چیز، جسے اللہ تعالیٰ نے ہر ملت میں اور ہر رسول کی زبانی حرام کیا، مثلاً مردار، (ذبحہ کے وقت بہنے والا) خون اور خنزیر، تو اسے مباح اور جائز قرار دینے میں تمام رسولوں کی مخالفت ہے کہ انہوں نے متفقہ طور پر اسے حرام قرار دیا ہے۔“

(زاد المَعاد : 676/5)

سوال: درج ذیل واقعہ کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ امام بریلویت احمد رضا خان بریلوی صاحب کہتے ہیں:

”سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ایک مرتبہ لوگوں کے ساتھ تشریف لیے جا رہے تھے، راستے میں نہایت لطیف خوشبو آئے، تمام لوگوں نے قصداً اسے سونگا اور آپ نے ناک بند کر لی، آگے چل کر ایک نہایت تیز بدبو آئی، سب نے ناک بند کر لے، مگر آپ کھولے رہے۔ لوگوں نے سبب پوچھا، ارشاد فرمایا: وہ نعمت تھی، میں نے خوف کیا کہ شاید میں اس کا شکریہ ادا نہ کرسکوں اور یہ بلاء تھی، اس پر میں نے صبر کیا۔“

(ملفوظات، حصہ سوم، ص 286)

جواب: اس قصہ کی کوئی اصل نہیں مل سکی۔ انبیائے کرام علیہم السلام اور صلحائے اُمت کے بارے میں انتہائی احتیاط پر مبنی رویہ ہونا چاہیے۔

سوال: بعض گمراہ صوفی کہتے ہیں کہ وِلایت نبوت سے افضل ہے اور بعض کہتے ہیں کہ نبی کریم کی وِلایت اس کی نبوت سے افضل ہے، اس کی کیا حقیقت ہے؟

(جواب): یہ مبنی بر گمراہی عقیدہ ہے، جو باطنی شیعہ سے مستعار ہے۔ بھلا یہ کسی مسلمان کا عقیدہ ہوسکتا ہے؟

❁ علامہ عمر بن اسحاق غزنوی حنفی رحمہ اللہ (۷۷۳ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَبْلُغُ وَلِيٌّ قَطُّ دَرَجَةَ النَّبِيِّ، لِأَنَّ الْوَلِيَّ تَابِعٌ لِلنَّبِيِّ، وَالتَّابِعُ دَرَجَتُهُ دُونَ دَرَجَةِ الْمَتْبُوعِ، وَلِأَنَّ كُلَّ نَبِيٍّ وَلِيٌّ، وَلَيْسَ كُلُّ وَلِيٍّ نَبِيًّا، فَفِي النَّبِيِّ اجْتَمَعَتِ النُّبُوَّةُ وَالْوِلَايَةُ، فَيَكُونُ أَفْضَلَ مِنَ الْوَلِيِّ، فِيهِ رَدٌّ لِمَا يَزْعُمُهُ بَعْضُ جُهَّالِ الصُّوفِيَّةِ مِنْ تَرْجِيحِ الْوِلَايَةِ عَلَى النُّبُوَّةِ.

”ولی کبھی بھی نبی کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا، کیونکہ ولی نبی کے تابع ہوتا ہے اور تابع کا درجہ متبوع سے کم ہوتا ہے۔ اس لیے بھی کہ ہر نبی ولی ہوتا ہے، لیکن ہر ولی نبی نہیں ہوتا، نبی میں نبوت اور وِلایت دونوں پائی جاتی ہیں، لہٰذا نبی ولی سے افضل ہوا۔ اس میں ان جاہل صوفیا کا رد ہے، جو رتبہ وِلایت کو نبوت سے فائق سمجھتے ہیں۔“

(شرح عقيدة الطّحاوي، ص 245)

(سوال): شیعوں کے ہاں کس امام کا لقب امام ضامن ہے؟

(جواب): شیعہ کے ہاں علی رضا بن موسیٰ کاظم (۲۰۳ھ) امام ضامن ہیں۔ یہ ان کے آٹھویں امام ہیں۔

(سوال): کیا شوہر کے بھانجے اور بھتیجے سے پردہ ہے؟

(جواب): جی ہاں۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۳۹)

غلام مصطفی ظہیر امن پوری

سوال: کیا زمزم تین سانسوں میں پیا جائے گا؟

جواب: جی ہاں، زمزم بھی تین سانسوں میں ہی پیا جائے گا، جس طرح عام پانی پیا جاتا ہے۔ اس متعلق مروی روایت ثابت نہیں۔

سوال: قرض کے بارے میں درج ذیل دعا کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

اَللّٰهُمَّ اكْفِنِي بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ، وَأَغْنِنِي بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ.

''اللہ! مجھے حلال سے کفایت کر دے اور حرام سے بچا لے، مجھے اپنے فضل کے ساتھ اپنے غیر سے غنی کر دے۔''

(سنن التّرمذي : 3563)

جواب: سند ضعیف ہے۔ عبد الرحمٰن بن اسحاق کوفی ضعیف ہے۔

سوال: بعض لوگ وظائف میں آیات اور سورتوں کو الٹا کر کے پڑھنا تجویز کرتے ہیں، اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: کلام اللہ کی ترتیب کو بدلنا قطعاً حرام ہے۔ یہ شرعی علاج نہیں، بلکہ شیطانی اور ابلیسی ٹوٹکا ہے۔

سوال: درج ذیل عبارت پر تبصرہ مطلوب ہے۔

❀ امام بریلویت احمد رضا خان بریلوی صاحب کہتے ہیں:

”انبیائے کرام ﷺ کی حیات حقیقی حسی دنیاوی ہے، ان پر تصدیق وعدہ الٰہیہ کے لیے محض ایک آن کی آن موت طاری ہوتی ہے، پھر فوراً ان کو ویسے ہی حیات عطا فرمادی جاتی ہے۔ اس حیات پر وہی احکام دنیویہ ہیں، ان کا ترکہ بانٹا نہ جائے گا، ان کی ازواج کو نکاح حرام، نیز ازواج مطہرات پر عدت نہیں، وہ اپنی قبور میں کھاتے پیتے، نماز پڑھتے ہیں، بلکہ سیدی محمد بن عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں کہ انبیاء ﷺ کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں، وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں۔“

(ملفوظات، حصہ سوم، ص276)

جواب: یہ عقیدہ باطل ہے۔ انبیائے کرام ﷺ کے بارے میں ائمہ اہل سنت میں سے کسی نے یہ عقیدہ بیان نہیں کیا۔ خان صاحب دیدہ دلیری سے وہ کچھ کہہ دیتے ہیں، جو اسلام تعلیمات سے واضح متصادم ہوتا ہے۔

سوال: سجدہ تلاوت کے بعد جلسہ استراحت ہوگا یا سیدھے کھڑے ہوجائیں گے؟

جواب: سجدہ تلاوت کے بعد جلسہ استراحت نہیں، بلکہ سیدھا کھڑے ہوجائیں گے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

إِذَا رَفَعَ مِنْ سَجْدَةِ التِّلَاوَةِ فَلَا بُدَّ مِنَ الْاِنْتِصَابِ قَائِمًا .

”جب سجدہ تلاوت سے سر اٹھائے گا، تو ضروری ہے کہ سیدھا کھڑا ہوجائے۔“

(التّبيان في آداب حَمَل القرآن، ص 153)

سوال: عبدالرؤف مناوی شافعی کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: عبد الرؤف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین مناوی شافعی

(۱۰۳۱ھ) گمراہ صوفی تھا۔اہل سنت سے منحرف تھا۔

سوال: اگر کسی کی ایک سے زائد نمازیں رہ گئیں،ان کی قضا میں ترتیب کا کیا حکم ہے؟

جواب: نمازوں کی قضا میں ترتیب ملحوظ خاطر رہے،یہ شرعاً مستحب ہے،واجب نہیں۔

❁ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ دَلَّتْ هٰذِهِ الْأَحَادِيثُ عَلٰى أَنَّ مَنْ فَاتَتْهُ صَلَوَاتٌ، فَإِنَّهُ يَبْدَأُ بِالْأُولٰى فَالْأُولٰى، هٰذَا هُوَ الْمَشْرُوعُ فِي قَضَائِهَا بِالْاِتِّفَاقِ ...... وَأَمَّا التَّرْتِيبُ، فَقَدْ ذَكَرْنَا أَنَّهُ مُسْتَحَبٌّ بِالْاِتِّفَاقِ .

''یہ تمام احادیث دلالت کرتی ہیں کہ جس کی نمازیں رہ جائیں،تو (قضا دیتے ہوئے) پہلی نماز سے شروع کرے گا، پھر اگلی نماز۔۔۔نمازوں کی قضا میں یہی مشروع ہے اوراس پر اتفاق ہے۔...... (قضا میں) ترتیب کے متعلق ہم نے ذکر کردیا ہے کہ یہ بالاتفاق مستحب ہے۔''

(فتح الباري : 152/5)

سوال: احمد سرہندی کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: احمد بن عبدالاحد سرہندی (۱۰۳۴ھ) مجدد الف ثانی کے لقب سے مشہور ہیں،آپ کا تعلق سلسلہ نقشبندیہ سے تھا،اس سلسلہ کے لوگ بدعات وضلالات اور انحرافات سے لتھڑے ہوئے ہیں۔یہ لوگ محمد بن محمد بخاری (۷۱۷ھ) کی طرف منسوب ہیں۔عقیدہ وحدۃ الوجود کے قائل ہیں،مشائخ سے فوق الاسباب استعانت کا عقیدہ رکھتے ہیں،دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت کے قائل ہیں۔

سوال: بندر کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(جواب): بندر حرام ہے، البتہ نجس نہیں۔

✿ علامہ احمد قسطلانی رحمہ اللہ (۹۲۳ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْقِرْدَ لَيْسَ بِنَجَسٍ اِتِّفَاقًا .

”بندر بالاتفاق نجس نہیں۔“

(إرشاد السّاري: 419/5)

(سوال): درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

✿ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ أَخَاكُمْ النَّجَاشِيَّ تُوُفِّيَ فَصَلُّوا عَلَيْهِ قَالَ : فَصَفَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَصَفَفْنَا خَلْفَهٗ فَصَلَّى عَلَيْهِ، وَمَا نَحْسِبُ الْجِنَازَةَ إِلَّا مَوْضُوعَةً بَيْنَ يَدَيْهِ .

”آپ کے بھائی نجاشی وفات پا گئے ہیں، لہٰذا ان کی نماز جنازہ ادا کریں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صف بنائی، ہم نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صف بنائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی رحمہ اللہ کی نماز جنازہ ادا کی، ہمیں محسوس ہوتا تھا کہ نجاشی کی چارپائی ہمارے سامنے رکھی ہوئی ہے۔“

(مُسند الإمام أحمد: 446/4، صحيح ابن حبّان: 3102)

(جواب): سند ضعیف ہے۔ یحییٰ بن ابی کثیر کا عنعنہ ہے۔ جس سند میں کی تصریح ہوئی ہے، اس میں ولید بن مسلم ہیں، جو تدلیس تسویہ کرتے تھے، انہوں نے آخر سند تک سماع کی تصریح نہیں کی۔

(سوال): مشاجرات صحابہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: مشاجرات صحابہ میں اہل سنت والجماعت کا اجماعی نظریہ یہ ہے کہ ان میں زبان بندی کی جائے، کسی صحابی پر طعن و تشنیع نہ کی جائے اور نہ کسی کی مذمت کی جائے، ہر صحابی کے فضائل ومناقب نشر کیے جائیں، اصلاً یہ نبی کریم ﷺ کی توقیر و عزت ہے اور صحابہ پر طعن و تشنیع کرنا دراصل قرآنی آیات اور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات پر اُنگشت نمائی ہے۔

❀ **قاضی عیاض** رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

مِنْ تَوْقِيرِهٖ وَبِرِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوْقِيرُ أَصْحَابِهٖ وَبِرُّهُمْ، وَمَعْرِفَةُ حَقِّهِمْ، وَالْاِقْتِدَاءُ بِهِمْ، وَحُسْنُ الثَّنَاءِ عَلَيْهِمْ، وَالْاِسْتِغْفَارُ لَهُمْ، وَالْإِمْسَاكُ عَمَّا شَجَرَ بَيْنَهُمْ وَمُعَادَاةُ مَنْ عَادَاهُمْ، وَالْإِضْرَابُ عَنْ أَخْبَارِ الْمُؤَرِّخِينَ، وَجَهَلَةِ الرُّوَاةِ، وَضُلَّالِ الشِّيعَةِ وَالْمُبْتَدِعِينَ الْقَادِحَةِ فِي أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَأَنْ يُلْتَمَسَ لَهُمْ فِيمَا نُقِلَ عَنْهُمْ مِنْ مِثْلِ ذٰلِكَ فِيمَا كَانَ بَيْنَهُمْ مِنَ الْفِتَنِ أَحْسَنُ التَّأْوِيلَاتِ، وَيُخْرَجُ لَهُمْ أَصْوَبُ الْمَخَارِجِ، إِذْ هُمْ أَهْلُ ذٰلِكَ، وَلَا يُذْكَرُ أَحَدٌ مِنْهُمْ بِسُوءٍ، وَلَا يُغْمَصُ عَلَيْهِ أَمْرٌ، بَلْ تُذْكَرُ حَسَنَاتُهُمْ وَفَضَائِلُهُمْ وَحَمِيدُ سِيَرِهِمْ وَيُسْكَتُ عَمَّا وَرَاءَ ذٰلِكَ .

”نبی کریم ﷺ کی عزت و تکریم کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عزت و تکریم کی جائے، ان کا حق پہچانا جائے، ان کی اقتدا کی جائے، ان کے بارہ میں حسن ظن رکھا جائے، ان کے لیے استغفار کیا جائے،

ان کے مابین ہونے والے اختلافات میں زبان بند رکھی جائے، ان کے دشمنوں سے عداوت رکھی جائے، ان کے خلاف مورخین کی (بے سند) خبروں، مجہول راویوں کی بیان کردہ روایات، گمراہ شیعوں اور اہل بدعت کی پھیلائی ہوئی من گھڑت کہانیوں کو نظر انداز کیا جائے، جن سے ان کی تنقیص شان ہوتی ہو۔ ان کے اختلافات اچھے معنوں پر محمول کئے جائیں اور ان کے لیے بہتر عذر تلاش کیے جائیں، کیونکہ وہ لوگ اس کے اہل ہیں۔ ان میں سے کسی کا بھی تذکرہ برائی کے ساتھ نہ کیا جائے، نہ ان پر کوئی الزام دھرا جائے، بلکہ صرف ان کی نیکیاں، فضائل اور ان کی سیرت کے محاسن بیان کیے جائیں۔ اس سے ہٹ کر جو باتیں ہوں، ان سے زبان بند رکھی جائے۔''

(الشّفا: 116/2)

✿ علامہ محبّ طبری رحمہ اللہ (۶۹۴ھ) فرماتے ہیں:

اَلسَّعِيدُ مَنْ تَوَلّٰى جُمْلَتَهُمْ وَلَمْ يُفَرِّقْ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَاهْتَدٰى بِهَدْيِهِمْ وَتَمَسَّكَ بِحَبْلِهِمْ، وَالشَّقِيُّ مَنْ تَعَرَّضَ لِلْخَوْضِ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ وَاقْتَحَمَ خَطَرَ التَّفْرِيقِ بَيْنَهُمْ وَأَتْبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا فِي سَبِّ أَحَدٍ مِّنْهُمْ، فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ أَنْ أَعَاذَنَا مِنْ ذٰلِكَ وَنَسْأَلُهُ دَوَامَ نِعْمَتِهٖ وَتَمَامَهَا آمِينَ آمِينَ .

''خوش بخت ہے وہ شخص، جو تمام صحابہ سے محبت کرے اور ان میں سے کسی کے درمیان تفریق نہ کرے، ان کی ہدایت کی پیروی کرے اور ان کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھے۔ اور بد بخت ہے وہ شخص، جو صحابہ کے مابین ہونے والے

اختلافات کی ٹو میں لگ جائے اور ان کے مابین تفریق جیسے خطرناک کام کا ارتکاب کرے اور خواہش کی پیروی میں کسی صحابی کو برا بھلا کہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر اور احسان ہے کہ اس نے ہمیں اس سے محفوظ رکھا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اس نعمت کے دوام اور تمام کا سوال کرتے ہیں، آمین آمین۔''

(الرّياض النَّضرة في مَناقب العشرة :33/1)

❀ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (۸۰۴ھ) فرماتے ہیں:

اَلْحَقُّ الَّذِي عَلَيْهِ أَهْلُ السُّنَّةِ الْإِمْسَاكُ عَنْ مَّا شَجَرَ بَيْنَ الصَّحَابَةِ، وَحُسْنُ الظَّنِّ بِهِمْ وَالتَّأْوِيلُ لَهُمْ، وَأَنَّهُمْ مُجْتَهِدُونَ مُتَأَوِّلُونَ، لَمْ يَقْصِدُوا مَعْصِيَّةً وَلَا مَحْضَ الدُّنْيَا، فَمِنْهُمُ الْمُخْطِئُ فِي اجْتِهَادِهِ وَالْمُصِيبُ، وَقَدْ رَفَعَ اللّٰهُ الْحَرَجَ عَنِ الْمُجْتَهِدِ الْمُخْطِئَ فِي الْفُرُوعِ، وَضَعَّفَ أَجْرَ الْمُصِيبِ .

''حق بات وہ ہے، جس پر اہل سنت والجماعت قائم ہیں کہ مشاجرات صحابہ میں زبان بندی کی جائے، صحابہ کے متعلق حسن ظن رکھا جائے اور ان کے لیے (جائز) تاویل کی جائے، نیز یہ کہا جائے کہ وہ (اپنے مشاجرات میں) اجتہاد اور تاویل پر تھے، انہوں نے گناہ یا محض دنیا کا قصد نہیں کیا تھا، بلکہ ان میں بعض اپنے اجتہاد میں خطا پر تھے اور بعض درستی پر۔ اللہ تعالیٰ نے فروعی مسائل میں خطا کرنے والے مجتہد سے حرج (گناہ) اٹھا لیا ہے اور درست اجتہاد کرنے والے کو دوہرا اجر دیا ہے۔''

(التّوضيح : 20/3)

(سوال): بعض لوگ مرغ کو گالیاں دیتے ہیں، شریعت کیا کہتی ہے؟

(جواب): کسی بھی چیز کو گالی دینا جائز نہیں، وہ جاندار یا بے جان اشیا، جو بھلائی کے کاموں میں مددگار رہیں، انہیں برا بھلا کہنے کی سنگینی بڑھ جاتی ہے۔

❀ سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَسُبُّوا الدِّيكَ فَإِنَّهُ يُوقِظُ لِلصَّلَاةِ .

''مرغ کو برا بھلا مت کہیں، وہ تو نماز کے لیے بیدار کرتا ہے۔''

(مُسند الإمام أحمد : 115/4، سنن أبي داوٗد : 5101، عمل اليوم واللّيلة للنّسائي : 945، وسندہٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۵۷۳۱) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❀ امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے اس حدیث کے متصل ہونے کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(علل الحديث : 2559)

❀ علامہ احمد قسطلانی رحمہ اللہ (۹۲۳ھ) نقل کرتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ كُلَّ مَنِ اسْتُفِيدَ مِنْهُ خَيْرٌ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُسَبَّ وَيُسْتَهَانَ بَلْ حَقُّهُ أَنْ يُكْرَمَ وَيُشْكَرَ وَيُتَلَقّٰى بِالْإِحْسَانِ .

''یہ حدیث دلیل ہے، جس سے خیر حاصل کی جائے، اسے برا بھلا کہنا اور اس کی اہانت کرنا جائز نہیں، بلکہ حق تو یہ ہے کہ اس کی عزت کی جائے، اس کا شکریہ ادا کیا جائے اور اس کے احسان کا بدلہ دیا جائے۔''

(إرشاد السّاري : 309/5)

(سوال): کیا حسن لغیرہ سے عقائد میں حجت پکڑی جا سکتی ہے؟

(جواب): محدثین عظام اور ائمہ اہل سنت والجماعت حسن حدیث سے عقیدے کے باب میں حجت پکڑتے ہیں۔ بعض لوگوں نے عقیدہ توحید میں خلل ڈالنے کے لیے محدثین کے خلاف بات کر دی کہ خبر واحد عقیدہ میں حجت نہیں۔ یہ بالا تفاق گمراہی ہے۔

❀ علامہ عبدالحی لکھنوی حنفی رحمہ اللہ (۱۳۰۴ھ) فرماتے ہیں:

إِنْ وُجِدَ حَدِيثٌ ضَعِيفٌ، دَلَّ عَلٰى صِفَةٍ مِنْ صِفَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلَمْ يَثْبُتْ ذٰلِكَ بِدَلِيلٍ مُعْتَبَرٍ لَمْ يُعْتَبَرْ بِهٖ، فَإِنَّ صِفَاتِ اللّٰهِ وَأَسْمَائَهٗ لَا يُجْتَرَأُ عَلَى الْقَوْلِ بِهَا بِدُونَ دَلَالَةِ دَلِيلٍ مُعْتَمَدٍ، لِأَنَّهَا مِنْ بَابِ الْعَقَائِدِ لَا مِنْ بَابِ الْأَعْمَالِ، وَيُلْتَحَقُ بِهَا جَمِيعُ الْعَقَائِدِ الدِّينِيَّةِ، فَلَا تَثْبُتُ إِلَّا بِحَدِيثٍ صَحِيحٍ أَوْ حَسَنٍ لِذَاتِهٖ أَوْ لِغَيْرِهٖ.

”اگر کوئی ضعیف حدیث ہو، جو اللہ تعالیٰ کی کسی ایسی صفت پر دلالت کر رہی ہو، جو دوسری کسی معتبر دلیل سے ثابت نہ ہو، تو اس ضعیف حدیث کی بنا پر اس صفت کو معتبر نہیں مانا جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات اور اسماء کو بغیر کسی قابل اعتماد دلیل کے ثابت نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ صفات کا تعلق بھی عقائد سے ہے، نہ کہ فضائل اعمال سے۔ اس کے ساتھ باقی تمام دینی عقائد مل جائیں گے، لہٰذا ہر عقیدہ صحیح، حسن لذاتہ یا حسن لغیرہ درجہ کی حدیث سے ہی ثابت ہوگا۔“

(ظفر الأماني، ص 201)

(سوال): درج ذیل حدیث کا مفہوم کیا ہے؟

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ .

”دنیا اور آخرت میں میرا تعلق ابن مریم علیہ السلام کے ساتھ سب سے زیادہ ہے۔“

(صحيح البخاري : 3443، صحيح مسلم : 2365)

(جواب): اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی نوید سنائی تھی، پھر انہیں اٹھالیا اور اب وہ آسمانوں پر زندہ ہیں، قرب قیامت نزول فرمائیں گے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو غالب کریں گے، گویا جو کام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا، اسی کی تجدید نو کریں گے، اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دنیا وآخرت میں اپنا سب سے قریبی نبی قرار دیا ہے۔

❀ علامہ احمد قسطلانی رحمہ اللہ (۹۲۳ھ) نقل کرتے ہیں:

لِكَوْنِهِ مُبَشِّرًا بِي قَبْلَ بِعْثَتِي وَمُمَهِّدًا لِقَوَاعِدِ مِلَّتِي فِي آخِرِ الزَّمَانِ تَابِعًا لِشَرِيعَتِي نَاصِرًا لِّدِينِي، فَكَأَنَّنَا وَاحِدٌ .

”کیونکہ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام میری (محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی) بعثت سے پہلے میرے متعلق خوش خبری دینے والے ہیں اور آخری زمانے میں میری شریعت کا اتباع کرتے ہوئے اور میرے دین کی نصرت کرتے ہوئے میری ملت (دین) کی بنیادوں کو بلند کریں گے، تو گویا وہ اور میں ایک ہی ہیں۔“

(إرشاد السّاري : 416/5)

(سوال): باپ نے اپنے نابالغ لڑکے کا نکاح کر دیا، پھر باپ نے اس کی نابالغی میں ہی طلاق دے دی، کیا طلاق واقع ہو جائے گی؟

(جواب): طلاق واقع نہیں ہوگی۔ باپ نکاح تو کرا سکتا ہے، مگر طلاق کا اختیار نہیں

رکھتا۔ جب لڑکا بالغ ہو جائے، تو اسے اختیار دیا جائے گا، چاہے تو اپنے ولی کا نکاح باقی رکھے، چاہے فسخ اور کالعدم کر دے۔

سوال: درج ذیل دعاوی کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

✿ امام بریلویت احمد رضا خان بریلوی صاحب کہتے ہیں:

”تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی حیات حقیقی، حسی، دنیوی ہے۔ ...... انبیاء علیہم السلام کے لیے (موت) صرف آنی ہے۔ ایک آن کو موت طاری ہوتی ہے۔ یہ مسئلہ قطعیہ یقینیہ ضروریات مذہب اہل سنت سے ہے۔ اس کا منکر نہ ہوگا مگر بد مذہب گمراہ۔ ...... چار انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام وہ ہیں، جن پر ابھی ایک آن کے لیے بھی موت طاری نہیں ہوئی۔ دو آسمان پر سیدنا ادریس علیہ السلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور دو زمین پر؛ سیدنا الیاس علیہ السلام اور سیدنا خضر علیہ السلام۔ ہر سال حج میں یہ دونوں حضرات جمع ہوتے ہیں، حج کرتے ہیں، ختم حج پر زمزم کا پانی پیتے ہیں کہ وہ پانی ان کو کفایت کرتا ہے سال بھر کے طعام و شراب سے۔“

(ملفوظات، حصہ چہارم، ص398)

جواب: یہ ساری کی ساری سراسر بے بنیاد باتیں ہیں اور اہل سنت پر افتراء ہے۔ اہل سنت والجماعت کے مذہب میں ان کا ذکر تک نہیں۔ انبیائے کرام علیہم السلام کے بارے میں انتہائی غیر محتاط انداز ہے۔

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد انسان دوسرے جہان میں داخل ہو جاتا ہے اور اسے آخرت کی زندگی مل جاتی ہے۔ یہ کہنا کہ انبیائے کرام علیہم السلام کو آنی موت آتی ہے، کسی مسلمان کا عقیدہ نہیں۔ یہ محض انبیاء علیہم السلام کے بارے میں مبالغہ آمیزی ہے۔

اس پر کوئی دلیل نہیں، نہ ہی ائمہ اہل سنت میں اس کا کوئی قائل ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ ہیں، متواتر نصوص سے ثابت ہے۔ باقی کسی نبی کے زندہ ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔ اسی طرح خضر علیہ السلام اور الیاس علیہ السلام کے زندہ ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔ یہ کہنا کہ وہ ہر سال حج کے لیے حاضر ہوتے ہیں بے دلیل بات ہے، کسی کافر ملت سے مستعار ہے۔

سوال: درج ذیل عبارت پر تبصرہ مطلوب ہے؟

امام بریلویت احمد رضا خان بریلوی صاحب کہتے ہیں:

”جس آیت کو اس کے ظاہر معنی پر حمل کرنے سے عقلی استحالہ لازم آتا ہے، وہ متشابہ ہے۔ ﴿يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ﴾ کے معنی ظاہر اگر لیں، تو اس کا ہاتھ مانا اور جب ہاتھ ہوا، تو جسم بھی ہوا اور ہر جسم مرکب اور مرکب اپنے وجود میں اپنے ان اجزاء کا محتاج ہے، جس سے وہ مرکب ہے۔ جب تک وہ موجود نہ ہو، لیں۔ یہ موجود نہیں ہوسکتا، تو خدا کا محتاج ہونا لازم آیا اور ہر محتاج حادث اور کوئی حادث قدیم نہیں اور جو قدیم نہ ہو، خدا نہیں ہوسکتا، تو سرے سے اُلوہیت ہی کا انکار ہو گیا۔ اس لیے ثابت ہوا کہ ﴿يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ﴾ محکم نہیں، متشابہ ہے۔“

(ملفوظات، حصہ چہارم، ص 304-305)

جواب: یہ امام بریلویت کا مبلغ علم ہے کہ وہ معرفت الٰہی کے ہجے بھی نہیں جانتے اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں کفریہ نظریہ رکھتے ہیں۔ کوئی صحیح العقیدہ مسلمان اللہ رب العالمین کے بارے میں اس طرح کی بات نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ ان بری باتوں سے پاک

اور بلند ہے۔

اہل سنت اللہ تعالیٰ کے بارے میں عقیدہ رکھتے ہیں کہ جس کے یہ یہ نام اور یہ یہ کام ہے اور یہ یہ صفات ہیں، وہ اللہ ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے جسم کا اثبات و نفی نہیں کرتے، نہ ہی اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے مشابہ کہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں، ان کی کیفیت کا علم اللہ کے سپرد کرتے ہیں، مخلوق کے مشابہ نہیں سمجھتے۔

آیات صفات کو متشابہات قرار دینا مفوضہ کا مذہب ہے۔ وہ صفات والی نصوص کو متشابہ کہتے ہیں۔ ان کی مراد ہوتی ہے کہ صفات باری تعالیٰ اور اسمائے حسنیٰ کا معنی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ سلف صالحین اور ائمہ حدیث اس سے بری تھے۔ وہ صفات باری تعالیٰ کی کیفیت کا علم اللہ کے سپرد کرتے تھے، وہ استواء علی العرش، نزول وغیرہ کے معانی سے واقف تھے۔ صفات والی آیات کو متشابہات قرار دینا، توحید سے روگردانی ہے اور سلف کی مخالفت ہے۔

سلف کی مخالفت میں کوئی عقیدہ معتبر نہیں۔ توحید والی آیات کو متشابہات قرار دے کر قدریہ، جبریہ، جہمیہ، اشاعرہ، ماتریدہ، رافضیہ، مفوضہ اور خوارج نے خوب فائدہ اٹھایا ہے۔ یوں بہت ساری آیات بینات کو بے معنی بنا کر معطلہ بن گئے۔ ہر صاحب علم جانتا ہے کہ صفات باری تعالیٰ عقیدہ توحید کی اساس ہیں اور محکم آیات سے ثابت ہیں۔

سوال: بعض کہتے ہیں کہ کعبۃ اللہ اور مساجد جنت میں جائیں گی؟ اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: بے دلیل بات ہے۔

سوال: ایک امام مسجد درزی کا کام جانتا ہے، کیا وہ مسجد میں کپڑے سلائی کر سکتا ہے؟

جواب: کرسکتا ہے، کوئی حرج نہیں۔ یہ کاروبار یا لین دین نہیں، بلکہ اپنی محنت پر اُجرت لینا ہے۔اس کی ممانعت پر کوئی دلیل نہیں، واللہ اعلم بالصواب!

سوال: درج ذیل حکایت کی کیا حقیقت ہے؟

❀ امام بریلویت احمد رضا خان بریلوی صاحب کہتے ہیں:

''حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک جگہ دعوت میں تشریف لے گئے، آپ نے دیکھا کہ ایک لڑکا کھانا کھا رہا ہے، کھانا کھاتے ہوئے دفعتاً رونے لگا، وجہ دریافت کرنے پر کہا کہ میری ماں کو جہنم کا حکم ہے اور فرشتے اسے لیے جاتے ہیں۔ اس شہر میں یہ لڑکا کشف میں مشہور تھا، حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس یہی کلمہ طیبہ ستر ہزار مرتبہ پڑھا ہوا محفوظ تھا، آپ نے اس کی ماں کو دل میں ایصال ثواب کر دیا، فوراً وہ لڑکا ہنسا۔ آپ نے سبب ہنسنے کا دریافت فرمایا، لڑکے نے جواب دیا کہ حضور! میں نے ابھی دیکھا کہ میری ماں کو فرشتے جنت کی طرف لے جا رہے ہیں۔ شیخ ارشاد فرماتے ہیں: اس حدیث کی تصدیق مجھے اس لڑکے کے کشف سے ہوئی اور اس کے کشف کی تصدیق اس حدیث سے۔''

(ملفوظات، حصہ اول، ص 81-82)

جواب: ابن عربی مرتد کافر تھا، اس کی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں، کیونکہ وہ شیطان کی وحی سے گفتگو کرتا تھا۔

امام بریلویت اس جھوٹے کافر کی باتوں میں آ گئے۔ ایصال ثواب کا یہ بدعی طریقہ ثابت کرنا مقصود تھا۔ دراصل یہ ایصال ثواب نہیں، بلکہ شکم پروری کا ذریعہ ہے۔

جھوٹی حدیثوں کو شیطانی کشف سے صحیح قرار دینا یا ان کی تصدیق کرنا نامعقول ہے۔ ائمہ دین کے منہج اور علوم سے انحراف ہے اور دین میں دخل اندازی ہے۔ شاید یہ طریقہ تحقیق یہود و نصاریٰ سے ماخوذ ہو۔

سوال: اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں پختہ قبر تیار کروالے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: جائز نہیں۔

سوال: اگر کبھی مسجد میں اونچی آواز نکل جائے، تو کیا گناہ گار ہوگا؟

جواب: مسجد میں شور وغل کرنا اور ناجائز آوازیں بلند کرنا ممنوع وحرام ہے۔ اگر ضرورت کے تحت کسی کو آواز دینا پڑ جائے یا بے ساختہ اونچی آواز ہو جائے، تو حرج نہیں۔

❁ سیدنا کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُ تَقَاضَى ابْنَ أَبِي حَدْرَدٍ دَيْنًا كَانَ لَهُ عَلَيْهِ فِي الْمَسْجِدِ، فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا حَتّٰى سَمِعَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي بَيْتِهٖ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمَا حَتّٰى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهٖ، فَنَادٰى : يَا كَعْبُ قَالَ : لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ : ضَعْ مِنْ دَيْنِكَ هٰذَا وَأَوْمَأَ إِلَيْهِ : أَيِ الشَّطْرَ، قَالَ : لَقَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ : قُمْ فَاقْضِهٖ .

''انہوں نے مسجد میں ابن ابی حدرد سے اپنے قرض کا تقاضا کیا، دونوں کی آوازیں بلند ہونے لگیں، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے گھر میں سے ان کی آواز سن لی، تو نبی کریم ﷺ ان کی طرف نکلے، کمرے کا پردہ اٹھایا اور آواز

لگائی: اے کعب! عرض کیا: اللہ کے رسول! حاضر، فرمایا: اپنا آدھا قرض چھوڑ دیجئے، عرض کیا: اللہ کے رسول! میں نے چھوڑ دیا، تو نبی کریم ﷺ نے (ابن ابی حدرد سے) فرمایا: اٹھیے اور ادائیگی کر دیجئے۔''

(صحيح البخاري : 457، صحيح مسلم : 1558)

سوال: کیا عقیقہ کا گوشت ماں باپ نانا نانی دادا دادی اور دیگر قریبی رشتہ داروں کو کھلایا جا سکتا ہے؟

جواب: کھلایا جا سکتا ہے۔ عقیقہ کے گوشت کا حکم قربانی کے گوشت کا حکم ہے۔

سوال: بعض بریلوی بھائی کہتے ہیں کہ سورج طلوع ہونے سے پہلے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر طلوع ہونے کی اجازت چاہتا ہے، اسی طرح غروب ہونے سے پہلے اجازت چاہتا ہے۔ اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: یہ گمراہی پر مبنی نظریہ ہے۔ اس طرح کی بات کرنا کسی مسلمان کے شایان شان نہیں۔ سورج، چاند، ستارے اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہیں، اسی کے حکم سے طلوع ہوتے ہیں اور اسی کے حکم سے غروب ہوتے ہیں۔

❁ ایک نبی نے سورج سے فرمایا:

أَنْتِ مَأْمُورَةٌ، وَأَنَا مَأْمُورٌ.

''تم بھی اللہ کے حکم کے پابند ہو اور میں بھی اللہ کے حکم کا پابند ہوں۔''

(صحيح البخاري : 3124، صحيح مسلم : 1747)

صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ سورج اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوتا ہے اور اللہ کے حکم سے طلوع ہوتا ہے۔

❁ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَتَدْرُونَ أَيْنَ تَذْهَبُ هٰذِهِ الشَّمْسُ؟ قَالُوا : اَللّٰهُ وَرَسُولُهٗ أَعْلَمُ قَالَ : إِنَّ هٰذِهٖ تَجْرِي حَتّٰى تَنْتَهِيَ إِلٰى مُسْتَقَرِّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ، فَتَخِرُّ سَاجِدَةً، فَلَا تَزَالُ كَذٰلِكَ حَتّٰى يُقَالَ لَهَا : ارْتَفِعِي، ارْجِعِي مِنْ حَيْثُ جِئْتِ، فَتَرْجِعُ فَتُصْبِحُ طَالِعَةً مِنْ مَطْلِعِهَا، ثُمَّ تَجْرِي حَتّٰى تَنْتَهِيَ إِلٰى مُسْتَقَرِّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ، فَتَخِرُّ سَاجِدَةً، وَلَا تَزَالُ كَذٰلِكَ حَتّٰى يُقَالَ لَهَا : ارْتَفِعِي، ارْجِعِي مِنْ حَيْثُ جِئْتِ، فَتَرْجِعُ فَتُصْبِحُ طَالِعَةً مِنْ مَطْلِعِهَا، ثُمَّ تَجْرِي لَا يَسْتَنْكِرُ النَّاسُ مِنْهَا شَيْئًا حَتّٰى تَنْتَهِيَ إِلٰى مُسْتَقَرِّهَا ذَاكَ تَحْتَ الْعَرْشِ، فَيُقَالُ لَهَا : ارْتَفِعِي أَصْبِحِي طَالِعَةً مِّنْ مَغْرِبِكِ، فَتُصْبِحُ طَالِعَةً مِّنْ مَغْرِبِهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَتَدْرُونَ مَتٰى ذَاكُمْ؟ ذَاكَ حِينَ : ﴿لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا﴾(الأنعام : ١٥٨)

”کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ سورج کہاں جاتا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: یہ سورج چلتا رہتا ہے، یہاں تک کہ عرش کے نیچے اپنے ٹھکانے پر پہنچ جاتا ہے، وہاں سجدے میں گر جاتا ہے اور اسی حالت میں ہی رہتا ہے، تاآنکہ اسے کہا جاتا ہے: اٹھو اور جہاں

سے آئے ہو، وہیں واپس چلے جاؤ۔ سورج واپس ہو جاتا ہے اور صبح کے وقت اپنے طلوع ہونے والی جگہ سے طلوع ہوتا ہے۔ پھر چلتا رہتا ہے، یہاں تک کہ عرش کے نیچے اپنے ٹھکانے پر پہنچ جاتا ہے، سجدے میں گر جاتا ہے اور سجدے میں ہی رہتا ہے، یہاں تک کہ اسے کہا جاتا ہے: اٹھو اور اسی جگہ واپس چلے جاؤ، جہاں سے آئے تھے، سورج لوٹ جاتا ہے اور صبح کے وقت اپنے طلوع ہونے والی جگہ سے طلوع ہوتا ہے۔ پھر چلتا رہتا ہے، لوگوں کو اس میں کوئی بات عجیب نہیں لگتی، یہاں تک کہ (قرب قیامت) سورج عرش کے نیچے اپنے اسی ٹھکانے پر پہنچ جائے۔ پھر اسے کہا جائے گا: اٹھو اور صبح مغرب سے طلوع ہونا، تو وہ صبح مغرب سے طلوع ہو گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جانتے ہیں کہ یہ کب ہو گا؟ اس وقت جب: ﴿لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا﴾ ''کسی کو اس کا ایمان لانا فائدہ نہ دے گا، جو اس سے پہلے ایمان نہیں لایا ہو گا یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کی ہو گی۔''

(صحيح البخاري : 7424، صحيح مسلم : 159)

❁ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

...... تَسْتَأْذِنُ فَيُؤْذَنُ لَهَا .

''......سورج (سجدہ کے لیے) اجازت طلب کرتا ہے، تو اسے اجازت مل جاتی ہے۔''

(صحيح البخاري : 3199، صحيح مسلم : 159)

سوال: گھروں یا مسجدوں میں بطور تبرک بزرگوں کی تصاویر لٹکانا کیسا ہے؟

(جواب): حرام اور نا جائز ہے۔ یہ کافر قوموں کا وطیرہ ہے۔

❀ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

لَمَّا اشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَتْ بَعْضُ نِسَائِهٖ كَنِيسَةً رَأَيْنَهَا بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ يُقَالُ لَهَا : مَارِيَةُ، وَكَانَتْ أُمُّ سَلَمَةَ، وَأُمّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَتَتَا أَرْضَ الْحَبَشَةِ، فَذَكَرَتَا مِنْ حُسْنِهَا وَتَصَاوِيرَ فِيهَا، فَرَفَعَ رَأْسَهٗ، فَقَالَ : أُولٰئِكِ إِذَا مَاتَ مِنْهُمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهٖ مَسْجِدًا، ثُمَّ صَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّورَةَ أُولٰئِكِ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ .

''نبی ﷺ بیمار ہوئے، تو آپ ﷺ کی کسی زوجہ نے گرجا کا تذکرہ کیا، جسے انہوں نے سرزمین حبشہ میں دیکھا تھا، اس گرجا کا نام ''ماریہ'' تھا۔ ام سلمہ اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہما سرزمین حبشہ گئی تھیں، انہوں نے اس کے حسن اور اس میں رکھی ہوئی تصویروں کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے سر اٹھایا اور فرمایا: یہی وہ لوگ ہیں کہ جب ان میں کوئی نیک آدمی فوت ہو جاتا تو وہ اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے۔ پھر اس مسجد میں ان کی تصویریں بناتے، یہ اللہ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔''

(صحيح البخاري : 1341؛ صحيح مسلم : 528)

❀ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

إِنِ اجْتَمَعَ بِنَاءُ الْمَسْجِدِ عَلَى الْقُبُورِ وَنَحْوِهَا مِنْ آثَارِ الصَّالِحِينَ مَعَ تَصْوِيرِ صُوَرِهِمْ فَلَا شَكَّ فِي تَحْرِيمِهٖ، سَوَاءً

كَانَتْ صُوَرًا مُجَسَّدَةً كَالْأَصْنَامِ أَوْ عَلٰى حَائِطٍ وَنَحْوِهِ، كَمَا يَفْعَلُهُ النَّصَارٰى فِي كَنَائِسِهِمْ، وَالتَّصَاوِيرُ الَّتِي فِي الْكَنِيسَةِ الَّتِي ذَكَرَتْهَا أُمُّ حَبِيبَةَ وَأُمُّ سَلَمَةَ أَنَّهُمَا رَأَتَاهَا بِالْحَبَشَةِ كَانَتْ عَلَى الْحِيطَانِ وَنَحْوِهَا، وَلَمْ يَكُنْ لَهَا ظِلٌّ ...... فَتَصْوِيرُ الصُّوَرِ عَلٰى مِثْلِ صُوَرِ الْأَنْبِيَاءِ وَالصَّالِحِينَ؛ لِلتَّبَرُّكِ بِهَا وَالِاسْتِشْفَاعِ بِهَا مُحَرَّمٌ فِي دِينِ الْإِسْلَامِ، وَهُوَ مِنْ جِنْسِ عِبَادَةِ الْأَوْثَانِ، وَهُوَ الَّذِي أَخْبَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أَهْلَهٗ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

''اگر قبروں یا صالحین کے آثار پر مسجدیں بنائی جائیں اور ساتھ ساتھ ان کی تصاویر بھی چسپاں کی جائیں، تو اس کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں، خواہ وہ مجسم تصاویر ہوں جیسے بت ہوتے ہیں، یا دیوار وغیرہ پر بنائی جائیں، جیسا کہ نصاریٰ اپنے کنیساؤں میں کرتے ہیں۔ کنیسہ میں جو تصاویر سیدہ اُم حبیبہ اور سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہما نے حبشہ میں دیکھی تھیں، وہ دیوار وغیرہ پر بنائی گئی تھیں اور ان کا سایہ نہیں تھا۔...... لہٰذا تبرک اور شفاعت کی غرض سے انبیائے کرام علیہم السلام اور صالحین کی تصاویر بنانا، دین اسلام میں حرام ہے۔ یہ بتوں کی عبادت کی قبیل سے ہے، اسی عمل کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایسا کرنے والے روز قیامت اللہ تعالیٰ کے ہاں بدترین مخلوق ہوں گے۔''

(فتح الباري: 3/203-204)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۴۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: صحابہ میں سب سے افضل کون ہے؟

جواب: صحابہ میں سب سے افضل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، اس پر اہل اسلام کا اجماع ہے۔ اجماع اُمت قرآن وحدیث کی نصوص پر پہرہ دیتا ہے۔ اجماع علمائے حق کے قرآن وسنت کی روشنی میں متفقہ فہم کو کہتے ہیں۔

❀ علامہ عبدالحی لکھنوی حنفی رحمہ اللہ (۱۳۰۴ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمُرَادُ بِالْخُلَفَاءِ الْأَرْبَعَةِ فِي قَوْلِ الْمُحَدِّثِينَ وَالْفُقَهَاءِ : «هٰذَا قَوْلُ الْخُلَفَاءِ الْأَرْبَعَةِ»؛ أَبُو بَكْرٍ عَبْدُ اللّٰهِ الصِّدِّيقُ، وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ الْفَارُوقُ، وَهُمَا أَفْضَلُ النَّاسِ بَعْدَ الْأَنْبِيَاءِ وَأَوَّلُهُمَا أَفْضَلُهُمَا، وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانٍ ذُو النُّورَيْنِ، وَعَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ .

”محدثین اور فقہا کا قول: ”یہ خلفائے اربعہ کا قول ہے۔“ میں خلفائے اربعہ سے مراد یہ چار شخصیات ہیں؛ ① سیدنا ابوبکر عبداللہ صدیق رضی اللہ عنہ ② سیدنا عمر بن خطاب فاروق رضی اللہ عنہ یہ دونوں صحابہ انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد سب سے افضل ہستیاں ہیں، ان میں پہلے صحابی دوسرے سے بھی افضل ہیں۔ ③ سیدنا عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ④ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔“

(ظفر الأماني، ص 547)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ **نافع** رحمہ اللہ **سے مروی ہے:**

سَمِعَ ابْنُ عُمَرَ، مِزْمَارًا قَالَ : فَوَضَعَ إِصْبَعَيْهِ عَلٰى أُذُنَيْهِ، وَنَأَى عَنِ الطَّرِيقِ، وَقَالَ لِي : يَا نَافِعُ هَلْ تَسْمَعُ شَيْئًا؟ قَالَ : فَقُلْتُ : لَا، قَالَ : فَرَفَعَ إِصْبَعَيْهِ مِنْ أُذُنَيْهِ، وَقَالَ : كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَ مِثْلَ هٰذَا فَصَنَعَ مِثْلَ هٰذَا .

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے (راستے میں) بانسری کی آواز سنی، تو کانوں میں انگلیاں داخل کرلیں اور راستے سے الگ ہوگئے، نیز مجھے فرمایا: نافع! کیا آپ کو (ابھی بھی) کچھ سنائی دے رہا ہے؟ تو میں نے عرض کیا: نہیں۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے کانوں سے انگلیاں ہٹالیں، پھر فرمایا: (ایک دفعہ) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح کی آواز سنی تو ایسے ہی کیا۔''

(مسند الإمام أحمد : 8/2، سنن أبي داود : 4924، صحيح ابن حبان : 693)

جواب: روایت منکر ہے۔ سلیمان بن موسیٰ اشدق کی منکر روایات ہیں۔

❀ **امام بخاری** رحمہ اللہ **فرماتے ہیں:**

عِنْدَهٗ مَنَاكِيرُ .

''اس کی منکر روایات ہیں۔''

(التّاريخ الكبير : 38/4)

❀ **امام ابوداود** رحمہ اللہ **فرماتے ہیں:**

هٰذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ .

''یہ حدیث منکر ہے۔''

(سنن أبي داود، تحت الرقم : 4924)

❀ نافع رحمہ اللہ سے اس کی دوسری سند بھی ہے۔

(سنن أبي داود : 4925)

سند منکر ہے، مطعم بن مقدام اور نافع کے درمیان سلیمان بن موسیٰ اشدق کا واسطہ گر گیا ہے۔

❀ امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أُدْخِلَ بَيْنَ مُطْعِمٍ وَنَافِعٍ سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسٰى .

''مطعم اور نافع کے درمیان سلیمان بن موسیٰ کو داخل کیا جاتا ہے۔''

(سنن أبي داود، تحت الرقم : 4925)

❀ نافع رحمہ اللہ سے اس کی تیسری سند بھی ہے۔

(سنن أبي داود : 4926)

روایت منکر ہے، عبداللہ بن جعفر رقی کے اوہام میں سے ہے۔

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَكُنِ اخْتِلَاطُهُ اخْتِلَاطًا فَاحِشًا حَتّٰى كَانَ لَا يَدْرِي مَا يَخْرُجُ مِنْهُ وَكَانَ قَدْ عَمِيَ رُبَمَا خَالَفَ .

''عبداللہ رقی کا اختلاط اتنا برا نہیں تھا کہ انہیں پتہ ہی نہ چلتا ہو کہ ان کے منہ سے کیا نکل رہا ہے۔ البتہ وہ نابینا ہو گئے تھے اور کبھی کبھی (روایت بیان کرنے

میں ثقہ راویوں کی) مخالفت کرتے تھے۔''

(الثّقات : 352/8)

✿ امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا أَنْكَرُهَا .

''یہ سند سب سے زیادہ منکر ہے۔''

(سنن أبي داود، تحت الرّقم : 4926)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

✿ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْبُتَيْرَاءِ أَنْ يُّصَلِّيَ الرَّجُلُ رَكْعَةً وَّاحِدَةً يُوتِرُ بِهَا .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''بتیرا'' سے منع فرمایا ہے۔(راوی کہتے ہیں کہ) وہ یہ ہے کہ آدمی صرف ایک رکعت وتر پڑھے، جس سے وہ رات کی نماز کو طاق کرلے۔''

(التّمهيد لابن عبد البرّ : 254/13)

جواب: روایت ضعیف ہے۔ عثمان بن محمد بن ربیعہ ضعیف ہے۔

(الدّراية لابن حجر :192/1)

✿ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَصِحَّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهْيٌ عَنِ الْبُتَيْرَاءِ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بتیراء کی ممانعت ثابت نہیں۔''

(المُحلّٰى : 90/2)

۞ نیز فرماتے ہیں:

هٰذِهٖ كِذْبَةٌ وَخَبَرٌ مَوْضُوعٌ .

’’بتیراء کے بارے میں مروی روایت جھوٹی اور من گھڑت ہے۔‘‘

(المُحلّٰی : 238/3، 275/7)

۞ حافظ ابن قطان فاسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْحَدِيثُ مِنْ شَاذِ الْحَدِيثِ الَّذِي لَا يُعَرَّجُ عَلٰى رُوَاتِهٖ مَا لَمْ تُعْرَفْ عَدَالَتُهُمْ .

’’یہ حدیث شاذ ہے، اس کے راویوں پر تب تک اعتماد نہیں کیا جا سکتا، جب تک ان کی عدالت معلوم نہ ہو جائے۔‘‘

(بَيان الوَهم والإيهام : 154/3)

۞ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهٗ فِيهِ نَظَرٌ .

’’اس کی سند محل نظر ہے۔‘‘

(فتح الباري : 107/9)

تنبیہ:

اسی طرح کی روایت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ سے مرسل بھی آتی ہے۔

(فتح الباري لابن رجب : 107/9)

اس کی سند پر آگاہی نہیں ہو سکی۔

۞ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

الْوِتْرُ سَبْعٌ أَوْ خَمْسٌ، وَإِنِّي أَكْرَهُ أَنْ يَّكُونَ ثَلَاثًا بَتْرًا .

''وتر سات اور پانچ ہیں۔ مجھے اکیلے تین وتر ناپسند ہیں (کہ ان سے پہلے یا بعد نفل نہ پڑھے جائیں)۔''

(المَعرفة والتّاريخ للإمام يعقوب الفَسَوي : 150/3، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: میت کی چارپائی پر سیاہ رنگ کی چادر ڈالتے ہیں، جس پر مختلف کلمات کندہ ہوتے ہیں، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: درست نہیں۔ انسان کے ساتھ اس کے اعمال جاتے ہیں، چادر پر کندہ کلمات اسے فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔

سوال: ڈھیلوں پر سورت اخلاص پڑھ کر دَم کیا جاتا ہے، پھر قبر میں رکھ دیے جاتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: بدعت اور گناہ کا کام ہے۔ دَم کیے گئے ڈھیلوں کا مرنے والے کو کچھ فائدہ نہیں۔

سوال: کیا عورتیں نماز جنازہ کے لیے جنازہ گاہ جا سکتی ہیں؟

جواب: بعض شرعی پابندیوں کے ساتھ جا سکتی ہیں۔

① بے پردگی نہ ہو۔

② مرد و زن کا اختلاط نہ ہو۔

③ جزع وفزع نہ کرے۔

❀ سیدہ اُم عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

نُهِينَا عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ، وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا .

”ہمیں جنازوں میں شرکت کرنے سے منع ضرور کیا گیا، مگر اس سلسلہ میں ہم پر سختی نہیں کی گئی۔“

(صحيح البخاري : 1278، صحيح مسلم : 938)

سوال: بعض لوگ میت کو عمامہ باندھتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: میت کو عمامہ باندھنا بدعت ہے۔ کتاب وسنت میں اس پر کوئی دلیل نہیں، نہ سلف اُمت کی زندگیوں میں ایسا کچھ ملتا ہے، واللہ اعلم!

سوال: کفن کے ساتھ غلاف کعبہ کے ٹکڑے رکھنا کیسا ہے؟

جواب: کفن کے ساتھ غلاف کعبہ کے ٹکڑے رکھنا بدعت ہے، اس سے مرنے والوں کو کچھ فائدہ نہیں۔

سوال: کیا کتاب الحیل امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ثابت ہے؟

جواب: کتاب الحیل امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ثابت ہے، البتہ یہ کتاب اب مفقود ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے دنیا میں باقی نہیں رکھا۔ اب اس کا کوئی وجود نہیں۔

❀ امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَنْ نَّظَرَ فِي كِتَابِ الْحِيَلِ لِأَبِي حَنِيفَةَ، أَحَلَّ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ، وَحَرَّمَ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ.

”جو شخص امام ابوحنیفہ کی کتاب الحیل کا مطالعہ کرے گا، وہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کہنے لگے گا اور اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام ٹھہرانے لگے گا۔“

(تاريخ بغداد : 13/426، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: بعض لوگ دس محرم کو قبرستان جاتے ہیں، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: زیارت قبور کے لیے دن یا مہینے کو خاص کرنا درست نہیں۔

سوال: تعزیت کے موقع پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا کیسا ہے؟

جواب: اگر مرنے والا مؤحد ہے، تو اس کے حق میں ہاتھ اٹھا کر دعا کی جا سکتی ہے۔ البتہ مروجہ طریقہ دعا بدعت ہے، کہ ہر آنے والا رسمی طور پر دعا کرتا ہے، تیسے ہی واپس جاتے ہوئے دعا کرتا ہے۔

بہت سے لوگ ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھتے ہیں، یہ خالص بدعت ہے، کیونکہ اس موقع پر فاتحہ کا میت سے کوئی تعلق نہیں، نہ اس کا فائدہ میت کو ہوتا ہے۔ بعض فاتحہ پڑھ کر اس کا ثواب میت کو پہنچاتے ہیں، یہ بھی بدعت ہے۔

سوال: درج ذیل عبارت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

❁ علامہ تفتازانی حنفی (۷۹۳ھ) نے لکھا ہے:

«إِنَّمَا يُرَدُّ» أَيْ خَبَرُ الْوَاحِدِ فِي مُعَارَضَةِ الْكِتَابِ؛ لِأَنَّ الْكِتَابَ مُقَدَّمٌ؛ لِكَوْنِهِ قَطْعِيًّا مُتَوَاتِرَ النَّظْمِ لَا شُبْهَةَ فِي مَتْنِهِ، وَلَا فِي سَنَدِهِ.

”خبر واحد جب قرآن کے معارض ہو، تو اسے رد کر دیا جائے گا، کیونکہ قرآن مقدم ہے، اس لیے کہ قرآن قطعی ہے، اس کا نظم متواتر ہے، اس کے متن اور سند میں کوئی شبہ نہیں۔“

(شرح التّلویح: 16/2)

جواب: یہ باطل اصول ہے۔ ائمہ محدثین کے اصول کے بر خلاف ہے۔ خبر واحد کی

سند صحیح یا حسن ہو، معلول یا شاذ نہ ہو، تو وہ علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے۔ بالخصوص جب اسے اُمت نے تلقی بالقبول بخشا ہو، ایسی خبر واحد کتاب اللہ کے ظاہری طور پر معارض تو ہو سکتی ہے، مگر حقیقی طور پر نہیں۔ جیسے قرآن کی بعض آیات ظاہری طور پر ایک دوسرے کے متعارض ہیں، حقیقت میں نہیں، ان میں تطبیق دی جاتی ہے۔ اسی طرح احادیث باہم اور قرآن کریم کے ظاہری طور پر معارض تو ہو سکتی ہیں، مگر حقیقت میں نہیں۔ ہر صحیح حدیث قرآن کریم کے موافق ہے، کیونکہ قرآن حق ہے اور قرآن کا بیان صحیح احادیث بھی حق ہیں، حق حق کے معارض نہیں ہو سکتا۔

بعض ناہنجار ایسے باطل اصول وضع کر کے منکرین حدیث اور ملحدین کے لیے راہ ہموار کرتے ہیں۔ حنفی مقلدین نے احادیث کو رد کرنے کے لیے کئی حیلے کیے ہیں، ان میں سے ایک حیلہ یہ ہے کہ خبر واحد قرآن کریم کے معارض ہو، تو وہ مردود ہوگی اور قرآن مقدم ہو گا۔ اسی طرح حنفی مقلدین یہ اصول بھی پیش کرتے ہیں کہ خبر واحد کی زیادتی کتاب اللہ پر جائز نہیں۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ خبر واحد ظنیت کا فائدہ دیتی ہے، لہٰذا اس سے عقائد ثابت نہیں کیے جائیں گے۔ ان کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ خبر واحد چونکہ ظنی ہوتی ہے، اس لیے اس سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی، بلکہ وجوب ثابت ہوتا ہے۔

یہ تمام اصول وضوابط مردود و باطل ہیں، یہ اصول اپنانے والے محدثین عظام کے باغی ہیں اور اہل سنت والجماعت سے منحرف ہیں۔

سوال: کسی بزرگ کی قبر پر جا کر انہیں وسیلہ بنانا کیسا ہے؟

جواب: اکابر پرستی شرک کی بنیاد ہے۔ قبر پرستی اور اصنام پرستی میں کوئی فرق نہیں۔ بتوں کے پجاری بھی مورتیوں اور تصویروں کو اپنا سفارشی بناتے تھے، ان کا کہنا تھا کہ جن کی

شکل وصورت پر یہ مورتیاں بنائی گئی ہیں، وہ بزرگ اور اولیاء ہمارے اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارشی ہیں، ہم ان سے درخواست کرتے ہیں اور وہ ہمیں اللہ تعالیٰ سے لے کر دیتے ہیں۔

یہی نظریہ قبر پرستوں کا ہے، وہ بھی کہتے ہیں کہ بزرگوں کی قبر پر جا کر ہم ان کو اپنا سفارشی بناتے ہیں، اللہ ان کی بات نہیں ٹالتا، وغیرہ وغیرہ۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أَمِ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ قُلْ أَوَلَوْ كَانُوا لَا يَمْلِكُونَ شَيْئًا وَّلَا يَعْقِلُونَ، قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا لَهٗ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾(الزّمر : ٤٣-٤٤)

”کیا انہوں نے اللہ کے علاوہ کوئی سفارشی بنا لیے ہیں؟ کہہ دیجیے کہ اگر وہ کسی چیز کے مالک نہ ہوں اور کچھ نہ سمجھتے ہوں تو؟ تمام شفاعت اللہ ہی کے لیے ہے، اسی کے لیے زمین وآسمان کی بادشاہت ہے۔“

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهٖ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾(الزّمر : ٣)

”جن لوگوں نے اللہ کے سوا اولیا بنا رکھے ہیں، (ان کا کہنا ہے کہ) ہم ان کی صرف اس لیے عبادت کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔“

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ

هٰؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾

(یونُس : ۱۸)

”وہ اللہ کے علاوہ ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں، جو انہیں نفع اور نقصان نہیں دے سکتے، کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ (اے نبی!) کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ کو ایسی باتوں کی خبریں دیتے ہو، جو آسمانوں اور زمین میں اس کے علم میں نہیں۔ وہ لوگوں کے شرک سے پاک اور بلند ہے۔“

❀ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

لَمَّا اشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَتْ بَعْضُ نِسَائِهٖ كَنِيسَةً رَأَيْنَهَا بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ يُقَالُ لَهَا : مَارِيَةُ، وَكَانَتْ أُمُّ سَلَمَةَ، وَأُمُّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَتَتَا أَرْضَ الْحَبَشَةِ، فَذَكَرَتَا مِنْ حُسْنِهَا وَتَصَاوِيرَ فِيهَا، فَرَفَعَ رَأْسَهٗ، فَقَالَ : أُولٰئِكِ إِذَا مَاتَ مِنْهُمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهٖ مَسْجِدًا، ثُمَّ صَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّورَةَ أُولٰئِكِ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ .

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ نے گرجا کا تذکرہ کیا، جسے انہوں نے سرزمین حبشہ میں دیکھا تھا، اس گرجا کا نام ”ماریہ“ تھا، سیّدہ ام سلمہ اور سیّدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہما سرزمین حبشہ گئی تھیں، انہوں نے اس کے حسن اور اس میں رکھی ہوئی تصویروں کا ذکر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اٹھایا اور فرمایا: یہی وہ

لوگ ہیں کہ جب ان میں کوئی نیک آدمی فوت ہو جاتا تو وہ اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے۔ پھر اس مسجد میں ان کی تصویریں بناتے، یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔''

(صحيح البخاري: 1341؛ صحيح مسلم: 528)

❀ علامہ فخر رازی رحمہ اللہ (٦٠٦ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهُمْ وَضَعُوا هٰذِهِ الْأَصْنَامَ وَالْأَوْثَانَ عَلٰى صُوَرِ أَنْبِيَائِهِمْ وَأَكَابِرِهِمْ، وَزَعَمُوا أَنَّهُمْ مَتَى اشْتَغَلُوا بِعِبَادَةِ هٰذِهِ التَّمَاثِيلِ، فَإِنَّ أُولَئِكَ الْأَكَابِرَ تَكُونُ شُفَعَاءَ لَهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَنَظِيرُهُ فِي هٰذَا الزَّمَانِ اشْتِغَالُ كَثِيرٍ مِنَ الْخَلْقِ بِتَعْظِيمِ قُبُورِ الْأَكَابِرِ، عَلَى اعْتِقَادِ أَنَّهُمْ إِذَا عَظَّمُوا قُبُورَهُمْ فَإِنَّهُمْ يَكُونُونَ شُفَعَاءَ لَهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ.

''مشرکین نے اپنے انبیائے کرام اور اکابرین کی شکل وصورت پر بت اور مُورتیاں بنالی تھیں۔ ان کا اعتقاد تھا کہ جب وہ ان مُورتیوں کی عبادت کرتے ہیں، تو یہ بزرگ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی سفارش کرتے ہیں۔ اس دور میں اس شرک کی صورت یہ ہے کہ بہت سے لوگ اپنے اکابر کی قبروں کی تعظیم میں مصروف ہیں۔ ان کا اعتقاد ہے کہ ان کی قبروں کی تعظیم کرنے کی وجہ سے وہ اکابر اللہ کے ہاں ان کے سفارشی بنیں گے۔''

(تفسير الرّازي: 227/17)

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (٧٧٤ھ) فرماتے ہیں:

أَخْبَرَ تَعَالٰى عَنْ عُبَّادِ الْأَصْنَامِ مِنَ الْمُشْرِكِينَ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ:

﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾ أَيْ إِنَّمَا يَحْمِلُهُمْ عَلٰى عِبَادَتِهِمْ لَهُمْ أَنَّهُمْ عَمَدُوا إِلٰى أَصْنَامٍ اتَّخَذُوهَا عَلٰى صُوَرِ الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ فِي زَعْمِهِمْ، فَعَبَدُوا تِلْكَ الصُّوَرَ تَنْزِيلًا لِّذَلِكَ مَنْزِلَةَ عِبَادَتِهِمُ الْمَلَائِكَةَ؛ لِيَشْفَعُوا لَهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ فِي نَصْرِهِمْ وَرِزْقِهِمْ، وَمَا يَنُوبُهُمْ مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا.

''اللہ نے بتوں کے پجاری مشرکین کے اس قول کی خبر دی ہے:﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾ ''ہم تو ان بتوں کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ مقام و مرتبے میں ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔'' یعنی مشرکین مکہ کو بتوں کی پوجا پر صرف اس چیز نے آمادہ کیا تھا کہ انہوں نے اپنے خیال کے مطابق مقرب فرشتوں کی شکل پر بت بنائے ہوئے تھے اور وہ ان بتوں کی عبادت فرشتوں کی ہی عبادت سمجھ کر کرتے تھے، تاکہ وہ فرشتے اللہ کے ہاں ان کی مدد، رزق اور دنیاوی مصائب کے بارے میں سفارش کریں۔''

(تفسیر ابن کثیر : 84/7)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَكُونُوا يَعْتَقِدُونَ فِي الْأَصْنَامِ أَنَّهَا مُشَارِكَةٌ لِلّٰهِ فِي خَلْقِ الْعَالَمِ، بَلْ كَانَ حَالُهُمْ فِيهَا كَحَالِ أَمْثَالِهِمْ مِنْ مُشْرِكِي الْأُمَمِ مِنَ الْهِنْدِ وَالتُّرْكِ وَالْبَرْبَرِ وَغَيْرِهِمْ، تَارَةً يَعْتَقِدُونَ أَنَّ هٰذِهِ تَمَاثِيلُ قَوْمٍ صَالِحِينَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالصَّالِحِينَ، وَيَتَّخِذُونَهُمْ

شُفَعَاءَ، وَيَتَوَسَّلُونَ بِهِمْ إِلَى اللّٰهِ، وَهٰذَا كَانَ أَصْلَ شِرْكِ الْعَرَبِ .

''مشرکین مکہ کا بتوں کے بارے میں یہ اعتقاد نہیں تھا کہ وہ کائنات کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں، بلکہ ان کا حال ہندوستان، ترکی اور بربر کی مشرک قوموں کی طرح ہی تھا۔ کبھی ان کا اعتقاد یہ بن جاتا ہے کہ یہ نیک لوگوں اور انبیائے کرام کی مورتیاں ہیں اور وہ ان کو اپنا سفارشی بناتے ہیں اور اللہ کی طرف ان کو وسیلہ بناتے ہیں۔ اہل عرب کے شرک کی اصل یہی تھی۔''

(شرح العقيدة الطحاوية، ص81)

❀ علامہ آلوسی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۷۰ھ) فرماتے ہیں:

وَضَعُوهَا عَلٰى صُوَرِ رِجَالٍ صَالِحِينَ ذَوِي خَطَرٍ عِنْدَهُمْ وَزَعَمُوا أَنَّهُمْ مَتَى اشْتَغَلُوا بِعِبَادَتِهَا فَإِنَّ أُولٰئِكَ الرِّجَالُ يَشْفَعُونَ لَهُمْ .

''مشرکین نے نیک وصالح بزرگوں کی صورتوں پر مورتیاں وضع کیں۔ ان کا خیال ہے کہ جب وہ ان کی عبادت میں مشغول ہوتے ہیں، تو یہ بزرگ ان کے لیے سفارش کرتے ہیں۔''

(روح المَعاني : 83/6)

❀ نیز لکھتے ہیں:

...... مِنْ سَخْفَةِ الْعُقُولِ مِنْ أَنَّ الْأَوْلِيَاءَ يَتَصَرَّفُونَ بَعْدَ وَفَاتِهِمْ بِنَحْوِ شَفَاءِ الْمَرِيضِ وَإِنْقَاذِ الْغَرِيقِ وَالنَّصْرِ عَلَى الْأَعْدَاءِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا يَكُونُ فِي عَالَمِ الْكَوْنِ وَالْفَسَادُ عَلٰى مَعْنٰى أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى فَوَّضَ إِلَيْهِمْ ذٰلِكَ، وَمِنْهُمْ مَنْ خَصَّ ذٰلِكَ

بِخَمْسَةٍ مِنَ الْأَوْلِيَاءِ وَالْكُلُّ جَهْلٌ .

”یہ کہنا عقل کی بے ہودگی ہے کہ اولیائے کرام وفات کے بعد تصرف کرتے ہیں، جیسے مریض کو شفا دینا، ڈوبتے کو بچا لینا، دشمن کے خلاف مدد کرنا یا دیگر اُمور، جو کائنات میں رونما ہوتے ہیں۔ خرابی یہ ہے کہ (ان کے مطابق) اللہ تعالیٰ نے نظام کائنات ان اولیاء کو سونپ دیا ہے، بعض (مشرک) اس کے لیے پانچ اولیاء کو خاص کرتے ہیں، یہ ساری کی ساری باتیں جہالت پر مبنی ہیں۔“

(روح المَعاني : 225/15)

سوال: عبدالغنی نابلسی کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: عبدالغنی بن اسماعیل نابلسی حنفی نقشبندی (۱۱۴۳ھ) انتہائی گمراہ اور بدعتی تھا۔ اس کی بے شمار تصانیف ہیں۔ ان میں سے ایک تعطیر الانام فی تعبیر المنام ہے۔

سوال: درج ذیل عبارت کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

✿ علامہ عبدالشکور فاروقی لکھنوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

”اس مسئلہ میں بھی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مخالف ہیں، ان کے نزدیک مردوں کو بھی سینے پر ہاتھ باندھنا چاہیے۔ بعض کوتاہ نظر لوگوں کو خیال ہے کہ حنفیہ کے پاس اس مسئلہ میں کوئی نقلی دلیل نہیں، حالانکہ ابن ابی شیبہ کے مصنف میں ایک حدیث بذریعہ علقمہ کے وائل بن حجر سے منقول ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے ہوئے دیکھا۔ اس حدیث کے سب راوی معتبر ہیں۔“

(حاشیہ علم الفقہ، حصہ دوم، ص212)

(جواب): مندرج روایت قابل استدلال نہیں، تفصیل ملاحظہ ہو:

❀ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَ يَمِينَهٗ عَلٰى شِمَالِهٖ فِي الصَّلَاةِ [تَحْتَ السُّرَّةِ].

''میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر زیر ناف رکھا۔''

(مصنف ابن أبي شيبة :390/1)

اس حدیث میں ''تحت السرۃ'' (ناف کے نیچے) کے الفاظ مصنف ابن ابی شیبہ کے انتہائی ناقص، غیر معتبر اور غیر متداول نسخہ کے ہیں، اس کا ناسخ مجہول اور نامعلوم ہے، یہ نسخہ مکتبہ محمودیہ مدینہ میں موجود ہے، اس کے مالک محمد عابد سندھی حنفی (۱۲۵۷ھ) تھے، بعد میں یہ نسخہ ان کی اولاد کی ملکیت میں آ گیا، جنہوں نے اسے مکتبہ محمودیہ کے لیے وقف کر دیا۔

❀ مصنف ابن ابی شیبہ کے دو محققین حمد بن عبد اللہ اور محمد بن ابراہیم حیدان نے اس نسخہ کے بارے میں لکھا ہے:

هِيَ نُسْخَةٌ كَامِلَةٌ، لَا بَأْسَ بِهَا لَوْلَا مَا فِيهَا مِنَ التَّصْحِيفَاتِ وَالسَّقْطِ الْكَثِيرِ ....

''یہ کامل نسخہ ہے، اس (سے نقل کرنے) میں کوئی حرج نہ ہوتا، اگر اس میں تصحیفات اور بہت زیادہ سقوط نہ پایا جاتا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة، مقدّمة، ص 368، ط مكتبة الرّشد)

اس روایت میں ''تحت السرۃ'' کے الفاظ سب سے پہلے علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفی

(۸۷۹ھ) نے ذکر کیے۔

❀ علامہ بقاعی رحمہ اللہ (۸۸۵ھ) فرماتے ہیں:

كَانَ كَذَّابًا، يَضَعُ الْحَدِيثَ.

”قاسم بن قطلو بغا سخت جھوٹا اور حدیثیں گھڑنے والا تھا۔“

(الضَّوْء اللّامِع للسّخاوي : 188/6)

❀ علامہ نیموی حنفی صاحب (۱۳۲۲ھ) فرماتے ہیں:

أَلْإِنْصَافُ أَنَّ هٰذِهِ الزِّيَادَةَ، وَإِنْ كَانَتْ صَحِيحَةً لِّوُجُودِهَا فِي أَكْثَرِ النُّسُخِ مِنَ الْمُصَنَّفِ، لٰكِنَّهَا مُخَالِفَةٌ لِّرِوَايَاتِ الثِّقَاتِ، فَكَانَتْ غَيْرَ مَحْفُوظَةٍ ...... فَالْحَدِيثُ، وَإِنْ كَانَ صَحِيحًا مِّنْ حَيْثُ السَّنَدِ، لٰكِنَّهٗ ضَعِيفٌ مِّنْ جِهَةِ الْمَتْنِ.

”انصاف کی بات یہ ہے کہ یہ زیادت اگرچہ مصنف کے اکثر نسخوں میں موجود ہونے کی وجہ سے صحیح ہے، مگر یہ ثقہ راویوں کی روایات کے خلاف ہے، لہٰذا غیر محفوظ ہے۔...... لہٰذا یہ حدیث اگرچہ سند کے اعتبار سے صحیح ہے، مگر متن کے لحاظ سے ضعیف ہے۔“

(التّعليق الحَسن، ص 91)

یاد رہے کہ علامہ نیموی صاحب کا متعدد نسخوں میں اس زیادتی کے ثابت ہونے کا دعویٰ مبنی بر حقیقت نہیں ہے۔ ”تحت السرة“ کے الفاظ کی یہ زیادت مصنف ابن ابی شیبہ کے کسی معتبر نسخہ میں موجود نہیں ہے، جب سرے سے ان الفاظ کا وجود ہی نہیں، تو ثقات کی روایت کے مخالف کیسے؟

تنبیہ:

اگر کوئی کہے کہ علامہ نیموی صاحب نے اپنی اس عبارت سے رجوع کر لیا تھا اور تعلیق التعلیق میں لکھا ہے:

تُقْبَلُ هٰذِهِ الزِّيَادَةُ وَيَقَعُ التَّرْجِيحُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ مُعَارِضِهَا، لِأَنَّ هٰذِهِ الزِّيَادَةَ أَرْفَعُ سَنَدًا مِّنْ رِوَايَةِ عَلَى الصَّدْرِ الَّتِي أَخْرَجَها ابْنُ خُزَيْمَةَ .

''یہ زیادت مقبول ہے۔اس حدیث کو معارض حدیث پر ترجیح حاصل ہو جائے گی، کیونکہ اس روایت کی سند بہ نسبت ابن خزیمہ کی سینے والی روایت کی سند کے زیادہ بہتر ہے۔''

(تعلیق التعلیق، ص 91)

جب ''تحت السرۃ'' کی زیادت مصنف ابن ابی شیبہ کے کسی معتبر نسخہ میں موجود ہی نہیں، سب سے پہلے علامہ قاسم بن قطلو بغا حنفی نے اسے دنیا میں متعارف کرایا، تو اسے ''علی الصدر'' کے الفاظ پر ترجیح دینے کا کیا معنی؟

❀ علامہ انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب (۱۳۵۳ھ) کہتے ہیں:

فِي الْمُصَنَّفِ لِابْنِ أَبِي شَيْبَةَ : تَحْتَ السُّرَّةِ، فَاضْطَرَبَتِ الرِّوَايَةُ جِدًّا، وَأَوَّلُ مَنْ نَبَّهَ عَلٰى تِلْكَ الزِّيَادَةُ الْأَخِيرَةُ الْعَلَّامَةُ الْقَاسِمُ بْنُ قُطْلُوبُغَا، ثُمَّ إِنَّ لَفْظَ : تَحْتَ السُّرَّةِ، لَمْ يُوجَدْ فِي بَعْضِ نُسَخِهِ، فَظَنَّ الْمُلَّا حَيَاةُ السِّنْدِهِيُّ أَنَّهٗ وَقَعَ فِيهِ سَقْطٌ

وَحَذْفٌ، ثُمَّ صَارَ مَتْنُ الْأَثَرِ مَرْفُوعًا .

قُلْتُ : وَلَا عَجَبَ أَنْ يَكُونَ كَذٰلِكَ، فَإِنِّي رَاجَعْتُ ثَلَاثَ نُسَخٍ لِلْمُصَنَّفِ، فَمَا وَجَدْتُهٗ فِي وَاحِدَةٍ مِّنْهَا .

''مصنف ابن ابی شیبہ میں ''تحت السرۃ'' کے الفاظ ہیں، یہ روایت سخت اضطراب کا شکار ہے۔ علامہ قاسم بن قطلو بغا حنفی (۸۷۹ھ) نے سب سے پہلے ان الفاظ کی زیادتی بیان کی، پھر ''تحت السرۃ'' کے الفاظ مصنف ابن ابی شیبہ کے بعض نسخوں میں نہیں پائے گئے، ملا حیات سندھی کا خیال ہے کہ اس حدیث میں سقط اور حذف واقع ہوا ہے، پھر یہی (قولِ تابعی کے) الفاظ مرفوع حدیث کا متن بن گئے۔ میں (انور شاہ) کہتا ہوں : ایسا ہو جانا کوئی تعجب والی بات نہیں، کیونکہ میں نے مصنف ابن ابی شیبہ کے تین نسخوں کا مراجعہ کیا ہے، لیکن کسی نسخہ میں بھی مجھے یہ الفاظ نہیں ملے۔''

(فيض الباري : 267/2)

✿ مفتی تقی عثمانی دیوبندی صاحب کہتے ہیں:

''لیکن احقر (مفتی تقی عثمانی) کی نظر میں اس روایت سے استدلال کمزور ہے، اول تو اس لیے کہ اس روایت میں ''تحت السرۃ'' کے الفاظ مصنف ابن ابی شیبہ کے مطبوعہ نسخوں میں نہیں ملے، اگرچہ علامہ نیموی نے ''آثار السنن'' میں متعدد نسخوں کا حوالہ دیا ہے کہ ان میں یہ زیادتی مذکور ہے، تب بھی اس زیادتی کا بعض نسخوں میں ہونا اور بعض میں نہ ہونا اس کو مشکوک ضرور بنا دیتا ہے۔''

(درسِ ترمذی:23/2)

جب یہ زیادتی کسی معتبر نسخے میں موجود نہیں ہے، بقول مفتی تقی صاحب کسی مطبوعہ نسخے میں بھی نہیں مل سکی، جس کی بنا پر انہوں نے اس حدیث کو مشکوک اور اس سے استدلال کو کمزور قرار دیا ہے، پھر بھی بعض لوگوں نے تحریف سے کام لیتے ہوئے مصنف کے بعض مطبوعہ نسخوں میں ''تحت السرۃ'' کے الفاظ بڑھا دیئے ہیں، آخر ایسا کیوں ہے؟

سوال: درج ذیل روایت کا کیا حکم ہے؟

❀ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا رَأَيْتُمُ الرَّجُلَ يَتَعَاهَدُ الْمَسْجِدَ فَاشْهَدُوا لَهٗ بِالْإِيمَانِ .

''جب آپ کسی شخص کو مسجد کی دیکھ بھال اور آباد کاری کرتا دیکھیں، تو اس کے ایمان کی گواہی دے دیں۔''

(سنن التّرمذي : 2617، 3093، سنن ابن ماجه : 802)

جواب: سند ضعیف ہے۔ دراج ابو سمح ضعیف ہے۔

❀ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَامَّةُ هٰذِهِ الْأَحَادِيثِ الَّتِي أَمْلَيْتُهَا مِمَّا لَا يُتَابَعُ دَرَّاجٌ عَلَيْهِ .

''دراج کی جتنی احادیث میں نے درج کی ہیں، ان میں اکثر پر اس کی متابعت نہیں کی گئی۔''

(الكامل في ضُعفاء الرّجال : 4/15)

مذکورہ روایت میں ان احادیث میں شامل ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۴۱)

غلام مصطفیٰ ظہیرامن پوری

سوال: دعا میں کسی پیغمبر یا ولی کا وسیلہ دینا جائز ہے؟

جواب: دعا میں فوت شدہ کا وسیلہ جائز نہیں۔ قرآن وسنت میں جتنی بھی دعائیں مذکور ہیں، ان میں تین طرح کے وسیلے ثابت ہوئے ہیں؛

① اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا وسیلہ

② اپنے نیک اعمال کا وسیلہ

③ کسی زندہ نیک شخص کی دعا کا وسیلہ

اس کے علاوہ کسی کی ذات یا جاہ کا وسیلہ کتاب وسنت میں مذکور نہیں، نہ اس کا کوئی شرعی جواز ہے۔ نہ ہی سلف اُمت میں کوئی اس کا قائل وفاعل رہا ہے۔

سوال: بعض کہتے ہیں کہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق محمد کریم ﷺ کی خاطر کی گئی ہے، اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: یہ نبی کریم ﷺ کی شان میں غلو ہے اور ایسی بات کا دعویٰ ہے، جس پر کوئی شرعی دلیل نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جن وانس کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے اور باقی اشیاء کے بھی اپنے اپنے مقاصد ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی خدمت کے لیے بنایا ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ﴾(الجاثية : ١٣)

''اس نے تمہارے لیے آسمانوں اور زمین میں موجود ہر شے کو مسخر کر دیا، بلاشبہ اس میں غور وفکر کرنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔''

سوال: روز قیامت کے مختلف نام کیا ہیں؟

جواب: قیامت کے دن پر مختلف اعتبار سے کئی ایک نام بولے گئے ہیں، ملاحظہ ہو؛

١۔ الآخرة ٢۔ اليوم الآخرة ٣۔ الدار الآخرة ٤۔ الواقعة ٥۔ الغاشية ٦۔ يوم القيامة ٧۔ يوم البعث ٨۔ يوم الآزفة ٩۔ يوم الجزاء ١٠۔ يوم الحساب ١١۔ يوم الحسرة ١٢۔ يوم الخلود ١٣۔ الحآقّة ١٤۔ الواقعة ١٥۔ الطّآمّة الكبرىٰ ١٦۔ الصّاخة ١٧۔خافضة ١٨۔ رافعة ١٩۔الساعة ٢٠۔ يوم التّغابن ٢١۔ يوم الفصل ٢٢۔ يوم عبوس ٢٣۔ يوم النّشور ٢٤۔ يوم البعث ٢٥۔ يوم الموعود ٢٦۔ العُقبىٰ ٢٧۔ يوم الخروج ٢٨۔ يوم ثقيل ٢٩۔ يوم الدين ٣٠۔ القارعة

سوال: جانور ذبح کرتے وقت درود پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: جانور ذبح کرتے وقت درود پڑھنا مشروع نہیں۔

سوال: سجدہ میں درود ابراہیمی پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: جائز نہیں۔ سجدہ کی مخصوص دعائیں ہیں۔

سوال: کیا نبی کریم ﷺ کے نام نامی اسم گرامی سننے پر درود پڑھنا نبی کریم ﷺ کا

حق ہے؟

جواب: جی ہاں۔ جو شخص نبی کریم ﷺ کے گرامی قدر نام پر درود نہ پڑھے یا نہ لکھے، وہ بخیل ہے۔

❀ سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلْبَخِيلُ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ، فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ .

''جو میرا ذکر سن کر مجھ پہ درود نہ پڑھے، وہ بخیل ہے۔''

(مُسند الإمام أحمد : 201/1؛ سنن التّرمذي : 3546؛ فضل الصّلاة على النبي للإمام إسماعيل القاضي : 32؛ المُستدرك للحاكم : 549/1، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ (3546) نے ''حسن صحیح غریب''، امام ابن حبان رحمہ اللہ (909) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَقْصُرُ عَنْ دَرَجَةِ الْحَسَنِ .

''یہ حدیث حسن درجہ سے کم نہیں۔''

(فتح الباري : 186/11)

سوال: ایک شخص سخت بیمار ہے، کسی نے اسے کہا کہ فلاں دربار پر بکرا چڑھانے کی نذر مان لو، تمہاری بیماری رفع ہو جائے گی، اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: نذر عبادت ہے، جو صرف اللہ تعالیٰ کی ماننی چاہیے، غیر اللہ کی نذر و نیاز شرک ہے۔ لہٰذا صورت مسؤلہ میں بیمار شخص کو چاہیے کہ اللہ کے نام کی نذر مانے، کسی ولی یا

بزرگ کے نام کی نذر مت مانے، کیونکہ یہ شرکیہ نذر ہے اور نہ کسی دربار یا پیرخانے پر اللہ کے نام پر ذبح کرنے کی نذر مت مانے۔

❁ سیدنا ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

نَذَرَ رَجُلٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّنْحَرَ إِبِلًا بِبُوَانَةَ، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّي نَذَرْتُ أَنْ أَنْحَرَ إِبِلًا بِبُوَانَةَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ كَانَ فِيهَا وَثَنٌ مِّنْ أَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ؟ قَالُوا: لَا، قَالَ: هَلْ كَانَ فِيهَا عِيدٌ مِّنْ أَعْيَادِهِمْ ؟، قَالُوا: لَا، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْفِ بِنَذْرِكَ، فَإِنَّهٗ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِي مَعْصِيَةِ اللّٰهِ.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک شخص نے ''بوانہ'' نامی مقام پر اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں نے ''بوانہ'' نامی مقام پر اونٹ ذبح کرنے کی نذر مان لی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا اس جگہ جاہلیت کا کوئی استھان تھا، جس کی عبادت کی جاتی ہو؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: کیا اس جگہ اہل جاہلیت کا کوئی میلہ لگتا تھا؟ عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: اپنی نذر پوری کرلیں۔ اللہ کی نافرمانی میں کوئی نذر پوری کرنا جائز نہیں۔''

(سنن أبي داوٗد: 3313، المُعجم الکبیر للطّبراني: 2/75، 76، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ سیدنا کردم بن سفیان ثقفی رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ بیان کئے ہیں:

هَلْ بِهَا وَثَنٌ أَوْ عِيدٌ مِّنْ أَعْيَادِ الْجَاهِلِيَّةِ؟.

''کیا اس جگہ کوئی بت یا کوئی جاہلی میلہ تھا؟''

(سنن أبي داوٗد : 3315، وسندهٗ حسنٌ)

❁ ایک صحابیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

إِنِّي نَذَرْتُ أَنْ أَذْبَحَ بِمَكَانِ كَذَا وَكَذَا، مَكَانٌ كَانَ يَذْبَحُ فِيهِ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ، قَالَ : لِصَنَمٍ؟، قَالَتْ : لَا، قَالَ : لِوَثَنٍ؟، قَالَتْ : لَا، قَالَ : أَوْفِي بِنَذْرِكِ .

''میں نے فلاں جگہ پر جانور ذبح کرنے کی نذر مانی ہے۔اس جگہ اہل جاہلیت جانور ذبح کرتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: وہ کسی بت کے لیے ذبح کرتے تھے؟ عرض کیا: نہیں۔فرمایا: کسی مورتی کے لیے ذبح کرتے تھے؟ عرض کیا: نہیں۔اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی نذر پوری کرلیں۔''

(سنن أبي داوٗد : 3312، وسندهٗ حسنٌ)

معلوم ہوا کہ جن مقامات پر شرک اور کفر ہوتا ہو، وہاں جائز نذر پوری کرنا بھی ممنوع اور حرام ہو جاتا ہے، بلکہ شرک تک پہنچنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ان احادیث میں کسی جگہ نذر کو پورا کرنے کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سوال پوچھے:

① کیا وہاں غیر اللہ کی عبادت ہوتی ہے؟

② کیا وہاں مشرکوں کا سالانہ اکٹھ یا میلہ ہوتا ہے؟

دونوں سوالوں کا جواب نفی میں ملنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں نذر پوری کرنے کی

اجازت دی۔ اگر ایک سوال کا جواب بھی اثبات میں مل جاتا، تو اجازت نہیں ملنی تھی، کیونکہ ایسا کرنا آپ ﷺ کی زبانی اللہ کی نافرمانی ہے۔ کسی جگہ نذر پوری کرنے کے لئے یہی نبوی ضابطہ آج بھی برقرار ہے۔

لہٰذا اگر کوئی شخص اللہ کی نذر مان کر بھی کسی آستانے یا دربار پر جانور ذبح کرتا ہے، تو پھر بھی یہ حرام اور ناجائز ہے۔

❀ علامہ حصکفی حنفی رحمہ اللہ (۱۰۸۸ھ) اپنے اکثر عوام کی اصلاح کرتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ النَّذَرَ الَّذِي يَقَعُ لِلْأَمْوَاتِ مِنْ أَكْثَرِ الْعَوَامِّ، وَمَا يُؤْخَذُ مِنَ الدَّرَاهِمِ وَالشَّمْعِ وَالزَّيْتِ وَنَحْوِهَا إِلٰى ضَرَائِحِ الْأَوْلِيَاءِ الْكِرَامِ تَقَرُّبًا إِلَيْهِمْ، فَهُوَ بِالْإِجْمَاعِ بَاطِلٌ وَّحَرَامٌ.

”معلوم ہونا چاہیے کہ اکثر عوام جو مردوں کے نام کی نذر و نیاز دیتے ہیں اور جو رقوم، چراغ اور تیل وغیرہ اولیائے کرام کی قبروں پر تقرب کی نیت سے لائے جاتے ہیں، وہ بالاجماع باطل اور حرام ہیں۔“

(الدرّ المختار، ص 155، ردّ المحتار: 439/2)

سوال: اولیاء اللہ کے نام کا ورد کرنا کیسا ہے؟

جواب: ناجائز اور حرام ہے۔ ورد صرف اللہ تعالیٰ کے نام کا کیا جائے گا، کسی دوسرے کے نام کا نہیں۔ ورد کرنا عبادت ہے، جو غیر اللہ کے لیے روا نہیں۔

سوال: اگر کوئی شخص جانور ذبح کرتے وقت اللہ کے نام کے ساتھ نبی کریم ﷺ یا کسی بزرگ کا نام بھی لے، مثلاً کہے: بسم اللہ و محمد یا بسم اللہ و فلان، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: ذبح عبادت ہے، ذبح کرتے وقت اللہ کے نام کے ساتھ کسی اور کا نام ذکر

کرنا شرک ہے، مثلاً کوئی کہے: بسم اللہ ومحمد یا بسم اللہ واسم محمد یا بسم اللہ واسم فلان۔ یہ واضح شرک ہے اور اس سے ذبیحہ حرام ہو جائے گا، کیونکہ ذبیحہ پر اللہ کے نام کے ساتھ غیر اللہ کا نام بھی لیا گیا ہے۔

سوال: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے کتنی روایات مروی ہیں؟

جواب: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ محدث نہیں تھے، آپ سے نہ ہونے کے برابر روایات مروی ہیں، جو آپ سے روایات مروی ہیں، ان میں بھی کلام ہے۔

❀ علامہ عبدالحی لکھنوی حنفی رحمہ اللہ (۱۳۰۴ھ) لکھتے ہیں:

مِنْ ثَمَّ قَلَّتْ رِوَايَاتُ الْإِمَامِ أَبِي حَنِيفَةَ بِالنِّسْبَةِ إِلٰى غَيْرِهٖ مِنَ الْمُحَدِّثِينَ، وَهٰذَا يُبْنِي عَنْ شِدَّةِ وَرْعِهٖ، وَغَايَةِ احْتِيَاطِهٖ، وَقَدْ خَبَطَ جَمْعٌ مِنْ عُلَمَاءِ زَمَانِنَا، فَعَدُّوهُ مِنْ مَعَايِبِهٖ.

''اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی روایات دیگر محدثین کی بہ نسبت کم ہیں۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے سخت ورع اور کمال احتیاط کی بنا پر ہے۔ ہمارے دور کے بہت سارے علما نے سوچے سمجھے بغیر اسے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے عیوب میں شمار کیا ہے۔''

(ظفر الأماني، ص 525)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی روایات کم ہیں، مگر کم ہونے کی جو وجہ بیان کی جاتی ہے کہ ورع واحتیاط کی بنا پر تھا، تو یہ درست نہیں، دراصل آپ رحمہ اللہ محدث نہ تھے اور حدیث آپ رحمہ اللہ کا مشغلہ نہ تھا۔ دوسری طرف آپ محدثین کی سخت جروح کی زد میں بھی تھے۔

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَكُنِ الْحَدِيثُ صِنَاعَتَهٗ حَدَّثَ بِمِائَةٍ وَّثَلَاثِينَ حَدِيثًا مَسَانِيدَ مَا لَهٗ حَدِيثٌ فِي الدُّنْيَا غَيْرُهٗ أَخْطَأَ مِنْهَا فِي مِائَةٍ وَّعِشْرِينَ حَدِيثًا إِمَّا أَنْ يَكُونَ أَقْلَبَ إِسْنَادَهٗ أَوْ غَيَّرَ مَتْنَهٗ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُ فَلَمَّا غَلَبَ خَطؤُهٗ عَلٰى صَوَابِهِ اسْتَحَقَّ تَرْكَ الْاِحْتِجَاجِ بِهٖ فِي الْأَخْبَارِ وَمِنْ جِهَةٍ أُخْرٰى لَا يَجُوزُ الْاِحْتِجَاجُ بِهٖ.

”حدیث ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا فن نہیں تھا، انہوں نے کل ایک سو تیس با سند احادیث بیان کی ہیں، اس کے علاوہ ان کی کوئی حدیث دنیا میں موجود نہیں، ان میں سے بھی ایک سو بیس احادیث میں ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے غلطی کھائی ہے، انجانے میں یا تو سند کو الٹ دیا، یا متن کو تبدیل کر دیا۔ جب ان کی درستی پر ان کی غلطیاں غالب آ گئیں، تو مستحق ٹھہرے کہ ان کی روایات سے حجت نہ پکڑی جائے، بالفاظ دیگر ان سے حجت پکڑنا جائز نہیں۔“

(كتاب المَجروحين : 63/3)

سوال: کیا نماز استسقاء سنت ہے؟

جواب: نماز استسقاء (بارش کی نماز) مسنون ومشروع ہے۔ اس پر متواتر احادیث ہیں اور اسلاف اُمت کا عمل رہا ہے، البتہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ان احادیث کے برخلاف نماز استسقاء کو مسنون نہیں سمجھتے، ان کے دو شاگرد قاضی ابو یوسف اور محمد بن حسن شیبانی صاحب نماز استسقاء کو مسنون کہتے ہیں۔

✿ علامہ عبد الشکور لکھنوی دیو بندی حنفی صاحب لکھتے ہیں:

”یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے (کہ نماز استسقاء مسنون نہیں) صاحبین کا مذہب اس کے خلاف ہے، ان کے نزدیک استسقاء کے لیے نماز بھی منقول ومسنون ہے اور وہ جماعت کے بھی قائل ہیں، مگر اکثر احادیث میں صرف دعا ہی وارد ہوئی ہے، نماز کا ذکر بھی نہیں ہے اور سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے استسقاء کے لیے صرف دعا پر اکتفاء فرمائی، نماز نہیں پڑھی۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز ثابت ہوتی، تو وہ ہرگز اس سنت کو نہ چھوڑتے اور ایسے ضروری مشہور واقعات کا ان کو نہ معلوم ہونا بھی بعید ہے۔“

(علم الفقہ، حصہ دوم، ص203، حاشیہ)

نماز استسقاء ایک مستقل نماز ہے، جس کی مشروعیت ہر دور میں متداول ومتوارث رہی ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں یہ نماز پڑھی ہے، اس کے احکام ومسائل بیان کیے ہیں، محدثین نے مختلف ابواب میں نماز استسقاء کی مشروعیت ثابت کی ہے۔ صحابہ وتابعین میں کوئی بھی اس کا منکر نہیں۔

باقی رہا سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا صرف دعا پر اکتفاء کرنا، تو اس سے نماز استسقاء کی نفی نہیں ہوتی، کیونکہ بارش کے لیے صرف دعا کرنا بھی مشروع ہے اور خاص نماز استسقاء پڑھنا بھی مشروع ہے۔ اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کبھی دعا پر اکتفا کر لیتے تھے اور کبھی نماز بھی پڑھ لیتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی کبھی بغیر نماز پڑھائے دعا فرما دیتے تھے اور کبھی نماز کا اہتمام کرتے تھے۔

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ (۷۶۲ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا اسْتِسْقَاؤُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَصَحِيحٌ ثَابِتٌ، وَأَمَّا إِنَّهُ لَمْ يُرْوَ

عَنْهُ الصَّلَاةُ، فَهٰذَا غَيْرُ صَحِيحٍ، بَلْ صَحَّ أَنَّهُ صَلَّى فِيهِ، ...... وَلَيْسَ فِي الْحَدِيثِ أَنَّهُ اسْتَسْقٰى، وَلَمْ يُصَلِّ، بَلْ غَايَةُ مَا يُوجَدُ ذِكْرُ الِاسْتِسْقَاءِ دُونَ ذِكْرِ الصَّلَاةِ، وَلَا يَلْزَمُ مِنْ عَدَمِ ذِكْرِ الشَّيْءِ عَدَمُ وُقُوعِهِ.

''نبی کریم ﷺ کا بارش طلب کرنے کی دعا کرنا صحیح ثابت ہے، یہ کہنا کہ نبی کریم ﷺ سے نماز استسقاء مروی نہیں ہے، تو یہ صحیح نہیں، بلکہ نبی کریم ﷺ سے نماز استسقاء پڑھنا ثابت ہے۔...... کسی حدیث میں یہ نہیں کہ آپ ﷺ نے استسقاء کی دعا کی ہو اور نماز نہ پڑھی ہو۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ (بعض روایات میں) استسقا کا ذکر ہے، نماز کا ذکر نہیں، تو کسی شے کے ذکر نہ ہونے سے اس کا واقع نہ ہونا لازم نہیں آتا۔''

(نصب الرّاية : 238/2)

❀ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

كَلَامُ الْمُصَنِّفِ هُنَا فِيهِ تَنَاقُضٌ؛ فَإِنَّهُ قَالَ أَوَّلًا : وَإِنَّمَا الْاِسْتِسْقَاءُ الدُّعَاءُ وَالْاِسْتِغْفَارُ، فَيَكُونُ مُرَادُهُ بِقَوْلِهِ : لَيْسَ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ صَلَاةٌ مَسْنُونَةٌ فِي جَمَاعَةٍ أَيْ لَيْسَ فِيهَا صَلَاةٌ مَشْرُوعَةٌ، ثُمَّ قَالَ : قُلْنَا : فَعَلَهُ مَرَّةً وَتَرَكَهُ أُخْرٰى فَلَمْ يَكُنْ سُنَّةً وَمُرَادُهُ بِذٰلِكَ أَنَّهُ جَائِزٌ وَلٰكِنَّهُ غَيْرُ مَسْنُونَةٍ، وَهٰذَا يُنَاقِضُ أَوَّلَ كَلَامِهِ لِأَنَّ فِعْلَهُ مَرَّةً يَدُلُّ عَلٰى مَشْرُوعِيَّتِهِ قَطْعًا.

''یہاں صاحب ہدایہ کی بات میں تناقض ہے، کیونکہ انھوں نے پہلے کہا: ''استسقاء دعا اور استغفار کو کہتے ہیں۔'' لہٰذا صاحب ہدایہ کے کلام ''استسقاء میں کوئی باجماعت نماز مسنون نہیں۔'' سے ان کی مراد یہ ہے کہ استسقاء میں کوئی نماز مشروع نہیں۔ پھر صاحب ہدایہ نے کہا: ''ہم احناف کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے کبھی نماز استقاء پڑھی اور کبھی ترک کر دی، لہٰذا یہ سنت نہیں۔'' اس قول سے صاحب ہدایہ کی مراد یہ ہے کہ نماز استسقاء جائز ہے، لیکن مسنون نہیں ہے، یہ قول پہلے قول کے مخالف ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کے ایک مرتبہ نماز استسقاء پڑھنے سے قطعی طور پر اس کا مشروع ہونا ثابت ہوتا ہے۔''

(التّنبیه علی مشکلات الهدایة : 778/2)

✿ علامہ عبدالحی لکھنوی حنفی رحمہ اللہ (۱۳۰۴ھ) فرماتے ہیں:

بِهٖ ظَهَرَ ضَعْفُ قَوْلِ صَاحِبِ الْهِدَايَةِ فِي تَعْلِيلِ مَذْهَبِ أَبِي حَنِيفَةَ : أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ اسْتَسْقٰى وَلَمْ يُرْوَ عَنْهُ الصَّلَاةُ، فَإِنْ أَرَادَ أَنَّهٗ لَمْ يُرْوَ بِالْكُلِّيَّةِ، فَهٰذِهِ الْأَخْبَارُ تُكَذِّبُهٗ، وَإِنْ أَرَادَ أَنَّهٗ لَمْ يُرْوَ فِي بَعْضِ الرِّوَايَاتِ فَغَيْرُ قَادِحٍ، وَأَمَّا مَا ذَكَرُوا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَهٗ مَرَّةً وَتَرَكَهٗ أُخْرٰى فَلَمْ يَكُنْ سُنَّةً، فَلَيْسَ بِشَيْءٍ، فَإِنَّهٗ لَا يُنْكَرُ ثُبُوتُ كِلَيْهِمَا مَرَّةً هٰذَا وَمَرَّةً هٰذَا، لٰكِنْ يُعْلَمُ مِنْ تَتَبُّعِ الطُّرُقِ، أَنَّهٗ لَمَّا خَرَجَ بِالنَّاسِ إِلَى الصَّحْرَاءِ صَلّٰى، فَتَكُونُ الصَّلَاةُ مَسْنُونَةً فِي هٰذِهِ الْحَالَةِ بِلَا

رَيْبٍ، وَدُعَاؤُهُ الْمُجَرَّدُ كَانَ فِي غَيْرِ هٰذِهِ الصُّورَةِ.

”ان احادیث سے صاحب ہدایہ کی بات کا رد ہوتا ہے، جوانھوں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کی دلیل میں ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش طلب کی، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز پڑھنا منقول نہیں۔ اگر صاحب ہدایہ کی مراد یہ ہے کہ کلی طور پر نماز استسقاء منقول نہیں، تو یہ احادیث ان کے اس دعویٰ کی تکذیب کرتی ہیں اور اگر ان کی مراد یہ ہے کہ بعض روایات میں نماز پڑھنے کا ذکر نہیں، تو یہ بات درست ہے۔ رہا حنفی علما کا یہ ذکر کرنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز استسقا کبھی پڑھی اور کبھی چھوڑ دی، لہٰذا یہ سنت نہ ہوئی، تو یہ بات بھی بے بنیاد ہے، کیونکہ دونوں صورتوں کا انکار نہیں کیا جا سکتا، مگر تمام طرق کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ صحرا کی طرف نکلے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے، لہٰذا اس کیفیت میں بلا شک وشبہ نماز استسقاء مسنون ہے اور جہاں صرف دعا کی ہے، وہ اس کیفیت کے علاوہ ہے۔“

(التّعلیق المُمَجّد، ص 162)

سوال: درج ذیل بات کس حد تک درست ہے؟

❀ علامہ عبدالشکور لکھنوی دیوبندی حنفی صاحب لکھتے ہیں:

”بچوں کے کان میں اذان دینا تو قطعاً آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ثابت ہے۔“

(علم الفقہ، حصہ دوم، ص 153)

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بچوں کے کان میں اذان دینا قطعاً ثابت نہیں۔

سوال: کہا جاتا ہے کہ قریب المرگ پر سورت یس پڑھی جائے، تو اس کی جان

آسانی سے نکل جاتی ہے، اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: قریب الموت کے پاس سورت یس پڑھنا ثابت نہیں، البتہ فوت ہونے والا یہ کہے کہ میرے پاس سورت یس یا قرآن کا کوئی حصہ تلاوت کیا جائے کہ مجھے اس سے مانوسیت ہوگی، تو ایسا کرنا درست اور صحیح ہے۔

سوال: جس شخص کی جان نکل جائے، اس کا منہ اور آنکھیں بند کرتے ہوئے درج ذیل دعا پڑھنا کیسا ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ .

''اللہ کے نام کے ساتھ اور رسول اللہ ﷺ کے دین کے مطابق۔''

جواب: ثابت نہیں۔

سوال: اگر ضرورت کے تحت فوت شدہ کے پاس خوشبو رکھ دی جائے، تا کہ آس پاس کے لوگوں کو میت کے جسم سے بدبو نہ آئے، تو کیسا ہے؟

جواب: درست ہے، کوئی حرج نہیں۔ خوشبو کا مقصد بھی یہی ہے کہ دل و دماغ کو معطر کیا جائے اور بدبو سے بچا جائے۔

سوال: بعض کہتے ہیں کہ میت پر قرآن اس وقت پڑھنا چاہیے، جب اسے غسل وکفن دے دیا جائے، اس سے پہلے پڑھنا مکروہ ہے۔ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: میت پر غسل سے پہلے یا بعد قرآن پڑھنے کا کوئی شرعی جواز نہیں، نہ اس کا میت کو کچھ فائدہ ہونے والا ہے۔ البتہ زندوں کو نقصان ہے، وہ ایسے کام میں پڑھ گئے ہیں، جس پر کوئی دلیل نہیں اور اسلاف اس کے قائل نہیں۔

سوال: میت کو غسل دینے کے لیے پانی میں بیری کے پتے ملانے کا کیا حکم ہے؟

جواب: مسنون ہے، اس سے صفائی اچھی طرح ہو جاتی ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

جَاءَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي عَامِرٍ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنِّي مُسْقَامٌ لَا تَسْتَقِيمُ يَدِي عَلٰى طَعَامٍ وَلَا عَلٰى شَرَابٍ فَادْعُ اللّٰهَ لِي بِالصِّحَّةِ قَالَ : إِذَا أَكَلْتَ طَعَامًا أَوْ شَرِبْتَ شَرَابًا فَقُلْ : «بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ، يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ» إِلَّا لَمْ يُصِبْكَ مِنْهُ دَاءٌ، وَلَوْ كَانَ فِيهِ سَمٌّ .

''قبیلہ بنو عامر کا ایک شخص حاضر خدمت ہوا، عرض کیا: اللہ کے رسول! میں بیمار ہوں اور کھانے پینے کی کسی شے پر ہاتھ ٹھہرتا نہیں ہے، (یعنی پرہیز نہیں کیا جاتا۔) آپ میرے لیے صحت و عافیت کی دعا فرما دیجئے، فرمایا: آپ جب بھی کوئی شے کھانے لگیں یا پینے لگیں، تو یہ دعا پڑھ لیا کریں:

«بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ، يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ» .

''اللہ کے نام اور اللہ کی ذات کی مدد و برکت سے (کھاتا اور پیتا ہوں) کہ جس کے نام کے ہوتے ہوئے زمین و آسمان کی کوئی شے نقصان نہیں پہنچا سکتی، اے حی و قیوم!''

آپ کو اس (کھانے یا پینے) سے کوئی بیماری نہیں لگے گی، خواہ اس کھانے میں

زہر ہی کیوں نہ ہو۔“

(الغرائب المُلتقطة لابن حجر :605/1)

جواب: جھوٹی روایت ہے۔

① محمد بن یونس کدیمی ضعیف و متہم ہے۔

✿ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اُتُّهِمَ بِوَضْعِ الْحَدِيثِ وَبِسَرَقَتِهِ وَادَّعٰى رُؤْيَةَ قَوْمٍ لَمْ يَرَهُمْ وَرِوَايَةً عَنْ قَوْمٍ لَا يُعْرَفُونَ وَتَرَكَ عَامَّةُ مَشَايِخِنَا الرِّوَايَةَ عَنْهُ.

”یہ وضع حدیث اور سرقہ حدیث کے ساتھ متہم تھا، اس نے کتنوں کو دیکھنے کا دعویٰ کیا، جنہیں اس نے دیکھا نہیں تھا اور کئی سارے غیر معروف راویوں سے روایت کا دعویٰ ہے۔ ہمارے اکثر مشائخ نے اس سے روایت لینا ترک کر دیا تھا۔“

(الكامل في ضعفاء الرّجال : 553/7)

② ابو ہرمز نافع سلمی متروک و کذاب ہے۔

③ ابو ہرمز کی سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایات منکر ہیں۔

④ احمد بن کامل بن خلف بن شجرہ ابو بکر قاضی کے بارے میں امام دار قطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ مُتَسَاهِلًا، رُبَمَا حَدَّثَ مِنْ حِفْظِهِ بِمَا لَيْسَ عِنْدَهُ فِي كِتَابِهِ.

”تساہل کا شکار تھا، بسا اوقات اپنے حفظ سے ایسی روایات بیان کر دیتا تھا، جو اس کے پاس کتاب میں درج نہ ہوتی تھیں۔“

(سوالات السّهمي : 176)

(سوال): درج ذیل آیت کریمہ کی تفسیری روایت کا حکم مطلوب ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ﴾

(البقرۃ : ۲۰۷)

''لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں، جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے بدلے خود کو بیچ دیا ہے۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق یہ آیت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس وقت نازل ہوئی، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غار کی طرف نکلے۔ (العجاب فی بیان الاسباب لابن حجر: ۱/ ۵۲۹) اس کی کیا حقیقت ہے؟

(جواب): جھوٹی روایت ہے۔ حکم بن ظہیر فزاری متروک وکذاب اور وضاع ہے۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَذِبٌ بِاتِّفَاقِ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ وَالسِّيرَةِ .

''تمام محدثین اور اہل سیر کا اتفاق ہے کہ یہ روایت جھوٹ ہے۔''

(مِنهاج السّنّة : 112/7)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

شَرٰى عَلِيٌّ نَفْسَهٗ، وَلَبِسَ ثَوْبَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ نَامَ مَكَانَهٗ .

''(ہجرت مدینہ کے موقع پر) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے نفس کو (رضا الٰہی کے عوض) بیچ دیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس زیب تن کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ (بستر)

پر سو گئے۔"

(مُسند الإمام أحمد : 348/1، المُستدرك للحاكم : 4263)

یہ ابو بلج یحییٰ بن سلیم کی منکر روایت ہے۔

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَرٰى أَن لَّا يَحْتَجَّ بِمَا انْفَرَدَ مِنَ الرِّوَايَةِ .

"میرے مطابق ابو بلج منفرد روایت میں حجت نہیں۔"

(كتاب المَجروحين : 113/3)

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَوٰى حَدِيثًا مُنْكَرًا .

"ابو بلج نے یہ (مذکورہ) منکر حدیث بیان کی ہے۔"

(تهذيب التّهذيب لابن حَجَر : 317/6)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو "منکر" قرار دیا ہے۔

(ميزان الاعتدال : 384/4)

❁ حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِيهِ ذِكْرُ جِبْرِيلَ وَمِيكَائِيلَ وَلَمْ أَقِفْ لِهٰذِهِ الزِّيَادَةِ عَلٰى أَصْلٍ، وَفِيه أَبُو بَلْجٍ مُخْتَلَفٌ فِيهِ وَالْحَدِيثُ مُنْكَرٌ .

"اس روایت میں جبریل و میکائیل کا ذکر نہیں، اس زیادت کی مجھے کوئی اصل نہیں ملی۔ نیز اس کی سند میں ابو بلج مختلف فیہ راوی ہے اور یہ حدیث منکر ہے۔"

(تخريج أحاديث الإحياء، ص 1164)

(سوال): درج ذیل روایت کیسی ہے؟

✿ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا كَبِيرَةَ مَعَ اسْتِغْفَارٍ، وَلَا صَغِيرَةَ مَعَ إِصْرَارٍ.

”استغفار کرنے سے کبائر معاف ہو جاتے ہیں اور صغیرہ پر اصرار انہیں کبیرہ بنا دیتا ہے۔“

(مُسند الشّهاب: 853)

(جواب): سند ضعیف ہے۔

① ابو شیبہ یزید بن معاویہ خراسانی کی منکر روایات ہیں۔

✿ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَتٰى بِخَبَرٍ مُنْكَرٍ.

”اس نے یہ منکر روایت بیان کی ہے۔“

(میزان الاعتدال: 4/537)

✿ حافظ سخاوی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”ضعیف“ کہا ہے۔

(المقاصد الحَسنة: 1308)

✿ یہی روایت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی مرفوع آتی ہے۔

(الغرائب المُلتقطة لابن حجر: 7/514)

سند ضعیف ہے۔

① سفیان بن عیینہ کا عنعنہ ہے۔

② زہری کا عنعنہ ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَيْسَ صَغِيرٌ بِصَغِيرٍ مَعَ الْإِصْرَارِ، وَلَيْسَتْ كَبِيرَةٌ بِكَبِيرَةٍ مَعَ الْاسْتِغْفَارِ.

''صغیرہ گناہ پر اصرار کرنے سے وہ صغیرہ نہیں رہتا اور کبیرہ گناہ پر استغفار کرنے سے وہ کبیرہ نہیں رہتا۔''

(مُسند الشّاميين للطّبراني : 3606)

سند جھوٹی ہے۔ مبشر بن عبید متروک ہے۔

❁ اس کی دوسری سند بھی ہے۔

(التّرغيب في فضائل الأعمال لابن شاهين : 187)

سند جھوٹی ہے۔ بشر بن ابراہیم وضاع ہے۔

❁ یہی روایت ابو حذیفہ اسحاق بن بشر نے اپنی ''المبتدأ'' میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کی ہے۔

(المَقاصد الحسنة للسّخاوي، تحت الرقم : 1308)

روایت جھوٹی ہے۔ اسحاق بن بشر کذاب و وضاع ہے۔

یہ روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔

فائدہ:

❁ سعید بن جبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَجُلًا قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ : كَمِ الْكَبَائِرُ أَسَبْعٌ هِيَ؟ قَالَ : إِلٰى سَبْعِمِائَةٍ أَقْرَبُ مِنْهَا إِلَى سَبْعٍ، غَيْرَ أَنَّهُ لَا كَبِيرَةَ مَعَ اسْتِغْفَارٍ

وَلَا صَغِيرَةَ مَعَ إِصْرَارٍ .

''ایک شخص نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا: کبیرہ گناہوں کی تعداد کیا ہے، کیا یہ سات ہیں؟ فرمایا: کبیرہ گناہ سات سو کے لگ بھگ ہیں، جو مجموعی طور پر سات ہیں، البتہ استغفار کرنے سے کبیرہ گناہ کبیرہ نہیں رہتے اور صغیرہ گناہوں پر اصرار کرنے سے صغیرہ صغیرہ نہیں رہتے (بلکہ کبیرہ بن جاتے ہیں)۔''

(تفسير ابن جرير الطّبري : 651/6، تفسير ابن أبي حاتم : 934/3، شُعب الإيمان للبيهقي : 6882، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عِفُّوا تَعِفَّ نِسَاؤُكُمْ .

''پاک دامنی اختیار کریں، آپ کی عورتیں پاک دامن رہیں گی۔''

(أمالي ابن بشران : 419، اعتلال القلوب للخرائطي : 107، الكامل لابن عدي : 538/1)

جواب: جھوٹی روایت ہے۔ اسحاق بن نجیح ازدی ملطی کذاب ہے۔

❀ امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''منکر'' قرار دیا ہے۔

(الكامل في ضُعفاء الرجال :538/1)

❀ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَزْنُوا فَتَذْهَبَ لَذَّةُ نِسَائِكُمْ مِنْ أَجْوَافِكُمْ وَعِفُّوا تَعِفَّ نِسَاؤُكُمْ حَتّٰى إِنَّ بَنِي فُلَانٍ زَنَوْا فَزَنَتْ نِسَاؤُهُمْ .

”زنا مت کرو، ورنہ تم اپنی بیویوں سے بے رغبت ہو جاؤ گے، پاک دامنی اختیار کرو، تمہاری عورتیں پاک دامن رہیں گی، یہاں تک کہ فلاں قبیلہ کے مردوں نے زنا کیا، تو ان کی عورتوں نے بھی زنا شروع کر دیا۔“

(الغيلانيات لأبي بكر : 100، الكامل في ضُعفاء الرجال : 427/6)

جھوٹی روایت ہے۔ عیسیٰ بن عبد اللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب متروک وکذاب ہے۔

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَرْوِي عَنْ أَبِيهِ عَنْ آبَائِهِ أَشْيَاءَ مَوْضُوعَةً لَا يَحِلُّ الْاِحْتِجَاجُ بِهِ كَأَنَّهٗ كَانَ يَهِمُ وَيُخْطِئُ .

”اپنے والد کے واسطے سے اپنے اجداد سے من گھڑت روایات بیان کرتا تھا۔ اس سے دلیل لینا حرام ہے۔ محسوس ہوتا ہے کہ یہ وہمی اور خطا کار تھا۔“

(كتاب المَجروحين : 121/2)

❁ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بَرُّوا آبَاءَ كُمْ تَبَرَّكُمْ أَبْنَاؤُكُمْ وَعِفُّوا تَعِفَّ نِسَاؤُكُمْ .

”اپنے والدین سے حسن سلوک کریں، آپ کی اولاد بھی آپ کے ساتھ حسن سلوک کرے گی، پاک دامن بنیں، آپ کی عورتیں بھی پاک دامن رہیں گی۔“

(المُعجم الأوسط للطّبراني : 1029، المُستدرك للحاكم : 7259، حلية الأولياء لأبي نعيم : 335/6، الضّعفاء الكبير للعُقيلي : 272/4، الكامل في ضُعفاء الرجال لابن عدي : 354/6)

روایت باطل ہے۔

① علی بن قتیبہ رفاعی ضعیف ومنکر الحدیث ہے۔ اس کی کئی باطل روایات ہیں، بالخصوص اس کی امام مالک بن انس رحمہ اللہ سے روایات باطل اور بے اصل ہیں۔

❁ امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يُحَدِّثُ عَنِ الثِّقَاتِ، بِالْبَوَاطِيلِ وَمَا لَا أَصْلَ لَهٗ .

''یہ ثقہ راویوں سے منسوب باطل اور بے اصل روایات بیان کرتا ہے۔''

(الضّعفاء الكبير : 249/3)

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْأَحَادِيثُ بَاطِلَةٌ عَنْ مَّالِكٍ .

''اس کی امام مالک رحمہ اللہ سے مروی یہ ساری ساری احادیث باطل ہیں۔''

(الكامل في ضُعفاء الرجال : 355/6)

② ابوالزبیر کا عنعنہ ہے۔

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَثْبُتُ هٰذَا عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، وَلَا عَنْ مَالِكٍ .

''یہ حدیث ابوالزبیر سے ثابت نہیں، نہ ہی امام مالک رحمہ اللہ سے ثابت ہے۔''

(لِسان الميزان لابن حجر : 8/6، ت أبو غدة)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۴۲)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: یہ کہنا کہ نبی کریم ﷺ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا، کیسا ہے؟

جواب: یہ بات ثابت نہیں۔

سوال: درج ذیل واقعہ کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ مفتی احمد یار خان نعیمی بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

''ایک منافق اور یہودی میں کچھ جھگڑا تھا، یہودی حق پر تھا اور منافق جھوٹا۔ فیصلہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور یہودی کے لیے فیصلہ ہو گیا، مگر منافق راضی نہ ہوا، صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، انہوں نے یہودی کے حق میں فیصلہ فرمایا، پھر بھی منافق راضی نہ ہوا، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، یہودی نے عرض کیا کہ اس مقدمہ کا فیصلہ حضور سید عالم ﷺ فرما چکے اور صدیق اکبر بھی، مگر یہ شخص راضی نہیں ہوتا، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے منافق کو قتل کر دیا اور فرمایا کہ جو حضور علیہ السلام کے فیصلے سے راضی نہ ہو، اس کا فیصلہ یہ ہے۔''

(شان حبیب الرحمٰن، ص 46، تفسیر نور العرفان، ص 138)

جواب: مفتی صاحب کی ذکر کردہ روایت تفسیر ابن ابی حاتم (۵۵۶۰) اور امالی ابن بشران (۱۷) وغیرہ میں آتی ہے۔ اس کی سند ضعیف و مرسل ہے۔

① عبد اللہ بن لہیعہ ضعیف، مختلط اور مدلس ہے۔

② ابو الاسود رحمہ اللہ تابعی ہیں، بلا واسطہ نبی کریم ﷺ کے متعلق بیان کر رہے ہیں، لہٰذا سند مرسل ہے۔

سوال: درج ذیل آیت کریمہ کے شان نزول میں ایک واقعہ ذکر کیا جاتا ہے، اس کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾

(النّساء : ۱۱۵)

”جس کے لئے ہدایت واضح ہو جائے اور وہ اس کے باوجود نبی کریم ﷺ کی مخالفت کرے اور سبیل مومنین سے ہٹ جائے تو ہم اسے اسکے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے جہنم رسید کر دیں گے، وہ برا ٹھکانہ ہے۔“

❀ مفتی احمد یار خان نعیمی بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

”اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ ایک شخص طعمہ بن ابیرق نے مدینہ پاک میں چور کر کے دوسرے کو چوری کا الزام لگا دیا۔ اصل واقعہ معلوم ہو جانے پر حضور علیہ السلام نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا، وہ اس حکم کو سن کر راتوں رات مکہ مکرمہ کی طرف بھاگ گیا اور کفار مکہ سے مل گیا، انہی کا دین اختیار کر لیا اور وہاں ہی کافر ہو کر مر گیا۔ اس بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (روح البیان)۔“

(شان حبیب الرحمٰن، ص51)

(جواب): یہ واقعہ سنن ترمذی (۳۰۳۶) اور مستدرک حاکم (۸۱۶۴) میں آتا ہے۔ سند ضعیف ہے۔ یہ عاصم بن عمر بن قتادہ کی مرسل ہے۔ اس روایت میں "عن ابیہ عن جدہ" کا واسطہ ذکر کرنا خطا ہے۔ جیسا کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

(سوال): درج ذیل آیت کریمہ کا مفہوم کیا ہے؟

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ﴾(الأحزاب: ٦)

"نبی (ﷺ) مؤمنوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھتے ہیں۔"

(جواب): اس آیت کریمہ میں نبی کریم ﷺ کے حقوق بیان کیے گئے ہیں کہ مؤمنوں کو چاہیے کہ اپنے نفس کی ہر بات اور خواہش پر رسول اللہ ﷺ کے حکم اور خواہش کو ترجیح دیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ کے مؤمنوں پر اتنے زیادہ احسانات ہیں کہ اتنے احسانات انسان اپنی ذات پر بھی نہیں کر سکتا۔

مؤمنوں کو رب تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ نصیب ہوا ہے یا جو نصیب ہوگا، ان سب کا ذریعہ اور سبب نبی کریم ﷺ بنے ہیں، لہٰذا نبی کریم ﷺ کا حق ہے کہ اہل ایمان نبی کریم ﷺ کی ہر ہر بات کو اپنی خواہش پر ترجیح دیں۔

(سوال): علامہ حلبی کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

(جواب): علامہ علی بن ابراہیم بن احمد حلبی (۱۰۴۴ھ) صاحب تصانیف ہیں۔ سیرت حلبیہ کے نام سے آپ کی مشہور کتاب ہے۔ آپ کی کتابوں میں کئی ایسی باتیں ہیں، جو اہل سنت والجماعت کے منہج سے ہٹی ہوئی ہیں، آپ پر گمراہ صوفیا کا رنگ چڑھا ہوا ہے۔

(سوال): علامہ حصکفی حنفی کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی (۱۰۸۸ھ) کا شمار حنفی علما میں ہوتا ہے۔ آپ دمشق کے مشہور مفتی، اصولی اور مفسر تھے۔ آپ اہل سنت والجماعت کے منہج وعقیدہ سے منحرف تھے۔ آپ پر بدعت کا غلبہ ہے۔ آپ کی کئی تصانیف میں ہیں، جن میں مشہور ترین یہ ہے:

«اَلدُّرُّ الْمُخْتَارُ شَرْحُ تَنْوِيرِ الْأَبْصَارِ وَجَامِعِ الْبِحَارِ»

یادرہے کہ ان لوگوں پر گمراہ صوفیوں کی چھاپ تھی۔

سوال: نماز جنازہ کے بعد میت کی چارپائی پر کھڑے ہوکر حاضرین کا مختلف تعداد میں کلمے پڑھ کر میت کو ایصال ثواب کرنا کیسا ہے؟

جواب: بدعت ہے۔ ایصال ثواب کا یہ مروجہ طریقہ غیر شرعی ہے۔

سوال: نماز جنازہ کے بعد اجتماعی طور پر مندرجہ ذیل دعا کرنا کیسا ہے؟

﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾

(البقرۃ: ۲۰۱)

”ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا و آخرت کی بھلائی عطا فرما اور نار جہنم سے بچا۔“

جواب: بدعت ہے۔ نماز جنازہ کے متصل بعد دعا کرنا مسنون نہیں۔ اگر کوئی اس موقع پر دعا میں اہتمام کرے، تو یہ اہتمام اسے بدعت بنادے گا۔

سوال: پختہ قبر بنانا کیسا ہے؟

جواب: قبر کو پختہ کرنا جائز نہیں۔

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُجَصَّصَ الْقَبْرُ،

وَأَنْ يُّقْعَدَ عَلَيْهِ، وَأَنْ يُبْنٰى عَلَيْهِ .

”رسول اللہ ﷺ نے قبر پختہ کرنے، اس پر بیٹھنے اور تعمیر سے منع فرمایا۔“

(صحیح مسلم : 970)

سوال: درج ذیل عبارات کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

❁ مفتی احمد یار خان بریلوی صاحب سورت قصص (۳۰) کے تحت لکھتے ہیں:

”یہ درخت نہ بول رہا تھا، بلکہ رب فرما رہا تھا، درخت اس کلام کا مظہر تھا، اسی طرح جن اولیا نے أَنَا اللّٰہ کہا وہ خود نہ کہہ رہے تھے، کہنے والا رب تھا، یہ اس کلام کے مظہر تھے۔“

(تفسیر نور العرفان، ص620، 954)

❁ نیز سورت طہ (۱۲) کے تحت لکھتے ہیں:

”یہ آواز اس درخت سے آ رہی تھی، وہ درخت اللہ نہ تھا، بلکہ اس کے کلام کا مظہر تھا، جیسے ریڈیو کی پیٹی نہیں بولتی، بلکہ بولنے والے کی آواز کا مظہر ہوتی ہے، اسی طرح جن مجذوبوں نے جوش میں آ کر أَنَا الْحَقُّ یا سُبْحَانِي مَا أَعْظَمَ شَانِي! کہہ دیا، وہ خود نہ بول رہے تھے، بلکہ اس درخت کی طرح کسی کے کلام کے مظہر تھے، لہٰذا حضرت منصور مومن تھے اور فرعون ﴿أَنَا رَبُّكَ﴾ کہہ کر کافر ہوا۔ وہ أَنَا رہ کر رب بنا۔“

(تفسیر نور العرفان، ص498، شان حبیب الرحمٰن، ص82)

❁ نیز لکھتے ہیں:

”موسیٰ علیہ السلام یہ ندا درخت سے سن رہے تھے، وہ درخت اللہ نہ تھا، بلکہ اللہ کی ندا کا

مظہر تھا، ایسے ہی جن بزرگوں نے جوش میں أَنَا الْحَقُّ کہہ دیا، وہ کسی اور کے کلام کا مظہر تھے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص601)

جواب: یہ صریح کفر ہے۔ ملحدین کا دین ہے، جو مفتی صاحب کے ہاتھ لگ گیا۔ لگے ہاتھوں اسے اپنا دین ایمان بنا لیا۔ ائمہ اہل سنت والجماعت نے ان گمراہ پاپیوں کا رد کیا، جو یہ کہتے ہیں کہ درخت سے آواز آئی یا درخت کلام الٰہی کا مظہر بنا۔

سوال: غسیل الملائکہ کس صحابی کا لقب ہے؟

جواب: غسیل الملائکہ سیدنا حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ کا لقب ہے۔ شہادت کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کو فرشتوں نے غسل دیا تھا۔

❁ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

قَدْ كَانَ حَنْظَلَةُ بْنُ أَبِي عَامِرٍ الْتَقٰى هُوَ وَأَبُو سُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ، فَلَمَّا اسْتَعْلَاهُ حَنْظَلَةُ رَآهُ شَدَّادُ بْنُ الْأَسْوَدِ، فَعَلَاهُ شَدَّادُ بِالسَّيْفِ حَتّٰى قَتَلَهُ، وَقَدْ كَادَ يَقْتُلُ أَبَا سُفْيَانَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ صَاحِبَكُمْ حَنْظَلَةَ تُغَسِّلُهُ الْمَلَائِكَةُ، فَسَلُوا صَاحِبَتَهُ، فَقَالَتْ : خَرَجَ وَهُوَ جُنُبٌ لَمَّا سَمِعَ الْهَائِعَةَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : فَذَاكَ قَدْ غَسَّلَتْهُ الْمَلَائِكَةُ .

''(غزوہ اُحد میں) سیدنا حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ کا سامنا ابو سفیان بن حرب

سے ہوا، جب سیدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو بچھاڑ لیا اور اس پر قابو پا لیا، قریب تھا کہ ابوسفیان کو قتل کر دیتے، اسی دوران شداد بن اسود نے دیکھ لیا، تو شداد نے سیدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ پر تلوار سے وار کیا اور انہیں شہید کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ کے ساتھی (حنظلہ رضی اللہ عنہ) کو فرشتے غسل دے رہے ہیں۔ صحابہ نے سیدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ کی بیوی سے اس بارے دریافت کیا، تو بیوی نے کہا: سیدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ نے جب جنگ کے لیے پکار سنی، تو حالت جنابت میں ہی نکل گئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسی وجہ سے انہیں فرشتوں نے غسل دیا ہے۔''

(صحیح ابن حبان : 7025، المُستدرك للحاكم : 4917، معرفة الصّحابة لأبي نعيم : 2225، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 6814، وسندهٗ صحيح)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ نے مسلم کی شرط پر ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

سوال: قبر پر اگر بتی سلگانا کیسا ہے؟

جواب: جائز نہیں۔ یہ اہل مجوس سے مشابہت ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

اسْتَمَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِرَاءَتِي مِنَ اللَّيْلِ، فَلَمَّا أَصْبَحْتُ، قَالَ : يَا أَبَا مُوسٰى، اسْتَمَعْتُ قِرَاءَتَكَ اللَّيْلَةَ لَقَدْ أُوتِيتَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِيرِ آلِ دَاوُدَ، قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ،

لَوْ عَلِمْتُ مَكَانَكَ، لَحَبَّرْتُ لَكَ تَحْبِيرًا.

”ایک رات رسول اللہ ﷺ نے میری قرأت سماعت فرمائی، صبح ہوئی، تو فرمایا: ابو موسیٰ! گزشتہ شب میں نے آپ کی قرأت سنی ہے، بلاشبہ آپ کو تو آل داود علیہ السلام کی جیسی خوش الحانی عطا کی گئی ہے۔ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ مجھے سن رہے ہیں، تو میں آپ کے لیے اور بھی خوش گوار آواز نکالتا۔“

(صحیح ابن حبان: 7197)

جواب: اس کی سند حسن ہے۔ یہی روایت صحیح بخاری (۵۰۴۸) اور صحیح مسلم (۷۹۳) میں مختصر بھی آئی ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

لَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ جَعَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى ظَهْرِي حَتَّى اسْتَقَلَّ، وَصَارَ عَلَى الصَّخْرَةِ، وَاسْتَتَرَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، فَقَالَ هٰكَذَا وَأَوْمَأَ بِيَدِهٖ إِلٰى وَرَاءِ ظَهْرِي: هٰذَا جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَخْبَرَنِي أَنَّهٗ لَا يَرَاكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي هَوْلٍ إِلَّا أَنْقَذَكَ مِنْهُ.

”اُحد کے دن میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی پیٹھ پیچھے پناہ دی، یہاں تک کہ آپ ﷺ چٹان پر بلند ہو گئے اور مشرکین سے چھپ گئے اور آپ ﷺ نے میری کمر کے پیچھے ہاتھ سے اشارہ کیا اور فرمایا: یہ جبریل علیہ السلام مجھے خبر دے رہے

ہیں کہ وہ روز قیامت آپ کو جس بھی پریشانی میں دیکھیں گے، وہاں سے آپ کو بحفاظت نکال لیں گے۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني :116/1)

جواب: سند سخت ضعیف ہے۔

① سلیمان بن ایوب بن سلیمان بن عیسیٰ طلحی کی منکر روایات ہیں۔ اس نے اپنے باپ دادا کے واسطہ سے منکر روایات پر مبنی نسخہ روایت کیا ہے، یہ روایت بھی اسی نسخہ سے ہے۔ جیسا کہ امام ابن عدی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

(الكامل في ضُعفاء الرجال : 284/4)

② ایوب بن سلیمان بن عیسیٰ کے حالات زندگی نہیں ملے۔

③ سلیمان بن عیسیٰ کا ترجمہ نہیں ملا۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ ابونعمان ازدی سے مروی ہے:

زَوَّجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةً عَلٰى سَورَةٍ مِّنَ الْقُرْآنِ ثُمَّ قَالَ : لَا يكون لِأَحَدٍ بَعْدَكَ مَهْرًا .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خاتون کا قرآن کریم کی ایک سورت کے عوض نکاح کر دیا، پھر (اس کے شوہر سے) فرمایا: آپ کے بعد قرآن کریم کسی کے لیے بھی مہر نہیں بن سکتا۔''

(التّحقيق في مسائل الخلاف لابن الجوزي : 1677)

جواب: سند سخت ضعیف ہے۔

① ابونعمان ازدی کا تعین وتوثیق نہیں۔

② ابونعمان کی مرسل ہے۔

③ ابو عرفجہ کوفی مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ”الثقات:۷/۲۷۳“ میں ذکر کیا ہے۔

❁ حافظ ابن عبدالہادی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ”مرسل غیر ثابت“ قرار دیا ہے۔

(تنقيح التّحقيق : 381/4)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا لَا يَثْبُتُ .

”یہ روایت ثابت نہیں۔“

(تنقيح التحقيق : 197/2)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا مَعَ إِرْسَالِهٖ فِيهِ مَنْ لَا يُعْرَفُ .

”مرسل ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں غیر معروف راوی ہیں۔“

(فتح الباري : 212/9)

❁ حافظ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُرْسَلٌ وَفِيهِ مَنْ لَا يُعْرَفُ .

”روایت مرسل ہے، نیز اس میں غیر معروف راوی ہیں۔“

(الخصائص الكُبرىٰ : 462/2)

سوال: مندرجہ حدیث مبارک پر خان صاحب کا استدلال کیسا ہے؟

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

دَعُونِي مَا تَرَكْتُكُمْ، إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِسُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلٰى أَنْبِيَائِهِمْ، فَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَاجْتَنِبُوهُ، وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ.

”آپ مجھے تب تک چھوڑے رکھیں، جب تک میں آپ کو چھوڑے رکھوں (یعنی کسی چیز کے بارے میں مجھ سے بکثرت سوال نہ کیا کریں، جب تک کہ میں خود آپ کو آگاہ نہیں کر دیتا۔) کیونکہ آپ سے پہلی اُمتیں اسی لیے ہلاک ہوئیں کہ انہوں نے (بے جا) سوالات کیے اور اپنے نبیوں سے اختلاف کیا۔ لہٰذا جب میں آپ کو کسی چیز سے منع کروں، تو اس سے رک جائیں اور جب کوئی حکم دوں، تو بقدر استطاعت اس کی بجا آوری کریں۔“

(صحيح البخاري: 7288، صحيح مسلم: 1337)

❀ اس حدیث کے تحت امام بریلویت احمد رضا خان بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

”ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس بات کا حکم نہ دیا، نہ منع فرمایا، وہ مباح و بلا حرج ہے۔ وہابی اسی اصل اصیل سے جاہل ہو کر ہر جگہ پوچھتے ہیں کہ خدا ورسول نے اس کا کہاں حکم دیا ہے؟ ان احمقوں کو اتنا ہی جواب کافی ہے کہ خدا ورسول نے کہاں منع کیا ہے؟ جب نہ حکم دیا، نہ منع کیا، تو جواز رہا۔ تم جو ایسے کاموں کو منع کرتے ہو، اللہ ورسول پر افتراء کرتے (ہو) بلکہ خود شارع بنتے ہو۔ شارع صلی اللہ علیہ وسلم نے تو منع کیا نہیں اور تم منع کر رہے ہو۔“

(الامن والعلی، ص158)

(جواب): امام بریلویت احمد رضا خان صاحب کا حدیث مبارکہ سے استدلال واضح خطا ہے۔حدیث مبارکہ کا درست مفہوم جاننے کے لیے درج ذیل تفصیلی حدیث پر غور کریں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

خَطَبَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ، فَحُجُّوا، فَقَالَ رَجُلٌ : أَكُلَّ عَامٍ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ فَسَكَتَ حَتّٰى قَالَهَا ثَلَاثًا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَوْ قُلْتُ : نَعَمْ، لَوَجَبَتْ، وَلَمَا اسْتَطَعْتُمْ ثُمَّ قَالَ : ذَرُونِي مَا تَرَكْتُكُمْ، فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلٰى أَنْبِيَائِهِمْ، فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ، وَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَدَعُوهُ.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: لوگو! اللہ تعالیٰ نے آپ (میں سے صاحب استطاعت) پر حج فرض کیا ہے، لہٰذا (بیت اللہ کا) حج کریں، ایک شخص کہنے لگا: اللہ کے رسول! کیا ہر سال حج کرنا فرض ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، یہاں تک کہ اس شخص نے تین بار یہی سوال پوچھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا، تو ہر سال ہی حج فرض ہو جاتا اور آپ اس کی استطاعت نہ رکھتے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آپ مجھے تب تک چھوڑے رکھیں، جب تک میں آپ کو چھوڑے رکھوں (یعنی سے بکثرت سوال نہ کیا کریں، جب تک کہ میں خود آپ کو آگاہ نہیں کر دیتا۔) کیونکہ آپ سے

پہلی اُمتیں اسی لیے ہلاک ہوئیں کہ انہوں نے (بے جا) سوالات کیے اور اپنے نبیوں سے اختلاف کیا۔ لہٰذا جب میں آپ کو کوئی حکم دوں، تو بقدر استطاعت اس کی بجا آوری کریں اور جب کسی چیز سے منع کروں، تو اس سے رک جائیں۔"

(صحیح مسلم : 1337)

حدیث مبارکہ کے سیاق سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی مراد یہ تھی کہ مجھ سے بکثرت سوال مت کیا کریں، بلکہ جتنا حکم دیا جائے، اس پر عمل پیرا ہوں اور جب کسی چیز کا حکم نہ دیا جائے، اس کے بارے میں کرید کرید کر سوالات نہ کریں۔ نبی کریم ﷺ نے حج کی فرضیت کو بیان کیا، اب چاہیے یہی تھا کہ اس حکم کو بغیر سوال کیے تسلیم کر لیا جائے، مگر ایک صحابی نے بار بار پوچھا کہ کیا ہر سال حج کرنا فرض ہے؟ نبی کریم ﷺ نے تین مرتبہ خاموشی اختیار کی، مگر صحابی اس خاموشی کو سمجھ نہ پائے اور تین مرتبہ یہی سوال دہرایا، تب نبی کریم ﷺ نے صحابی کو ڈانٹ پلائی کہ جب تک میں کسی شے کو حکم نہ دوں، آپ مجھ سے سوال مت کیا کریں۔۔۔

پہلی قوموں کی ہلاکت کا سبب یہی تھا کہ وہ بے تکے سوال کرتے تھے۔ مثلاً قوم موسیٰ کو ایک گائے ذبح کرنے کا حکم ہوا کہ کوئی بھی گائے ذبح کر دیں، مگر قوم موسیٰ نے بے جا سوالات کرنے شروع کر دیے، چلتے چلتے ان پر اس قدر تنگی کر دی گئی کہ ویسی گائے ملنا مشکل ہو گئی، پھر جب ملی، تو بھاری داموں ملی۔ اگر وہ پہلے حکم کو ہی تسلیم کر لیتے اور سوالات نہ کرتے، تو ان کا کام عام گائے سے ہی ہو جاتا۔

ثابت ہوا کہ حدیث مبارکہ میں بے جا سوالات کرنے سے منع کیا گیا ہے کہ جتنا حکم

دیا گیا ہے، اتنا کریں، زیادہ سوالات کر کے اپنا بوجھ مت بڑھائیں۔

اب اس حدیث میں یہ کہاں سے آ گیا کہ جس بارے میں شریعت نہ حکم دے اور نہ منع کرے، وہ مباح ہے۔ یہ استدلال مبنی بر خطا ہے اور کئی خرابیوں کا موجب ہے۔

حلال وحرام میں اصل اباحت ہے، یعنی شریعت کسی معاملے سے منع نہ کرے، تو وہ مباح اور حلال ہے، مثلاً بھینس سے شریعت نے منع نہیں کیا اور نہ یہ ان جانوروں کے تحت آتی ہے، جن سے منع کر دیا گیا ہے، لہٰذا بھینس حلال ہے۔ اسے اباحت اصلیہ کہتے ہیں۔ یہ قاعدہ دنیاوی معاملاتِ زندگی کی حلت وحرمت کے متعلق ہے، نہ کہ شرعی احکام واعمال اور عبادات کے متعلق۔

عبادات کا معاملہ اس کے برعکس ہے، شرعی احکام میں اللہ اور اس کے رسول کا اذن واجازت ضروری ہوتی ہے۔ کوئی بھی شے عبادت یا دین اس وقت بنے گی، جب اس کی مشروعیت پر شرعی دلیل ہو، اگر کسی عمل پر شرعی دلیل نہ ہو، تو وہ ممنوع اور ناجائز ہوگا۔

✿ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م: ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

مَعْلُومٌ أَنَّ كُلَّ مَا لَمْ يَسُنَّهُ وَلَا اسْتَحَبَّهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا أَحَدٌ مِّنْ هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ يَقْتَدِي بِهِمُ الْمُسْلِمُونَ فِي دِينِهِمْ؛ فَإِنَّهُ يَكُونُ مِنَ الْبِدَعِ الْمُنْكَرَاتِ، وَلَا يَقُولُ أَحَدٌ فِي مِثْلِ هٰذَا : إِنَّهُ بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ، إِذَا الْبِدْعَةُ الْحَسَنَةُ عِنْدَ مَنْ يُقَسِّمُ الْبِدَعَ إِلٰى حَسَنَةٍ وَّسَيِّئَةٍ؛ لَا بُدَّ أَنْ يَّسْتَحِبَّهَا أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ الَّذِينَ يُقْتَدٰى بِهِمْ، وَيَقُومُ دَلِيلٌ شَرْعِيٌّ عَلٰى

اسْتِحْبَابِهَا، وَكَذٰلِكَ مَنْ يَقُولُ : الْبِدْعَةُ الشَّرْعِيَّةُ، كُلُّهَا مَذْمُومَةٌ لِّقَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَدِيثِ الصَّحِيحِ : كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَيَقُولُ : قَوْلُ عُمَرَ فِي التَّرَاوِيحِ : نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهِ؛ إِنَّمَا أَسْمَاهَا بِدْعَةً بِاعْتِبَارِ وَضْعِ اللُّغَةِ، فَالْبِدْعَةُ فِي الشَّرْعِ عِنْدَ هٰؤُلَاءِ مَا لَمْ يَقُمْ دَلِيلٌ شَرْعِيٌّ عَلَى اسْتِحْبَابِهٖ، وَمَآلُ الْقَوْلَيْنِ وَاحِدٌ؛ إِذْ هُمْ مُّتَّفِقُونَ عَلٰى أَنَّ مَا لَمْ يُسْتَحَبَّ أَوْ يَجِبْ مِنَ الشَّرْعِ؛ فَلَيْسَ بِوَاجِبٍ وَّلَا مُسْتَحَبٍّ، فَمَنِ اتَّخَذَ عَمَلًا مِّنَ الْأَعْمَالِ عِبَادَةً وَّدِينًا، وَلَيْسَ ذٰلِكَ فِي الشَّرِيعَةِ وَاجِبًا وَّلَا مُسْتَحَبًّا، فَهُوَ ضَالٌّ بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِينَ .

”یہ بات واضح ہے کہ جو طریقہ رسول اللہ ﷺ نے رائج کیا ہے، نہ پسند کیا اور نہ ہی اسلاف نے پسند کیا، وہ ناپسندیدہ بدعت ہے، مسلمان اسلاف کے عمل کے پیرو ہیں۔ جو لوگ بدعت کی حسنہ وسیئہ تقسیم کرتے ہیں، وہ بھی کہتے ہیں کہ حسنہ اس کو کہا جائے گا، جس کو ائمہ ہدی نے مستحب قرار دیا ہو اور اس پر دلیل شرعی قائم ہو، ائمہ ہدی جن کی پیروی کی جاتی ہے۔ بعض لوگ بدعت کو لغوی اور شرعی میں تقسیم کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ جس پر بھی بدعت کی شرعی تقسیم لاگو ہوگی، وہ مذموم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”ہر بدعت گمراہی ہے۔“ لغوی بدعت کی مثال وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے لاتے ہیں، عمر رضی اللہ عنہ تراویح کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ تجدید نو اچھی ہے، ان کا کہنا ہے شرعا

بدعت اس کو کہا جائے گا، جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو۔ان دونوں باتوں کا معنی ایک ہی ہے۔یعنی ہر دو گروہ اس بات پر متفق ہیں کہ جس کو شرع نے مستحب یا واجب قرار نہیں دیا، وہ مستحب اور واجب نہیں ہے۔اسی طرح ہر دو گروہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایسا شخص بالاتفاق کافر ہے، جو اس عمل کو دین یا عبادت سمجھ کر سر انجام دے، جس عمل کو شریعت نے مستحب یا واجب قرار نہ دیا ہو۔''

(مَجموع الفتاوٰی : 152/27)

معلوم ہوا کہ دین اللہ اور رسول ﷺ کے فرامین کا نام ہے۔

❀ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

عَطَسَ رَجُلٌ إِلٰی جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ، فَقَالَ : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ : وَأَنَا أَقُولُ : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلٰكِنْ لَيْسَ هٰكَذَا أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَقُولَ إِذَا عَطَسْنَا، أَمَرَنَا أَنْ نَقُولَ : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی كُلِّ حَالٍ.

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں بیٹھے ایک آدمی نے چھینک لی اور کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ''تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور رسول اللہ ﷺ پر سلام ہو۔'' اس پر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں بھی اللہ کی تعریف کرتا اور رسول اللہ ﷺ پر سلام بھیجتا ہوں، لیکن اس موقع پر ہمیں رسول اللہ ﷺ نے یوں نہیں سکھایا،

بلکہ آپ ﷺ نے ہمیں چھینک کے وقت یہ دُعا سکھائی ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ ''ہمہ وقت تمام تعریفات اللہ کے لئے ہیں۔''

(سنن التّرمذي : 2738، مسند الحارث : 1853، المُستدرك للحاكم : 265/4، شُعب الإيمان للبَيْهقي : 8884، وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

مستدرک حاکم میں حضرمی بن لاحق چھپ گیا ہے، جو کہ وہم ہے۔امام طبرانی رحمہ اللہ کی مسند الشامیین (۳۲۳) میں ''حسن'' سند کے ساتھ اس کا ایک شاہد بھی ہے۔

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (م:۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ لَا يُعْبَدُ إِلَّا بِمَا شَرَعَهٗ عَلٰى أَلْسِنَةِ رُسُلِهٖ، فَإِنَّ الْعِبَادَةَ حَقُّهٗ عَلٰى عِبَادِهٖ، وَحَقُّهُ الَّذِي أَحَقَّهٗ هُوَ وَرَضِيَ بِهٖ وَشَرَعَهٗ، وَأَمَّا الْعُقُودُ وَالشُّرُوطُ وَالْمُعَامَلَاتُ فَهِيَ عَفْوٌ حَتّٰى يُحَرِّمَهَا.

''اللہ تعالیٰ کی عبادت اسی طریقے سے معتبر ہوگی، جو اس نے اپنے انبیا علیہم السلام کی زبانی بیان کر دیا ہے، کیونکہ عبادت بندوں کے ذمہ اللہ کا حق ہے اور اس کا حق (ادا کرنے کا طریقہ) وہی ہے، جو اس نے خود پسند اور مقرر کیا ہے، البتہ شروط و معاملات کو جب تک اللہ حرام قرار نہ دے، جائز ہوتے ہیں۔''

(إعلام الموقعين :344/1)

دینی امر کا حکم من جانب اللہ ہونا ضروری ہے، کوئی بھی کام دین سمجھ کر اس وقت تک سرانجام نہیں دیا جا سکتا، جب تک اللہ اجازت نہ دے۔

نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے، تو صحابہ رضی اللہ عنہم کو کھجوروں کی پیوند کاری کرتے دیکھا، آپ نے اس سے منع کر دیا، صحابہ آپ کے حکم کی تکمیل و تعمیل میں اس سے رک گئے،

لیکن پھل بہت کم آئے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس کی شکایت کی، تو فرمایا:

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِّنْ دِينِكُمْ فَخُذُوا بِهِ، وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ رَّأْيِي، فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ .

''یقیناً میں بشر ہوں، جب آپ کو کوئی دینی حکم دوں، تو اس پر (سختی سے) عمل پیرا ہو جائیں اور جب (دنیاوی امور کا) اپنی رائے سے حکم دوں، تو میں بشر ہوں۔''

(صحیح مسلم : 2362)

❁ نیز فرمایا:

أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِأَمْرِ دُنْيَاكُمْ . ''دنیاوی امور کو آپ بہتر جانتے ہیں۔''

(صحیح مسلم : 2363)

❁ مزید فرمایا:

فَإِنِّي إِنَّمَا ظَنَنْتُ ظَنًّا، فَلَا تُؤَاخِذُونِي بِالظَّنِّ، وَلٰكِنْ إِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنِ اللّٰهِ شَيْئًا، فَخُذُوا بِهِ، فَإِنِّي لَنْ أَكْذِبَ عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ .

''یہ میرا گمان تھا، اس کی بنا پر میرا مواخذہ نہ کیجیے، لیکن جب اللہ کی طرف سے کوئی چیز بیان کروں، تو اسے مضبوطی سے پکڑ لینا، کیوں کہ میں اللہ پر ہرگز جھوٹ نہیں بولتا۔''

(صحیح مسلم :2361)

ان احادیث مبارکہ سے یہ اصول ثابت ہوتا ہے کہ دنیاوی کاموں میں جب تک ممانعت وارد نہ ہو سر انجام دیئے جا سکتے ہیں، لیکن دین کے کاموں میں اللہ کا حکم ضروری ہے، جب تک شرعی دلیل نہ ملے، وہ کام کرنا ممنوع ہے۔

اگر دین کے ہر معاملے میں اَصل اباحت کا قاعدہ وکلیہ تسلیم کرلیا جائے، تو ارباب بدعت بھی بہت سے امور کو بدعت کہیں گے، مثلاً:

① اگر کوئی پانچ فرض نمازوں کی بجائے چھ یا سات فرض نمازیں بنالے، تو کیا نیک عمل ہونے کی وجہ سے اس کی اجازت ہوگی؟

② نمازِ جنازہ اور عیدین سے پہلے اذان شروع کردے اور اسے بدعت حسنہ کا درجہ دے، تو کیا اس کا یہ عمل کارِثواب ہوگا؟ جبکہ اذان عیدین کے بارے میں ممانعت نہیں!

③ عیدالفطر کے دن بھی قربانی شروع کردے، تو کیا اس کا یہ عمل بھی دین میں شامل کرلیا جائے گا؟

سوال: میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر کھڑے ہوکر لا الہ الا اللہ پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: بعداز دفن قبر پر کھڑے ہوکر میت کو لا الہ الا اللہ پڑھنے کی تلقین کرنا بدعت اور ایجاد دین ہے، اسلاف اُمت میں اس کا ذکر نہیں۔ تلقین قریب المرگ کو جائز اور مستحب ہے۔ مرنے کے بعد تلقین جائز نہیں اور نہ ہی اس کا میت کو کوئی فائدہ ہے۔

❀ علامہ عزبن عبدالسلام رحمہ اللہ (۶۶۰ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَصِحَّ فِي التَّلْقِينِ شَيْءٌ وَّهُوَ بِدْعَةٌ، وَقَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، مَحْمُولٌ عَلٰى مَنْ دَنَا مَوْتُهُ وَيَئِسَ مِنْ حَيَاتِهِ .

''میت کو تلقین کے بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔ یہ بدعت ہے۔ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان کہ مرنے والوں کو لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کی تلقین کریں، اُس شخص کے بارے میں ہے، جس کی موت کا وقت قریب ہو اور اس کی زندگی کی

امید نہ رہے۔“

(فتاوی العزّ بن عبد السّلام، ص 427)

سوال: قرآن خوانی کے لیے اجتماع کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: بعض لوگ قرآن خوانی کے لیے دعوت کا اہتمام کرتے ہیں، موسم اور علاقہ کے رسم ورواج کے مطابق کھانے تیار کیے جاتے ہیں اور لوگ مل کر قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں اور اس کا اجر وثواب میت کو ایصال کرتے ہیں، یہ سب بدعت ہے۔

❀ علامہ ابن بزاز کردری حنفی رحمہ اللہ (۸۲۷ھ) فرماتے ہیں:

يُكْرَهُ اتِّخَاذُ الطَّعَامِ فِي الْيَوْمِ الْأَوَّلِ وَالثَّالِثِ وَبَعْدَ الْأُسْبُوعِ وَنَقْلُ الطَّعَامِ إِلَى الْقَبْرِ فِي الْمَوَاسِمِ، وَاتِّخَاذُ الدَّعْوَةِ لِقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَجَمْعُ الصُّلَحَاءِ وَالْقُرَّاءِ لِلْخَتْمِ أَوْ لِقِرَاءَةِ سُورَةِ الْأَنْعَامِ أَوِ الْإِخْلَاصِ .

”وفات کے پہلے، تیسرے اور ساتویں دن کھانے کا بندوبست کرنا مکروہ ہے، اسی طرح سال بعد کھانا قبر پر لے کر جانا (بھی مکروہ ہے)۔ نیز قرآن خوانی کے لیے کھانا تیار کرنا، اسی طرح صلحا اور قرائے کرام کو ختم کے لیے یا سورت انعام اور سورت اخلاص کی قرأت کرنے کے لیے جمع کرنا (بھی مکروہ ہے)۔“

(الفتاوی البزّازيّة :81/1)

مروجہ قرآن خوانی کے بدعت ہونے کو یہی کافی ہے کہ صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ دین اور محدثین کی زندگیوں میں اس کا وجود نہیں۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۴۳)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: گھر میں قبر بنانا کیسا ہے؟

جواب: درست نہیں۔ جس جگہ قبر بنائی جائے، وہاں قبرستان والے احکام نافذ ہوں گے۔

سوال: قبر پر جھنڈا گاڑنا کیسا ہے؟

جواب: جائز نہیں۔

سوال: قبروں کو چھونا اور بوسہ دینا کیسا ہے؟

جواب: قبروں کی زیارت کے وقت انہیں تبرک کی نیت سے چھونا یا بوسہ دینا بدعت ہے، یہ قبروں کی غیر شرعی تعظیم ہے، یہ جاہلوں کا دین ہے، اس سے اجتناب ضروری ہے۔

❀ شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ (۵۶۱ھ) فرماتے ہیں:

إِذَا زَارَ قَبْرًا لَا يَضَعْ يَدَهٗ عَلَيْهِ، وَلَا يُقَبِّلْهُ، فَإِنَّهٗ عَادَةُ الْيَهُودِ.

”جب قبر کی زیارت کو جائے، تو اسے ہاتھ مت لگائے، نہ بوسہ دے، کیونکہ یہ یہود کی عادت ہے۔“

(غُنية الطّالبين: 91/1)

❀ علامہ غزالی رحمہ اللہ (۵۰۵ھ) قبروں کو چھونے اور انہیں بوسہ دینے کے بارے میں فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ عَادَةُ النَّصَارٰى وَالْيَهُودِ.

”ایسا کرنا یہود ونصاریٰ کی عادت ہے۔“ (إحياء علوم الدّين :244/1)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو چومنے اور اس پر ماتھا وغیرہ ٹیکنے کے بارے میں فرماتے ہیں:

لَا يَجُوزُ أَنْ يُّطَافَ بِقَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيُكْرَهُ إِلْصَاقُ الْبَطْنِ وَالظَّهْرِ بِجِدَارِ الْقَبْرِ، قَالَهُ الْحَلِيمِيُّ وَغَيْرُهٗ، وَيُكْرَهُ مَسْحُهٗ بِالْيَدِ وَتَقْبِيلُهٗ، بَلِ الْـأَدَبُ أَنْ يَّبْعُدَ مِنْهُ كَمَا يَبْعُدُ مِنْهُ لَوْ حَضَرَ فِي حَيَاتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، هٰذَا هُوَ الصَّوَابُ، وَهُوَ الَّذِي قَالَهُ الْعُلَمَاءُ وَأَطْبَقُوا عَلَيْهِ، وَيَنْبَغِي أَنْ لَّا يَغْتَرَّ بِكَثِيرٍ مِّنَ الْعَوَامِّ فِي مُخَالَفَتِهِمْ ذٰلِكَ، فَإِنَّ الِاقْتِدَاءَ وَالْعَمَلَ؛ إِنَّمَا يَكُونُ بِأَقْوَالِ الْعُلَماءِ، وَلَا يُلْتَفَتُ إِلٰى مُحْدَثَاتِ الْعَوَّامِ وَجَهَالَاتِهِمْ، وَلَقَدْ أَحْسَنَ السَّيِّدُ الْجَلِيلُ أَبُو عَلِيٍّ الْفُضَيْلُ بْنُ عِيَاضٍ رَّحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي قَوْلِهٖ مَا مَعْنَاهُ : اِتَّبِعْ طُرُقَ الْهُدٰى وَلَا يَضُرُّكَ قِلَّةُ السَّالِكِينَ، وَإِيَّاكَ وَطُرُقَ الضَّلَالَةِ، وَلَا تَغْتَرَّ بِكَثْرَةِ الْهَالِكِينَ، وَمَنْ خَطَرَ بِبَالِهٖ أَنَّ الْمَسْحَ بِالْيَدِ وَنَحْوِهٖ أَبْلَغُ فِي الْبَرَكَةِ، فَهُوَ مِنْ جَهَالَتِهٖ وَغَفْلَتِهٖ، لِأَنَّ الْبَرَكَةَ إِنَّمَا هِيَ فِيمَا وَافَقَ الشَّرْعَ وَأَقْوَالَ

الْعُلَمَاءِ، وَكَيْفَ يُبْتَغَى الْفَضْلُ فِي مُخَالَفَةِ الصَّوَابِ ؟

''نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کا طواف کرنا جائز نہیں۔اسی طرح قبر مبارک کی دیوار سے اپنا پیٹ اور اپنی پشت چمٹانا بھی مکروہ ہے،علامہ حلیمی وغیرہ نے یہ بات فرمائی ہے۔قبر کو (تبرک کی نیت سے) ہاتھ لگانا اور اسے بوسہ دینا بھی مکروہ عمل ہے۔قبر مبارک کا اصل ادب تو یہ ہے کہ اس سے دور رہا جائے،جیسا کہ نبی کریم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں آپ کے پاس حاضر ہونے والے کے لیے ادب دور رہنا ہی تھا۔یہی بات درست ہے اور علماءِ کرام نے اسی بات کی صراحت کی ہے اور اس پر اتفاق بھی کیا ہے۔کوئی مسلمان اس بات سے دھوکا نہ کھا جائے کہ عام لوگ ان ہدایات کے برعکس عمل کرتے ہیں،کیونکہ اقتدا تو علماءِ کرام کے (اتفاقی) اقوال کی ہوتی ہے،نہ کہ عوام کی بدعات اور جہالتوں کی۔سید جلیل،ابوعلی فضیل بن عیاض رحمہ اللہ نے کیا خوب فرمایا ہے:راہِ ہدایت کی پیروی کرو،اس راہ پر چلنے والوں کی قلت نقصان دہ نہیں۔گمراہیوں سے بچو اور گمراہوں کی کثرتِ افراد سے دھوکا نہ کھاؤ(ہم اس قول کی سند پر مطلع نہیں ہو سکے)۔جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ قبر مبارک کو ہاتھ لگانے اور اس طرح کے دوسرے بدعی کاموں سے زیادہ برکت حاصل ہوتی ہے،وہ اپنی جہالت اور کم علمی کی بنا پر ایسا سوچتا ہے،کیونکہ برکت تو شریعت کی موافقت اور اہل علم کے اقوال کی روشنی میں ملتی ہے۔خلافِ شریعت کاموں میں برکت کا حصول کیسے ممکن ہے؟''

(الإيضاح في مَناسك الحجّ والعمرة، ص 456)

❀ نیز نقل ہیں:

لَا يُقَبِّلُهُ وَلَا يَمَسُّهُ فَإِنَّ ذٰلِكَ عَادَةُ النَّصَارٰى .

''نہ قبر کو بوسہ دے، نہ اسے ہاتھ سے چھوئے، یہ نصاریٰ کی عادت ہے۔''

(المَجموع : 311/5)

❀ شیخ الاسلام، ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸) فرماتے ہیں:

أَمَّا التَّمَسُّحُ بِالْقَبْرِ أَوِ الصَّلَاةُ عِنْدَهُ، أَوْ قَصْدُهُ لِأَجْلِ الدُّعَاءِ عِنْدَهُ، مُعْتَقِدًا أَنَّ الدُّعَاءَ هُنَاكَ أَفْضَلُ مِنَ الدُّعَاءِ فِي غَيْرِهٖ، أَوِ النَّذْرُ لَهُ وَنَحْوُ ذٰلِكَ، فَلَيْسَ هٰذَا مِنْ دِينِ الْمُسْلِمِينَ، بَلْ هُوَ مِمَّا أُحْدِثَ مِنَ الْبِدَعِ الْقَبِيحَةِ الَّتِي هِيَ مِنْ شُعَبِ الشِّرْكِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ وَأَحْكَمُ .

''قبر کو (تبرک کی نیت سے) ہاتھ لگانا، اس کے پاس نماز پڑھنا، دُعا مانگنے کے لیے قبر کے پاس جانا، یہ اعتقاد رکھنا کہ وہاں دُعا کرنا عام جگہوں پر دُعا کرنے سے افضل ہے اور قبر پر نذر و نیاز کا اہتمام کرنا وغیرہ ایسے کام ہیں، جن کا دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ کام تو ان قبیح بدعات میں سے ہیں، جو شرک کے مختلف شعبہ جات سے تعلق رکھتی ہیں۔ واللہ اعلم واحکم۔''

(مَجموع الفتاوٰی : 321/24)

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) نقل کرتے ہیں:

قَالَ الْفُقَهَاءُ الْخُرَاسَانِيُّونَ : لَا يَمْسَحُ الْقَبْرَ، وَلَا يُقَبِّلُهُ، وَلَا

يَمَسُّهُ، فَإِنَّ كُلَّ ذٰلِكَ مِنْ عَادَةِ النَّصَارٰى .

''فقہائے خراسان فرماتے ہیں: قبر کو مت چھوئے، نہ اسے بوسہ دے اور نہ ہی اسے مَس کرے، کیونکہ یہ سب نصاریٰ کی عادت ہے۔''

(البِناية : 261/3)

❀ علامہ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ (۱۰۳۱ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَمَسُّ الْقَبْرَ وَلَا يُقَبِّلُهُ فَإِنَّهُ عَادَةُ النَّصَارٰى .

''قبر کو چھوئے نہ بوسہ دے، کیونکہ یہ نصاریٰ کا طریقہ ہے۔''

(التّيسير بشرح الجامع الصّغير : 43/2)

❀ علمائے احناف نے لکھا ہے:

لَا يَمْسَحُ الْقَبْرَ وَلَا يُقَبِّلُهُ فَإِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَادَةِ النَّصَارٰى .

''قبر کو مت چھوئے نہ اسے بوسہ دے، کیونکہ یہ نصاریٰ کی عادت ہے۔''

(فتاویٰ عالمگیری: 351/5)

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کو بایں الفاظ وعظ فرما رہے تھے:

اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ، وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ .

''پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانیے: ① جوانی کو بڑھاپے

سے پہلے ② تندرستی کو بیماری سے پہلے ③ مالداری کو غربت سے پہلے ④ فرصت کو مصروفیت سے پہلے ⑤ زندگی کو موت سے پہلے۔"

(قَصر الأمل لابن أبي الدّنيا : 111، المُستدرك للحاكم : 7846، شُعب الإيمان للبيهقي : 9767)

جواب: اس حدیث کی سند حسن ہے۔

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ نے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

✿ حافظ عراقی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو "حسن" کہا ہے۔

(تخریج أحادیث الإحیاء، ص 1837)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّكُمْ فِي زَمَانٍ كَثِيرٌ فُقَهَاؤُهُ، قَلِيلٌ خُطَبَاؤُهُ، قَلِيلٌ سُؤَّالُهُ، كَثِيرٌ مُعْطُوهُ، الْعَمَلُ فِيهِ قَائِدٌ لِلْهَوٰى، وَسَيَأْتِي مِنْ بَعْدِكُمْ زَمَانٌ قَلِيلٌ فُقَهَاؤُهُ، كَثِيرٌ خُطَبَاؤُهُ، كَثِيرٌ سُؤَّالُهُ، قَلِيلٌ مُعْطُوهُ، الْهَوٰى فِيهِ قَائِدٌ لِلْعَمَلِ، اعْلَمُوا أَنَّ حُسْنَ الْهَدْيِ، فِي آخِرِ الزَّمَانِ خَيْرٌ مِنْ بَعْضِ الْعَمَلِ .

"بلاشبہ آپ ایسے (خیر والے) زمانے میں ہیں، جس میں دین کی سمجھ رکھنے والے بکثرت ہیں، (ناسمجھ) خطباء کی تعداد کم ہے، مانگنے والے کم ہیں اور دینے والے زیادہ ہیں، اس زمانے میں خواہشات، عمل کے تابع ہیں، مگر آپ

کے بعد عنقریب ایک ایسا (برا) زمانہ بھی آنے والا ہے، جس میں دین کی سمجھ رکھنے والے کم ہوں گے، (جاہل) خطباء زیادہ ہوں گے، مانگنے والوں کی کثرت ہوگی اور دینے والے کم ہوں گے، اس زمانے میں خواہشات نے عمل کو اپنے تابع کیا ہوگا۔ خوب جان لیجئے کہ آخری زمانے میں (ظاہری) سیرت کو عمدہ بنانا، بعض اعمال (نیکیوں) سے بہتر ہوگا۔"

(الأدب المُفرد للبُخاري : 789)

جواب: سند حسن ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کا حکم کیا ہے؟

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى : يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِي وَرَجَوْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ عَلٰى مَا كَانَ فِيكَ وَلَا أُبَالِي ، يَا ابْنَ آدَمَ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوبُكَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ، وَلَا أُبَالِي ، يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ لَوْ أَتَيْتَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيتَنِي لَا تُشْرِكُ بِي شَيْئًا لَأَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً .

"اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ابن آدم! جب تک تم مجھ سے دعائیں کرتے رہو گے اور مجھ سے اُمیدیں وابستہ رکھو گے، میں تمہارے ہر طرح کے گناہ معاف کرتا رہوں گا، مجھے (کسی کی) کوئی پرواہ نہیں۔ ابن آدم! اگر تمہارے گناہ آسمان تک پہنچ جائیں، پھر تو مجھ سے معافی طلب کرے، تو میں تجھے معاف کردوں گا اور مجھے کسی چیز کی پرواہ نہیں۔ ابن آدم! اگر کوئی زمین بھرنے

کے برابر گناہ لے کر آئے، پھر مجھے (گناہوں کی معافی کے لیے) ملے، جبکہ تو نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو، تو میں زمین بھرنے کے برابر ہی مغفرت کر دوں گا۔''

(سنن الترمذي : 3540، الترغيب لابن شاهين : 179)

جواب: اس کی سند حسن ہے۔

سوال: قبروں کو برابر کرنے کا حکم ہے، اس کا کیا مطلب ہے؟

جواب: قبروں کو برابر کرنے سے مراد انہیں شرعی حد پر لانا ہے۔ ایسا نہیں کہ بالکل قبروں کا نام ونشان ہی مٹا دینا۔ بلکہ شریعت نے قبروں کی جو حد ایک بالشت بتائی ہے، اس کے برابر کر دینا۔ نبی کریم ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو یہی حکم دیا دیا۔

❀ حیان بن حصین ابو ہیاج اسدی رحمہ اللہ سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

أَلَا أَبْعَثُكَ عَلٰى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ أَنْ لَّا تَدَعَ تِمْثَالًا إِلَّا طَمَسْتَهٗ وَلَا قَبْرًا مُّشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهٗ .

''میں آپ کو اس کام کے لیے نہ بھیجوں، جس کے لیے مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا؟ (گھروں میں) کوئی تصویر یا مورتی دیکھیں، تو اسے مٹا دیں اور کوئی بلند قبر دیکھیں، تو اسے برابر کر دیں۔''

(صحيح مسلم : 969)

❀ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ (۷۵۰ھ) فرماتے ہیں:

«إِلَّا سَوَّيْتَهٗ» أَيْ سَوَّيْتَهٗ بِالْقُبُورِ الْمُعْتَادَةِ .

''قبروں کو برابر کرنے سے مراد انہیں شرعی حد کے برابر کرنا ہے۔''

(الجَوهر النّقي : 3/4)

سوال: احناف کا طریقہ جنازہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: احناف کی نماز جنازہ کا مکمل طریقہ ثابت نہیں۔

① تکبیر کے وقت ہاتھ کانوں کو مَس کرتے ہیں، یہ بالکل ثابت نہیں۔

② زیر ناف ہاتھ باندھتے ہیں، یہ طریقہ بھی کسی مرفوع یا موقوف ثابت روایت میں منقول نہیں۔

③ ثناء پڑھتے ہیں، ثناء کے کلمات میں ''وجل ثناءک'' کے الفاظ کا اضافہ کرتے ہیں، جو کتب حدیث میں کہیں مذکور نہیں۔

④ دوسری تکبیر میں درود پڑھتے ہیں، درود کے جو صیغے پڑھے جاتے ہیں، وہ ثابت نہیں۔

⑤ آخری تکبیر میں أَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا ...... دعا پر اکتفا کرتے ہیں، جبکہ یہ دعا ثابت نہیں۔

سوال: درج ذیل عبارت پر تبصرہ مطلوب ہے؟

❁ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

یُسْتَحَبُّ قِرَاءَۃُ سُورَۃِ یٰس عِنْدَہٗ.

''قریب الموت کے پاس سورت یٰس کی قرأت کرنا مستحب ہے۔''

(فتاویٰ عالمگیری:1/157)

جواب: قریب الموت پر سورت یٰس پڑھنا مسنون ومستحب نہیں، اس بارے میں مروی روایات غیر ثابت ہیں۔ استحباب شرعی دلیل سے ثابت ہوتا ہے۔

سوال: میت کی آنکھیں بند کرتے ہوئے مندرجہ ذیل دعا پڑھی جاتی ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ يَسِّرْ عَلَيْهِ أَمْرَهٗ وَسَهِّلْ عَلَيْهِ مَا بَعْدَهٗ وَأَسْعِدْهُ بِلِقَائِكَ وَاجْعَلْ مَا خَرَجَ إِلَيْهِ خَيْرًا مِّمَّا خَرَجَ عَنْهُ.

”اللہ کے نام کے ساتھ اور رسول اللہ ﷺ کی ملت کے مطابق۔ اللہ! اس کے معاملے کو آسان فرما، اس کے بعد کے مراحل کو آسان کر دے، اسے اپنی ملاقات کو شرف بخش دے اور جس (آخرت کے گھر) کی طرف یہ نکلا ہے، اسے اس (گھر) سے بہتر بنا دے، جس سے یہ نکل چکا ہے۔“

جواب: یہ دعا علمائے احناف نے ذکر کی ہے، اس کی کوئی اصل نہیں، کتب حدیث میں مذکور نہیں۔ ائمہ اہل سنت اس کے قائل و فاعل نہیں۔

سوال: کیا ماہِ رجب زکوٰۃ کا مہینہ ہے؟

جواب: زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے کوئی مہینہ مقرر نہیں کیا گیا، جس کے مال پر جب بھی سال پورا ہو جائے، اسی وقت اس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔

بعض کے نزدیک ماہِ رجب زکوٰۃ کا مہینہ ہے، یہ بے اصل اور بے حقیقت ہے۔

❁ علامہ طاہر پٹنی حنفی رحمہ اللہ (۹۸۶ھ) فرماتے ہیں:

مِمَّا يُفْعَلُ فِي هٰذِهِ الْأَزْمَانِ إِخْرَاجُ الزَّكَاةِ فِي رَجَبَ دُونَ غَيْرِهٖ لَا أَصْلَ لَهٗ.

”اس دور میں ماہِ رجب میں ہی زکوٰۃ ادا کی جاتی ہے، کسی اور مہینے میں نہیں، یہ عمل بے اصل ہے۔“

(تذکرۃ الموضوعات، ص 116)

سوال: غیر اللہ کی نذر کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: نذر عبادت ہے، مخلوق کی نذر ماننا شرک ہے۔

❀ علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۵۲ھ) فرماتے ہیں:

اَلْإِجْمَاعُ عَلٰی حُرْمَةِ النَّذْرِ لِلْمَخْلُوقِ .

''مخلوق کے لیے نذر ماننا بالاجماع حرام ہے۔''

(فتاویٰ شامی:439/2)

سوال: قبر پر چادر پوشی کا کیا حکم ہے؟

جواب: قبر پر چادر پوشی بدعت وحرام ہے۔ کافر قوموں کا شعار ہے۔ ہندو دیوی پر چادریں چڑھاتے ہیں، پھول چڑھاتے ہیں، نذرانے پیش کرتے ہیں، بتوں کو غسل دیتے ہیں، انہیں خوشبو لگاتے ہیں، ان پر چراغ جلاتے ہیں، ان کا طواف کرتے ہیں اور ان پر چڑھاوے چڑھاتے ہیں۔

بعض لوگ دیکھا دیکھی میں اپنے بزرگوں، پیروں، فقیروں اور درویشوں کی قبروں پر وہی کچھ کرتے ہیں، جو ہندو اور مشرک اپنے بتوں کے ساتھ کرتے ہیں۔

بعض نا ہنجاران ہندوانہ رسومات کو سند جواز فراہم کرتے ہیں، العیاذ باللہ!

سوال: صوفیوں کے چار سلسلے ہیں؛ قادری، نقشبندی، سہروردی اور چشتی۔ ان کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: یہ سبھی سلسلے بدعت ہیں، کیونکہ یہ گمراہ صوفیوں کی ایجاد ہے۔ ائمہ اہل سنت میں اس طرح کا رجحان نہیں پایا جاتا تھا۔

سوال: درج ذیل عبارت پر تبصرہ درکار ہے؟

مفتی احمد یار خان نعیمی بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

”مذہب اہل سنت یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے رب کو بچشم سر دیکھا۔“

(شان حبیب الرحمٰن، ص229)

جواب: یہ مذہب قطعاً اہل سنت والجماعت کا نہیں۔ کسی معتبر امام نے نہیں کہا کہ نبی کریم ﷺ نے معراج کے موقع پر اللہ تعالیٰ کو حقیقتاً اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ بلکہ صحابہ کرام اور اسلاف اُمت تو اس کی نفی کرتے ہیں۔

سوال: درج ذیل دعویٰ کی کیا حقیقت ہے؟

مفتی احمد یار خان نعیمی بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

”حضور علیہ السلام بغیر ماں باپ کے عالم ارواح میں نور الٰہی سے مستفیض ہوئے۔

أَنَا نُوْرٌ مِّنْ نُورِ اللّٰهِ۔“

(شان حبیب الرحمٰن، ص145)

جواب: یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ نبی کریم ﷺ کی شان میں حد درجہ کا غلو ہے، بلکہ یہ عیسائیوں اور روافض کا مذہب ہے۔ مذکورہ بالا روایت بے اصل ہے۔

سوال: درج ذیل عبارت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

مفتی احمد یار خان نعیمی بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

”روح المعانی میں اسی جگہ ہے کہ حضور علیہ السلام نوری شکل بشری تھے، اس لیے سایہ نہ تھا، حضرت جبریل علیہ السلام جب کبھی شکل انسانی میں آتے، تو ان کا جسم بے سایہ ہوتا تھا۔“

(شان حبیب الرحمٰن، ص229)

(جواب): نبی کریم ﷺ بشر تھے، آپ ﷺ کی بشریت پر کتاب وسنت میں واضح اور ٹھوس نصوص وارد ہوئی ہیں، نیز اُمت کا اجماع بھی ہے۔ یہ کہنا کہ نبی کریم ﷺ نوری تھے اور بشریت کے لبادہ میں آئے تھے، گمراہ کن نظریہ ہے۔ اگر کوئی نصوص کی تاویل کیے بغیر نبی کریم ﷺ کی بشریت کا انکار کرے، تو وہ بالا جماع کافر ہے، کیونکہ اس نے بے شمار نصوص کا انکار کیا ہے۔ نیز آپ ﷺ پر ایمان لانے میں یہ عقیدہ بھی شامل ہے کہ محمد ﷺ جنس بشریت سے ہیں۔

یہ دعویٰ کہ نبی کریم ﷺ کا سایہ نہ تھا، بے دلیل ہے۔ نیز یہ کہنا کہ سیدنا جبریل علیہ السلام جب انسانی شکل میں متشکل ہو کر آتے، تو سایہ نہیں ہوتا تھا، بھی محتاج دلیل ہے۔ کتاب وسنت میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کی گئی، نہ اسلاف اُمت نے اس بارے میں لب کشائی فرمائی، لہٰذا ہمیں ایسے بے بنیاد دعوے نہیں کرنے چاہییں۔

(سوال): درج ذیل عبارت پر علمی نقد مطلوب ہے؟

❀ مفتی احمد یار خان نعیمی بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

”تحقیق یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو رب نے اپنی قدرت سے لکھنے کا بھی علم عطا فرمایا، آپ لکھنا جانتے تھے، جس کے متعلق روایات ملتی ہیں۔“

(شان حبیب الرحمٰن، ص151)

(جواب): تحقیق یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو لکھنے پڑھنے کا علم نہیں دیا گیا تھا، آپ ﷺ اُمی تھے اور یہ آپ ﷺ کا معجزہ تھا۔ ایسی کوئی روایت نہیں، جس سے ثابت ہوتا ہو کہ نبی کریم ﷺ لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ سارے کے سارے انبیاء اُمی تھے۔

سوال: درج ذیل دعویٰ کی کیا حقیقت ہے؟

❀ مفتی احمد یار خان نعیمی بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

”قبر میں ہر شخص کو حضور علیہ السلام کا دیدار کرایا جاتا ہے، چاہے وہ کہیں بھی مرے۔“

(شانِ حبیب الرحمٰن، ص 154)

جواب: بے دلیل دعویٰ ہے۔ کسی حدیث میں یہ بات ثابت نہیں کہ قبر میں سوال وجواب کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ہوتا ہے۔ کوئی مسلمان اس کا قائل نہیں۔ اگر اس پر دینی راہنمائی موجود ہوتی، تو یقیناً پہلے مسلمان اسے اپنا دین بناتے۔

❀ علامہ احمد قسطلانی رحمہ اللہ (۹۲۳ھ) فرماتے ہیں:

لَا نَعْلَمُ حَدِيثًا صَحِيحًا مَرْوِيًّا فِي ذٰلِكَ.

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر میں حاضر ہونے کے متعلق ہمارے علم میں کوئی صحیح حدیث مروی نہیں۔“ (إرشاد السّاري: 264/2)

سوال: درج ذیل عبارت پر تبصرہ مطلوب ہے؟

❀ مفتی احمد یار خان نعیمی بریلوی صاحب نقل کرتے ہیں:

”مرید کو چاہیے کہ اپنے پیر ومرشد کی بیوی سے بعد طلاق نکاح نہ کرے، اسی طرح شاگرد کو لائق ہے کہ اپنے استاذ کی بیوی سے بعد طلاق نکاح نہ کرے، اگرچہ یہ بروئے فتویٰ جائز ہے، مگر تقویٰ کے خلاف اور تقویٰ فتویٰ سے اوپر ہے۔ اگر مرید یا شاگرد نے اپنے مرشد یا استاذ کی بیوی سے نکاح کیا، تو دنیا آخرت میں بھلائی نہ دیکھے گا۔“

(شانِ حبیب الرحمٰن، ص 154)

(جواب): اس کا تقویٰ سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر عورت اچھی ہے، تو اس سے نکاح کیا جا سکتا ہے، فتویٰ کی رو سے بھی اور تقویٰ کی رو سے بھی۔ لہٰذا پیر و مرشد اور استاذ کی بیوہ یا مطلقہ سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

(سوال): غزل لکھنا اور پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): جب غزل کے اشعار عشق و محبت اور عورتوں کے اوصاف کے متعلق ہوں، تو ایسے اشعار لکھنا یا پڑھنا درست نہیں۔ یہ حسن اخلاق کے منافی ہے۔ البتہ اگر اشعار حقیقت حال، احقاق حق اور ابطال باطل کے بارے میں ہو یا کسی سچے واقعہ کی روئیداد بیان کی گئی ہو، تو ایسی غزلیں لکھنے اور پڑھنے میں حرج نہیں۔ واللہ اعلم!

(سوال): کیا وحشی بن حرب صحابی ہیں؟

(جواب): جی ہاں، وحی بن حرب رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ آپ نے قبول اسلام کے بعد مختلف غزوات میں شرکت کی اور مسلمانوں کی فتح میں کردار ادا کیا۔

❀ سیدنا وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

خَرَجَ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابُ، قُلْتُ : لَأَخْرُجَنَّ إِلٰى مُسَيْلِمَةَ، لَعَلِّي أَقْتُلُهٗ فَأُكَافِئَ بِهٖ حَمْزَةَ، قَالَ : فَخَرَجْتُ مَعَ النَّاسِ، فَكَانَ مِنْ أَمْرِهٖ مَا كَانَ، قَالَ : فَإِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ فِي ثَلْمَةِ جِدَارٍ، كَأَنَّهٗ جَمَلٌ أَوْرَقُ ثَائِرُ الرَّأْسِ، قَالَ : فَرَمَيْتُهٗ بِحَرْبَتِي، فَأَضَعُهَا بَيْنَ ثَدْيَيْهِ حَتّٰى خَرَجَتْ مِنْ بَيْنِ كَتِفَيْهِ، قَالَ : وَوَثَبَ إِلَيْهِ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَضَرَبَهٗ بِالسَّيْفِ عَلٰى هَامَتِهٖ.

”مسیلمہ کذاب کے فتنہ نے زور پکڑا، تو میرے دل میں خیال آیا کہ مسیلمہ کو

میں قتل کر دوں گا، تاکہ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل کا بوجھ میرے سر سے اتر جائے۔ میں اس سے جنگ کرنے والے لشکر میں شامل ہو گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی دیوار کے شگاف میں کھڑا ہے، یہ خاکستری اونٹ کی طرح گندم گوں تھا اور اس کے بال پراگندہ تھے۔ میں نے نیزہ اس کے سینے کے پار کر دیا، پھر ایک انصاری نے تلوار سے اس کا سر قلم کر دیا۔“

(صحيح البخاري : 4072)

سوال: چاشت کے وضو سے نماز ظہر ادا کرنا کیسا ہے؟

جواب: کوئی حرج نہیں۔ ایک وضو سے کئی نمازیں ادا کی جاسکتی ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔

سوال: کیا جنت میں نیند آئے گی؟

جواب: اس متعلق کتاب وسنت میں کوئی بات نہیں کی گئی، لہٰذا ہمیں بھی اس متعلق خاموشی اختیار کرنی چاہیے۔

سوال: ایک شخص نے مجھ سے قرض مانگا، وہ سگریٹ نوشی کرتا ہے، کیا میں اسے قرض دے سکتا ہوں؟

جواب: اگر اس سے واپسی کی اُمید ہے، تو قرض دیا جا سکتا ہے، کوئی حرج نہیں، البتہ اگر وہ سگریٹ خریدنے یا نشہ کرنے کے لیے قرض مانگ رہا ہے، تو اس کی معاونت نہیں کرنے چاہیے، کیونکہ یہ گناہ پر تعاون ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾

(المائدة : 2)

’’نیکی اور تقویٰ کے امور پر ایک دوسرے کی معاونت کیا کریں، گناہ اور ظلم کے کام پر کسی کا ہاتھ نہ بٹایا کریں۔‘‘

سوال: ایک شخص نے وضو کرتے ہوئے موزوں پر مسح کیا، پھر ایک موزہ اتار دیا، کیا اس کا وضو باقی ہے؟

جواب: ایک موزہ اتار دیا، تو وضو ٹوٹ گیا۔

سوال: زکوٰۃ کے مال سے مہمانوں کی مہمان نوازی کرنا کیسا ہے؟

جواب: جائز نہیں، مہمان نوازی الگ حق ہے اور زکوٰۃ الگ۔ زکوٰۃ کی رقم مہمان نوازی میں صرف نہیں کر سکتے۔ البتہ اگر زکوٰۃ کی رقم سے چند مستحقین کو دعوت پر بھلایا جائے اور انہیں ایک وقت کا کھانا کھلا دیا جائے، تو ایسا کرنا جائز ہے۔

سوال: بعض کہتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن نہیں ہیں، اگر دفن ہیں، تو یہ کوئی فضیلت نہیں۔ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: صحیح اور مشہور احادیث سے ثابت ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں مدفون ہیں، کوئی مسلمان اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ یہ انکار محض بغض کی بنیاد پر ہے، جس بنا پر حقائق سے چشم پوشی کی گئی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ زندگی میں بھی باعث فضیلت ہے اور بعد از وفات بھی۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہے:

إِنَّهَا أَوْصَتْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لَا تَدْفِنِّي مَعَهُمْ وَادْفِنِّي مَعَ صَوَاحِبِي بِالْبَقِيعِ لَا أُزَكّٰى بِهٖ أَبَدًا .

’’آپ رضی اللہ عنہا نے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو وصیت کی کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں دفن نہ کرنا، بلکہ بقیع میں ہی میری سہیلیوں (ازواج مطہرات) کے ساتھ دفن کرنا۔ میں (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں دفن ہو کر) اپنی تعریف نہیں کروانا چاہتی۔‘‘

(صحيح البخاري :1391)

خلیفہ ثانی سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایمان لانے کے بعد ساری زندگی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے، ہر سفر اور معاملہ میں شامل ہوئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کا ذکر اپنے اور صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ کرتے تھے۔ اس مصاحبت کو دیکھتے ہوئے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ میرا مدفن بھی انہی ساتھیوں کے ساتھ ہو کہ دنیا سے آخرت کا سفر بھی ایک ساتھ ہو جائے۔ لیکن اپنی خواہش کو ایک درخواست کی صورت میں پیش کیا کہ اگر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اجازت مل جائے، سیدہ نے اجازت دے دی، پھر بیٹے کو وصیت کی کہ ابھی تو میں زندہ ہوں، شاید میری رعایت کرتے ہوئے اجازت ملی ہو، لہٰذا میری وفات کے بعد دوبارہ پوچھ لینا کہ ہوسکتا ہے کہ ارادہ بدل جائے، مگر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد دوبارہ اجازت دے دی اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔

❁ ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا:

وُضِعَ عُمَرُ عَلٰی سَرِيرِهٖ فَتَكَنَّفَهُ النَّاسُ، يَدْعُونَ وَيُصَلُّونَ قَبْلَ أَنْ يُرْفَعَ وَأَنَا فِيهِمْ، فَلَمْ يَرُعْنِي إِلَّا رَجُلٌ آخِذٌ مَنْكِبِي، فَإِذَا

عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَتَرَحَّمَ عَلٰى عُمَرَ، وَقَالَ : مَا خَلَّفْتَ أَحَدًا أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أَلْقَى اللّٰهَ بِمِثْلِ عَمَلِهِ مِنْكَ، وَأَيْمُ اللّٰهِ إِنْ كُنْتُ لَأَظُنُّ أَنْ يَجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ، وَحَسِبْتُ إِنِّي كُنْتُ كَثِيرًا أَسْمَعُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : ذَهَبْتُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَدَخَلْتُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَخَرَجْتُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ.

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (شہادت کے بعد) چارپائی پر رکھ دیئے گئے، جنازہ اٹھانے سے پہلے لوگ چاروں طرف کھڑے تھے اور آپ کے لیے دعا واستغفار کررہے تھے۔ میں بھی ان میں شامل تھا، اچانک سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مجھے کندھے سے پکڑ کر اپنی طرف متوجہ کیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے لیے دعائے رحمت کی اور فرمایا: آپ کے بعد بھلا کون ہے، جس کی مثل عمل کر کے اللہ کے دربار میں حاضری مجھے محبوب رہی ہو؟ مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے ساتھیوں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ جگہ دے گا، کیوں کہ میں اکثر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کرتا تھا کہ میں، ابوبکر اور عمر گئے، میں، ابوبکر اور عمر داخل ہوئے، میں، ابوبکر اور عمر نکلے۔''

(صحيح البخاري : 3685، صحيح مسلم : 2389)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وصیت کہ مجھے عام قبرستان میں دفن کرنا، تا کہ مجھے فخریہ طور پر ذکر نہ کیا جائے، سیدہ نے ایسا تفاخر اور اپنی تعریف سے بچنے کے لیے کیا۔

معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہونا عظمت اور فضیلت ہے، تعریف

وتر کیہ ہے۔

سوال: ایک شخص سکیورٹی گارڈ ہے، وہ مسجد میں با جماعت نماز کے لیے حاضر نہیں ہوسکتا ہے، کیا وہ گھر میں نماز پڑھ سکتا ہے؟

جواب: اگر حالات سازگار نہیں اور چوری چکاری اور ڈاکہ زنی کا اندیشہ ہے، تو وہ اس مجبوری میں گھر نماز پڑھ سکتا ہے، اگر ایسی مجبوری نہیں، تو اس کے لیے مسجد میں باجماعت نماز پڑھنا ضروری ہے۔

سوال: کیا مرزا غلام احمد قادیانی کا نکاح محمدی بیگم سے ہوا؟

جواب: مرزا غلام احمد قادیانی یہ پیشین گوئی کرتا تھا کہ موت سے پہلے پہلے میرا نکاح محمدی بیگم سے ہوگا۔لیکن ہوا نہیں۔ یوں مرزا جھوٹا ثابت ہوگیا۔

سوال: ابراہیم علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں، خواب کی بنیاد پر بیٹے کو ذبح کرنا کیا درست ہے؟

جواب: جی ہاں درست ہے۔ پیغمبر کا خواب وحی ہوتا ہے، بالفاظ دیگر سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے وحی سے ذبح کے لیے لٹا دیا اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام بھی بخوشی تیار ہو گئے۔

عام انسانوں کے خواب احکام میں حجت نہیں، مگر نبیوں کے خواب حجت ہیں۔

سوال: مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا کا کیا مطلب ہے؟

جواب: یہ روایت صحیح بخاری (٦٨٧٤) اور صحیح مسلم (٩٨) میں آتی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ جو کسی بے گناہ مسلمان پر اسلحہ تانے وہ ہم میں سے نہیں۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۴۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: جس مسجد میں مزار ہو، وہاں نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: جس مسجد میں مزار ہو اور وہاں غیر اللہ کی عبادت ہوتی ہو، تو اس مسجد میں نماز نہیں پڑھ سکتے۔

سوال: کیا حرمت والے مہینوں میں اجر و ثواب بڑھ جاتا ہے؟

جواب: حرمت والے مہینے چار ہیں؛ ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم، رجب۔ ان چار مہینوں کی خاص حرمت ہے، اس میں گناہ اور معصیت کی سنگینی بڑھ جاتی ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ﴾ (التّوبة : ٣٦)

''ان (چار مہینوں) میں اپنی جانوں پر ظلم مت کرو۔''

یقیناً ان مہینوں میں اجر و ثواب میں بھی اضافہ ہوتا ہے، خاص طور پر ماہِ محرم میں روزہ رکھنا بڑی فضیلت والا عمل ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ، شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ، وَأَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ، صَلَاةُ اللَّيْلِ.

”رمضان المبارک کے بعد افضل ترین روزے محرم کے ہیں اور فرائض کے بعد افضل ترین نماز تہجد کی۔“

(صحيح مسلم : 202/1163)

ثابت ہوا کہ رمضان کے بعد سب سے افضل روزے ماہِ محرم کے ہیں۔

اسی طرح ذوالحجہ کے پہلے دس دنوں میں کیا گیا عمل دیگر ایام میں کیے گئے عمل سے افضل ہے۔

سوال: کسی کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے تالی بجانا کیسا ہے؟

جواب: جائز کام پر حوصلہ افزائی کرنا مستحب عمل ہے۔ نبی کریم ﷺ، صحابہ وتابعین سمیت ہر دور کے مسلمانوں کا عمل رہا ہے۔ بچہ ہو یا بڑا، ہر کسی کی حوصلہ افزائی کی جاسکتی ہے۔ کبھی دعا کے ساتھ، کبھی کوئی انعام دے کر، کبھی ماشاءاللہ یا الحمداللہ یا سبحان اللہ جیسے عمدہ کلمات کہہ کر۔ ہر شخص اپنی زبان میں اچھے کلمات سے حوصلہ بڑھا سکتا ہے۔

مگر حوصلہ افزائی کے لیے تالی بجانا یا سیٹی مارنا جائز نہیں، اس میں مشرکین کی مشابہت ہے، کیونکہ سیٹیاں اور تالیاں بجانا مشرکین کی عبادت ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَّتَصْدِيَةً﴾

(الأنفال : ٣٥)

”بیت اللہ کے پاس ان (مشرکین) کی عبادت صرف سیٹیاں اور تالیاں ہیں۔“

❁ علامہ طحطاوی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۳۱ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الرَّقْصُ وَالتَّصْفِيقُ وَالصَّرِيخُ وَضَرْبُ الْأَوْتَارِ وَالصَّنْجِ وَالْبُوقِ

الَّذِي يَفْعَلُهُ بَعْضُ مَنْ يَدَّعِي التَّصَوُّفَ فَإِنَّهُ حَرَامٌ بِالْإِجْمَاعِ .

"رقص کرنا، تالیاں بجانا، چیخیں مارنا، کمان کی تاند بجانا، باجہ بجانا اور ہارن وغیرہ مارنا، جو کہ بعض صوفیا کرتے ہیں، بالاجماع حرام ہے۔"

(حاشية الطّحطاوي على مراقي الفلاح، ص 215)

سوال: شوہر نے طلاق دی، آگے نکاح کر لیا، وہاں سے بھی طلاق ہو گئی، تو کیا سابقہ شوہر سے نکاح ہو سکتا ہے؟

جواب: ہو سکتا ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُّقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ وَتِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ﴾(البقرة: ٢٣٠)

"اگر اس کو (تیسری بار) طلاق دے دے، تو اب وہ اس کے لیے حلال نہیں، تا آنکہ وہ عورت اس کے علاوہ دوسرے مرد سے نکاح کر لے، پھر اگر وہ بھی طلاق دے دے، تو ان دونوں (عورت اور سابقہ شوہر) کو دوبارہ (نکاح جدید کے ساتھ) میل جول کرنے میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ انہیں یقین ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم رکھیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں، جنہیں کو جاننے والوں کے لیے واضح کر رہا ہے۔"

سوال: درج ذیل روایت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

خُذُوا شَطْر دِينِكُمْ مِنَ الْحُمَيْرَاءِ .

''نصف دین حمیراء (عائشہ) سے حاصل کریں۔''

جواب: ان الفاظ سے کوئی روایت کتب حدیث میں مذکور نہیں۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثٌ غَرِيبٌ جِدًّا، بَلْ هُوَ مُنْكَرٌ، سَأَلْتُ عَنْهُ شَيْخَنَا الْحَافِظَ أَبَا الْحَجَّاجِ الْمِزِّيَّ، فَلَمْ يَعْرِفْهُ وَقَالَ : لَمْ أَقِفْ لَهُ عَلٰى سَنَدٍ إِلَى الْآنِ، وَقَالَ شَيْخُنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ الذَّهَبِيُّ : هُوَ مِنَ الْأَحَادِيثِ الْوَاهِيَةِ الَّتِي لَا يُعْرَفُ لَهَا إِسْنَادٌ .

''یہ حدیث سخت غریب بلکہ منکر ہے۔اس کے متعلق میں نے اپنے شیخ حافظ ابو الحجاج مزی رحمہ اللہ (۷۴۲ھ) سے سوال کیا،تو انہیں بھی اس کا علم نہ تھا،فرماتے ہیں: ابھی تک مجھے اس کی کوئی سند نہیں مل سکی۔ ہمارے دوسرے شیخ ابو عبداللہ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں: یہ ان ضعیف احادیث میں سے ہے، جن کی کوئی سند معلوم نہیں۔''

(تُحفة الطّالب : 54)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَعْرِفُ لَهٗ إِسْنَادًا وَلَا رَأَيْتُهٗ فِي شَيْءٍ مِّنْ كُتُبِ الْحَدِيثِ .

''میں اس کی کسی سند پر دسترس حاصل نہیں کر سکا، نہ یہ مجھے حدیث کی کسی کتاب میں ملی۔''

(مُوافقة الخُبر الخبر :149/1)

سوال: نماز میں سورت فاتحہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: نماز میں سورت فاتحہ نماز کا رکن ہے، اس کے بغیر کوئی نماز نہیں۔

❀ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الكِتَابِ .

''جو شخص سورت فاتحہ نہ پڑھے، اس کی کوئی نماز نہیں۔''

(صحيح البخاري : 756، صحيح مسلم : 394)

❀ شاہ ولی محدث دہلوی رحمہ اللہ (۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں:

...... إِلٰى أَبْعَاضٍ لَهَا لَا يُعْتَدُّ بِهَا بِدُونِهَا كَالتَّكْبِيرِ وَكَقِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ لِلصَّلَاةِ وَتُسَمّٰى بِالْأَرْكَانِ .

''......کبھی حکم شرعی کسی شے کے اجزاء کی طرف ہوتا ہے کہ جن اجزاء کے بغیر اس شے کا وجود نہیں، جیسے نماز میں تکبیر (تحریمہ) اور سورت فاتحہ کی قرأت ہے، انہیں ارکان کہا جاتا ہے۔''

(حُجّة الله البالغة : 172/1)

معلوم ہوا کہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے نزدی سورت فاتحہ نماز کا رکن ہے اور اس کے بغیر نماز کا وجود نہیں۔

سوال: کیا حروف مقطعات کے معانی ہیں؟

جواب: حروف مقطعات کے معانی نہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں بھی نہیں تھے۔ اس کا حقیقی علم اللہ کے پاس ہے۔ بعض لوگوں نے حروف مقطعات کئی کئی معانی بیان کیے ہیں، یہ تکلف محض ہے، جس پر کوئی دلیل نہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو ان حروف کے معانی کا علم تھا، مگر آپ نے بتائے نہیں۔ یہ کمزور بات ہے۔

سوال: کیا یحییٰ بن سعید قطان کی ہر مدلس سے روایت سماع پر محمول ہوتی ہے؟

جواب: جی ہاں، امام شعبہ رحمہ اللہ کی طرح امام یحییٰ بن سعید قطان کی بھی ہر مدلس سے روایت سماع پر محمول ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

الْقَطَّانُ لَا يَحْمِلُ مِنْ حَدِيثِ شُيُوخِهِ الْمُدَلِّسِينَ إِلَّا مَا كَانَ مَسْمُوعًا لَّهُمْ صَرَّحَ بِذٰلِكَ الْإِسْمَاعِيلِيُّ .

''امام یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ اپنے مدلس شیوخ سے وہی حدیث نقل کرتے ہیں، جو انھوں نے اپنے شیوخ سے سنی ہوتی ہے (تدلیس نہیں کی ہوتی) امام ابوبکر اسماعیلی رحمہ اللہ (۳۷۱ھ) نے اس بات کی صراحت کی ہے۔''

(فتح الباري: 309/1)

سوال: کیا وقوف عرفہ حج کا رکن ہے؟

جواب: میدان عرفات میں وقوف کرنا حج کا سب سے بنیادی رکن ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ﴾ (البقرة : ۱۹۸)

''جب تم عرفات سے واپس لوٹو۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ میدان عرفات میں وقوف کرنا حج کا رکن ہے، کیونکہ لوٹا اسی وقت جاتا ہے، جب وہاں پہنچا جائے۔

❀ سیدنا عبدالرحمن بن یعمر دیلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا:

«الْحَجُّ عَرَفَاتٌ» ثَلَاثًا «فَمَنْ أَدْرَكَ عَرَفَةَ قَبْلَ أَنْ يَطْلُعَ الْفَجْرُ فَقَدْ أَدْرَكَ.

''وقوفِ عرفات ہی حج ہے، جس نے طلوع فجر سے پہلے پہلے وقوف عرفات پا لیا، اس نے حج پالیا۔''

(مسند الإمام أحمد: 309/4، سنن أبي داوٗد: 1949، سنن النّسائي: 3019، سنن التّرمذي: 889-890، سنن ابن ماجه: 3015، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۴۶۸)، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۸۲۲) اور امام حاکم رحمہ اللہ (۲/۲۷۸، ۴۶۳، ۴۶۴) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔ امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ اور امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے سماع کی تصریح کر رکھی ہے، نیز ان کی متابعت بھی ہوئی ہے

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ الْوُقُوفَ بِعَرَفَةَ فَرْضٌ، وَلَا حَجَّ لِمَنْ فَاتَهُ الْوُقُوفُ بِهَا.

''اہل علم کا اجماع ہے کہ وقوف عرفہ فرض ہے، نیز جو عرفہ میں وقوف نہیں کر سکا، اس کا حج نہیں۔''

(الإجماع: 187)

❀ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الْوُقُوفُ بِعَرَفَةَ فَأَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ فِي كُلِّ عَصْرٍ وَبِكُلِّ مِصْرَ فِيمَا عَلِمْتُ أَنَّهُ فَرْضٌ لَا يَنُوبُ عَنْهُ شَيْءٌ وَأَنَّهُ مَنْ فَاتَهُ الْوُقُوفُ بِعَرَفَةَ فِي وَقْتِهِ الَّذِي لَا بُدَّ مِنْهُ فَلَا حَجَّ لَهُ.

''وقوف عرفہ کے بارے میں میرے علم کے مطابق ہر دور اور ہر علاقہ کے اہل علم کا اجماع ہے کہ یہ فرض ہے، اس کی کوئی نیابت نہیں، نیز جو مقرر وقت کے اندر اندر وقوف عرفہ نہ کر سکا اس کا حج نہیں۔''

(التّمهيد : 20/10)

سوال: سید احمد رفاعی کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: سید احمد بن علی بن یحییٰ رفاعی (۵۷۸ھ) گمراہ صوفی تھا۔ اس کے دین کا کوئی اعتبار نہیں۔

سوال: درج ذیل آیت کریمہ کا مفہوم کیا ہے؟

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَآ أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾

(البقرة : ۱۷۹)

''عقل والو! تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے، تاکہ تم متقی بن جاؤ۔''

جواب: یہ انتہائی فصیح و بلیغ کلام ہے کہ قصاص کو اصل زندگی قرار دیا گیا، حالانکہ قصاص میں مقصود قتل ہوتا ہے، مگر دوسروں کے لیے زندگی ہے۔ وہ یوں کہ جب قتل کے بدلے قتل کر دیا گیا، تو خاندانی دشمنی ختم ہو جاتی ہے، باقی ماندہ لوگوں کو زندگی مل جاتی ہے۔ وہ خاندانی دشمنی میں قتل ہونے سے بچ جاتے ہیں۔

یہ بھی ہے کہ جب قتل کے بدلے قتل کا خوف ہوگا، تو لوگ یہ قدم اٹھانے سے باز رہیں گے۔

سوال: کیا کلام الٰہی حادث ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا کلام ازلی ہے، افراد کلام حادث ہے۔ اہل سنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ثابت کیا ہے کہ قرآن کریم محدث حادث ہے اور وصف کلام ازلی ہے۔ ثابت ہوا کہ حادث اور مخلوق میں فرق ہے، ہر مخلوق محدث ہے، مگر ہر محدث مخلوق نہیں۔

سوال: کیا فرعون نے بھی الٰہ بنا رکھے تھے؟

جواب: اگرچہ فرعون نے رب اور الٰہ ہونے کا دعویٰ کر رکھا تھا، مگر اس نے اس دعویٰ کے باوجود اپنے الٰہ بنا رکھے تھے۔

❀ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ أَتَذَرُ مُوسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَيَذَرَكَ وَآلِهَتَكَ﴾(الأعراف : ١٢٧)

”قوم فرعون کے سرداروں نے (فرعون سے) کہا: کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو چھوڑے رکھے گا کہ وہ زمین میں فساد برپا کرتے رہیں، وہ (موسیٰ) تجھے اور تیرے معبودوں کو بھی چھوڑے رکھے؟!“

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ فرعون کے بھی اپنے الٰہ تھے، جن کی وہ خود پرستش کرتا تھا۔

سوال: اگر قاتل نے مقتول کا مثلہ کر دیا، تو کیا قصاص میں اس کا مثلہ کیا جائے گا؟

جواب: جی ہاں۔ مثلہ حرام ہے، مگر قصاص کی صورت میں جائز ہے، جیسا کہ قبیلہ

عکل اور عرینہ کے قاتلوں کے ساتھ ہوا تھا۔

(صحيح البخاري : 233، صحيح مسلم : 1671)

سوال: شہاب الدین رملی کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: علامہ احمد بن حمزہ رَملی (۹۵۷ھ) کے لقب سے مشہور ہے۔ شافعی مقلد ہے۔ بدعتی اور گمراہ صوفی ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

خَرَجَ رَجُلَانِ فِي سَفَرٍ، فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ، وَلَيْسَ مَعَهُمَا مَاءٌ، فَتَيَمَّمَا صَعِيدًا طَيِّبًا، فَصَلَّيَا، ثُمَّ وَجَدَا الْمَاءَ فِي الْوَقْتِ، فَأَعَادَ أَحَدُهُمَا الصَّلَاةَ وَالْوُضُوءَ، وَلَمْ يُعِدِ الْآخَرُ، ثُمَّ أَتَيَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَا ذٰلِكَ لَهٗ، فَقَالَ لِلَّذِي لَمْ يُعِدْ : أَصَبْتَ السُّنَّةَ، وَأَجْزَأَتْكَ صَلَاتُكَ، وَقَالَ لِلَّذِي تَوَضَّأَ وَأَعَادَ : لَكَ الْأَجْرُ مَرَّتَيْنِ .

”دو آدمی سفر میں نکلے۔ نماز کا وقت ہوا، تو ان کے پاس پانی نہیں تھا۔ دونوں نے پاک مٹی سے تیمّم کر کے نماز ادا کی، پھر نماز کے وقت ہی میں انہیں پانی مل گیا۔ ایک شخص نے تو وضو کر کے نماز دوبارہ پڑھ لی، جبکہ دوسرے نے ایسا نہ کیا۔ پھر دونوں (سفر سے واپسی پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ساری بات بتائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز نہ دوہرانے والے سے فرمایا: آپ صحیح طریقے پر چلے ہیں اور پہلی نماز ہی آپ کو کافی ہے۔ وضو کر کے دوہرانے والے سے

فرمایا: آپ کو دوہرا اجر مل گیا ہے۔''

(سنن أبي داوٗد: 338، سنن النسائي: 433، مسند الدارمي: 744)

جواب: یہ حدیث ضعیف و مرسل ہے۔ اس کی سند میں سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا واسطہ ذکر کرنا خطا ہے، یہ عطاء بن یسار کی مرسل ہے۔

❁ امام ابو داود رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ذِكْرُ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ لَيْسَ بِمَحْفُوظٍ وَهُوَ مُرْسَلٌ .

''اس حدیث میں سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا واسطہ ذکر کرنا غیر محفوظ ہے، یہ مرسل روایت ہے۔''

(سنن أبي داود، تحت الرقم: 338)

سوال: دھوپ اور سائے میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا ممنوع ہے؟

جواب: دھوپ اور سائے میں کھڑے ہونا یا بیٹھنا ممنوع نہیں، اس کی ممانعت بارے میں مروی کوئی روایت ثابت نہیں، البتہ طبی طور پر ایسا کرنا درست نہیں، لہٰذا آدھا دھوپ اور آدھا سائے میں کھڑے ہونے، بیٹھنے یا لیٹنے سے گریز کرنا چاہیے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ جَالِسًا فِي الشَّمْسِ، فَقَلَصَتْ عَنْهُ، فَلْيَتَحَوَّلْ مِنْ مَجْلِسِهٖ .

''جب آپ میں سے کوئی شخص دھوپ میں بیٹھے، پھر اس سے سورج اُوجھل ہونے لگے (یعنی کچھ حصہ سائے میں آنے لگے) تو وہ اپنی جگہ سے ہٹ جائے۔''

(مسند الإمام أحمد : 8976، سنن أبي داود :4821)

سند ضعیف ہے۔محمد بن منکدر راور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے درمیان مبہم واسطہ ہے۔جس سند میں یہ واسطہ نہیں، اسے بھی اس واسطہ پر محمول کیا جائے گا۔

❁ ایک صحابی سے مروی ہے:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى أَنْ يُّجْلَسَ بَيْنَ الضِّحِّ وَالظِّلِّ، وَقَالَ : مَجْلِسُ الشَّيْطَانِ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوپ اور سائے میں بیٹھنے سے منع فرمایا، نیز فرمایا: یہ شیطان کا بیٹھنا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد15421)

سند ضعیف ہے۔قتادہ کا عنعنہ ہے۔

❁ سیدنا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى أَنْ يُّقْعَدَ بَيْنَ الظِّلِّ وَالشَّمْسِ .

''بلاشبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوپ اور سائے میں بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔''

(سنن ابن ماجه : 3722)

روایت ضعیف ہے۔ ابو منیب عبید اللہ بن عبد اللہ عتکی کی عبد اللہ بن بریدہ سے روایت منکر ہے۔

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَا أَنْكَرَ حَدِيثُ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ وَأَبِي الْمُنِيبِ عَنْ ابْنِ بُرَيْدَةَ .

''حسین بن واقد اور ابو منیب کی روایت عبد اللہ بن بریدہ سے کس قدر منکر ہے!''

(علل أحمد بروایة ابنه عبد اللّٰه : 497)

سوال: امام یحییٰ بن معین کے قول ''لاشی ء'' کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اس سے مراد ''لیس بثقة'' ہے۔ یعنی اس میں توثیق کی نفی ہوتی ہے۔

سوال: درج ذیل واقعہ کی کیا حقیقت ہے؟

✿ بابا فریدالدین عطار نے لکھا ہے:

''سلطان محمود غزنوی کے پاس حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی کا جبہ تھا، سومنات کی جنگ میں ایک موقع پر خدشہ ہوا کہ مسلمانوں کو شکست ہو جائے گی، سلطان محمود غزنوی اچانک گھوڑے سے اتر کر ایک گوشے میں چلے گئے اور وہ جبہ ہاتھ میں لے کر سجدے میں گر گئے اور دعا مانگی: بارالٰہا! اس جبے والے کے وسیلے سے ہمیں کافروں پر فتح عطا فرما، جو کچھ مال غنیمت ہاتھ آئے گا، درویشوں میں تقسیم کردوں گا۔''

(تذكرة الأولياء، باب: 77، صفحه: 344)

جواب: بے حقیقت بات ہے۔ بابا فرید الدین عطار محمد بن ابراہیم (۶۲۸ھ / ۶۱۸ھ) گمراہ صوفی اور چھپا ہوا رافضی تھا۔ لہٰذا اس نقل کا کوئی اعتبار نہیں۔

سوال: علی بن یوسف شطنوفی کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: مصری صوفی ابوالحسن علی بن یوسف شطنوفی (۷۱۳ھ) گمراہ صوفی تھا۔ اس نے سب سے پہلے نماز غوثیہ گھڑی ہے۔

(بهجة الأسرار و معدان الأنوار، ص 102، فضل ذكر الصحابة وبشراهم)

کئی اہل علم نے شطنوفی کی کتاب پر عدم اطمینان کا اظہار کیا ہے اور خرافات کا مجموعہ قرار دیا ہے۔ نیز شطنوفی کا خوب رد کیا ہے۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

جَمَعَ الشَّيْخُ نُورُ الدِّينِ الشَّطْنُوفِيُّ الْمُقْرِيُ كِتَابًا حَافِلًا فِي سِيرَتِهٖ وَاَخْبَارِهٖ فِي ثَلَاثِ مُجَلَّدَاتٍ، اَتٰى فِيهِ بِالْبَرَّةِ وَاُذُنِ الْجَرَّةِ، وَبِالصَّحِيحِ وَالْوَاهِي وَالْمَكْذُوبِ، فَإِنَّهٗ كَتَبَ فِيهِ حِكَايَاتٍ عَنْ قَوْمٍ لَّا صِدْقَ لَهُمْ.

”شیخ نورالدین شطنوفی نے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی سیرت اور حالات پر تین جلدوں میں ایک کتاب لکھی ہے، جس میں اس نے اچھی، بری، صحیح، کمزور اور جھوٹی باتیں ذکر کر دی ہیں، اس کی وجہ یہ ہوئی کہ اس نے ایسے راویوں سے حکایات نقل کیں، جو سچے نہیں تھے۔“

(تاریخ الإسلام: 252/12)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ الْكَمَالُ جَعْفَرٌ: وَذَكَرَ فِيهَا غَرَائِبَ وَعَجَائِبَ، وَطَعَنَ النَّاسُ فِي كَثِيرٍ مِّنْ حِكَايَاتِهٖ، وَمِنْ اَسَانِيدِهٖ فِيهَا.

”کمال جعفر نے کہا ہے کہ شطنوفی نے اس کتاب میں منکر اور عجیب وغریب حکایات ذکر کی ہیں، اہل علم نے اس کی بہت سی حکایات اور سندوں پر طعن کیا ہے۔“

(الدُّرر الكامنة: 141/3)

❁ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

لٰكِنْ قَدْ جَمَعَ الْمُقْرِئُ اَبُو الْحَسَنِ الشَّطْنُوفِيُّ الْمِصْرِيُّ، فِي

اَخْبَارِ الشَّيْخِ عَبْدِ الْقَادِرِ وَمَنَاقِبِهٖ ثَلَاثَ مُجَلَّدَاتٍ، وَكَتَبَ فِيهَا الطَّمَ وَالرَّمَّ، وَكَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ، وَقَدْ رَاَيْتُ بَعْضَ هٰذَا الْكِتَابِ، وَلَا يَطِيْبُ عَلٰى قَلْبِي اَنْ اَعْتَمِدَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا فِيهِ، فَاَنْقُلَ مِنْهُ إِلَّا مَا كَانَ مَشْهُورًا مَّعْرُوفًا مِّنْ غَيْرِ هٰذَا الْكِتَابِ، وَذٰلِكَ لِكَثْرَةِ مَا فِيهِ مِنَ الرِّوَايَةِ عَنِ الْمَجْهُولِينَ، وَفِيهِ مِنَ الشَّطْحِ، وَالطَّامَّاتِ، وَالدَّعَاوِي، وَالْكَلَامِ الْبَاطِلِ، مَا لَا يُحْصٰى، وَلَا يَلِيقُ نِسْبَةُ مِثْلِ ذٰلِكَ إِلَى الشَّيْخِ عَبْدِ الْقَادِرِ رَحِمَهُ اللّٰهُ، ثُمَّ وَجَدْتُّ الْكَمَالَ جَعْفَرَ الْاَدْفوِيَّ، قَدْ ذَكَرَ اَنَّ الشَّطْنُوفِيَّ نَفْسَهٗ كَانَ مُتَّهَمًا فِيمَا يَحْكِيهِ فِي هٰذَا الْكِتَابِ بِعَيْنِهٖ.

’’مقری ابوالحسن شطنوفی مصری نے شیخ عبدالقادر رحمہ اللہ کے فضائل و مناقب میں تین جلدوں پر مشتمل کتاب لکھی ہے اور اس میں ہر جھوٹی سچی بات لکھ ماری ہے، کسی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہوتا ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات (بغیر تحقیق) آگے بیان کر دے، میں نے اس کتاب کا کچھ حصہ دیکھا، مجھے اس کی کسی بات پر اعتماد مناسب معلوم نہیں ہوتا، میں اس سے صرف وہ مشہور و معروف چیزیں نقل کروں گا، جو اس کتاب کے علاوہ دوسری کتب میں بھی مذکور ہوں گی، اس میں مجہول راویوں کی کثرت ہے، بے تکی باتوں کی بھرمار ہے، یہ جھوٹ طوفان، بلند بانگ دعوؤں اور باطل باتوں سے اَٹی پڑی ہے،

جنہیں شمار نہیں کیا جا سکتا، شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی طرف اس کتاب کی نسبت جائز نہیں، پھر میں نے کمال جعفرادفوی کی یہ بات بھی پڑھی ہے کہ اس کتاب میں جو کچھ مذکور ہے، یہ خود شطنوفی کی گھڑنتل ہے۔"

(ذيل طبقات الحنابلة : 2/194-195)

سوال: غیر محرم عورتوں کے سامنے مرد کا قمیص اتارنا کیسا ہے؟

جواب: درست نہیں۔

سوال: جس کا پاؤں مصنوعی ہو، کیا وضو میں اسے بھی دھونا واجب ہے؟

جواب: مصنوعی پاؤں کو دھونا واجب نہیں۔

سوال: جس کے مسلمان ہونے میں شک ہو، تو کیا اسے سلام کہا جا سکتا ہے؟

جواب: اگر کسی شخص سے ملاقات اسلامی ملک میں ہو اور ظاہری شکل و ہیئت سے وہ کافر معلوم نہ ہو، تو اسے سلام کہا جا سکتا ہے، تاوقتیکہ اس کا کافر ہونا معلوم ہو جائے، کیونکہ کافر کو سلام کہنا جائز نہیں۔

سوال: آب زمزم سے وضو کرنا کیسا ہے؟

جواب: بلا کراہت جائز ہے۔

سوال: کیا مریم رحمہا اللہ کا نکاح ہوا تھا؟

جواب: مریم رحمہا اللہ کا نکاح نہیں ہوا۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ﴾ (آل عمران : ٤٧، مريم : ٢٠)

"(مریم رحمہا اللہ نے کہا:) مجھے کسی بشر نے نہیں چھوا۔"

معلوم ہوا کہ سیدہ مریم رحمہا اللہ کا نکاح نہیں ہوا تھا۔

سوال: مسجد میں موبائل استعمال کرنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ضرورت کے تحت مسجد میں موبائل استعمال کیا جا سکتا ہے، مگر دھیان رہے کہ نمازی تنگی محسوس نہ کریں۔

سوال: کیا قضائے حاجت کے دوران بات کی جا سکتی ہے؟

جواب: عذر اور مجبوری ہو، تو قضائے حاجت کے دوران بات کی جا سکتی ہے۔

سوال: نکاح ہوا، رخصتی نہیں ہوئی، کیا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ ہے؟

جواب: نکاح ہوا، رخصتی نہیں ہوئی، تو نان ونفقہ شوہر کے ذمہ ہے، کیونکہ وہ اس کی بیوی ہے۔ اگر ادا نہیں کر سکتا، تو رخصتی کر لے۔

سوال: لڑکی مسلمان ہوگئی، باپ کافر ہے، نکاح میں ولی کون بنے گا؟

جواب: کافر کی ولایت معتبر نہیں۔ مسلمان حکمران یا کوئی بڑا عالم نومسلم خاتون کا ولی بن جائے گا۔

سوال: عتیرہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: رجب کے مہینے میں ایک جانور بتوں کے نام پر ذبح کیا جاتا تھا، اسے عتیرہ کہا جاتا ہے۔ اسلام نے اس نظریے کی نفی کی ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا فَرَعَ وَلَا عَتِيرَةَ .

”نہ فرع جائز ہے اور نہ عتیرہ۔ (اونٹنی کا پہلا بچہ، جسے وہ اپنے بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے فرع کہلاتا تھا اور جو بکری وہ رجب کے پہلے عشرے میں ذبح

کرتے تھے، وہ عتیرہ کہلاتی تھی۔)“

(صحيح البخاري : 5474، صحيح مسلم : 1976، المنتقٰى لابن الجارود : 913)

سوال: کیا ایسی کوئی حدیث ہے کہ جس کو سلام کا جواب نہ دیا جائے، اسے فرشتے جواب دیتے ہیں؟

جواب: اس معنی کی کسی حدیث پر دسترس نہیں ہو سکی، واللہ اعلم!

سوال: کیا تورات، زبور اور انجیل بھی کلام اللہ ہیں؟

جواب: قرآن کریم کی طرح تورات، زبور اور انجیل بھی کلام اللہ ہیں، مگر لوگوں نے ان کتابوں میں تحریف کر دی ہے، اب تینوں کتابوں کی کسی بھی آیت کو بالجزم کلام اللہ نہیں کہہ سکتے، البتہ تحریف سے پہلے ان کتابوں کی تمام آیات کلام اللہ تھیں۔ قرآن کریم محفوظ و مامون ہے، اس کی ہر آیت کلام اللہ ہے۔

سوال: سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

جَعَلْتُ أَمْشِي فِي ظِلِّ الْقَمَرِ .

”میں چاند کے سائے (روشنی) میں چلنے لگا۔“

(صحيح البخاري : 6443)

چاند کے سائے میں چلنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: یہاں چاند کے سائے سے مراد چاند کی روشنی ہے۔

سوال: بعض لوگ ایک دوسرے کو ”ویلک“ کہہ دیتے ہیں، جبکہ ”ویل“ تو جہنم کی وادی کو کہتے ہیں۔ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: ویل کا اطلاق جہنم کی وادی یا شدید ہلاکت پر ہوا ہے۔ البتہ جو لوگ ایک

دوسرے کو بے ساختہ ''ویلک'' کہہ دیتے ہیں، اس سے اوپر والا معنی مراد نہیں ہوتا۔ یہ الفاظ زبان پر بغیر قصد جاری ہو جاتے ہیں، اس میں حرج نہیں۔ اس سے مقصود تنبیہ ہوتا ہے، بددعا مقصود نہیں ہوتا۔

سوال: کلمہ لو کا استعمال کیسا ہے؟

جواب: اگر تقدیر کا انکار مقصود نہیں، تو کلمہ لو (اگر) استعمال کیا جا سکتا ہے۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کے کسی ایک صفت کا انکار کرنے والا کافر ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی کسی بھی ثابت شدہ صفت کا سرے سے انکار کرنا کفر ہے۔

سوال: درج ذیل حدیث کا کیا حکم ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

لَمَّا دَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ مَكَّةَ، قَامَ فِينَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيبًا، فَقَالَ: «أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ مَا كَانَ مِنْ حِلْفٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَإِنَّ الْإِسْلَامَ لَمْ يَزِدْهُ إِلَّا شِدَّةً، وَّلَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ، وَالْمُسْلِمُونَ يَدٌ عَلٰى مَنْ سِوَاهُمْ يُجِيرُ عَلَيْهِمْ أَدْنَاهُمْ، وَيَرُدُّ عَلَيْهِمْ أَقْصَاهُمْ، وَتَرُدُّ سَرَايَاهُمْ عَلٰى قَاعِدِهِمْ، وَلَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ، دِيَةُ الْكَافِرِ نِصْفُ دِيَةِ الْمُؤْمِنِ، لَا جَلَبَ، وَلَا جَنَبَ، وَلَا تُؤْخَذُ صَدَقَاتُهُمْ إِلَّا فِي دُورِهِمْ».

''فتح مکہ کے سال جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے، تو آپ نے

کھڑے ہو کر ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا: اے لوگو! زمانہ جاہلیت میں اگر کوئی (امن وامان وغیرہ کا) معاہدہ تھا، تو اسلام نے اسے تقویت پہنچائی ہے، اسلام میں کوئی حلف نہیں ہے، مخالفین کے مقابلے میں مسلمان ایک دوسرے کی مدد کریں، ان میں سے ادنی مسلمان بھی پناہ دے سکتا ہے، اسی طرح دور کا رہائشی بھی پناہ کو توڑ سکتا ہے اور جو فوجی دستہ بڑے لشکر سے الگ ہو کر کسی مہم پر جائے، تو وہ اپنے اس بڑے لشکر کو بھی مال غنیمت میں شریک کرے، کسی مؤمن کو کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے، کافر کی دیت مؤمن کی دیت سے آدھی ہے، جلب ہے نہ جنب بل کہ زکوٰۃ لوگوں کی جائے رہائش سے ہی لی جائے۔ (جلب کا معنی ہے کہ مصدق دفتر میں بیٹھ کر زکوٰۃ وصول کرے اور جنب یہ ہے کہ زکوٰۃ دینے والے اپنے مال کو اصل مقام سے کہیں دور لے جائیں۔)''

(مُسند الإمام أحمد : 180/3، سنن أبي داوٗد : 4583، سنن النّسائي : 8410، 8411، سنن ابن ماجه : 2644)

(جواب): اس کی سند حسن ہے۔ اس حدیث کو امام ابن الجارود (۱۰۵۲)، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۲۸۰) نے ''صحیح'' کہا ہے۔ محمد بن اسحاق نے سماع کی تصریح کر رکھی ہے، عبدالرحمٰن بن حارث نے مسند الامام احمد (۲/ ۲۱۵) اس کی متابعت کی ہے۔

(سوال): ایک شخص نے توبہ کی اور حلف اٹھایا کہ وہ موت تک سگریٹ نوشی نہیں کرے، پھر چند دنوں بعد سگریٹ نوشی کر لی، کیا حکم ہے؟

(جواب): گناہ گار ہے، اس نے قسم توڑ دی ہے، اس پر قسم کا کفارہ ہے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۴۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا دوران طواف وضو کا کیا حکم ہے؟

جواب: دوران طواف وضو مستحب ہے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهٖ حِينَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ تَوَضَّأَ، ثُمَّ طَافَ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (مکہ) پہنچ کر سب سے پہلا کام وضو کیا، پھر طواف کیا۔''

(صحيح البخاري : 1614)

تنبیہ:

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ صَلَاةٌ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ أَحَلَّ لَكُمْ فِيهِ النُّطْقَ فَمَنْ نَطَقَ فَلَا يَنْطِقْ إِلَّا بِخَيْرٍ .

''بیت اللہ کا طواف (ایک قسم کی) نماز ہے، مگر اللہ تعالیٰ نے اس میں تمہارے لیے بولنا جائز رکھا ہے، چنانچہ جو بولے، وہ اچھی بات ہی کرے۔''

(سنن التّرمذي : 960، المُنتقٰى لابن الجارود : 461، السّنن الكبرٰى للبيهقي :

(85/5

سند ضعیف ہے۔ عطاء بن سائب مختلط ہیں، جریر بن عبد الحمید، موسیٰ بن اعین اور فضیل بن عیاض نے ان سے بعد از اختلاط سنا ہے، امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے قبل از اختلاط سماع کیا ہے، لیکن اس سند میں سفیان ثوری نے سماع کی تصریح نہیں کی، لہٰذا سند ضعیف ہے۔ جس سند میں سفیان بن عیینہ ہے، وہاں سفیان کا عنعنہ بھی ہے، نیز ان کا عطاء بن سائب سے قبل از اختلاف روایت لینا ثابت نہیں۔

❀ امام بزار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ قَدْ تَغَيَّرَ فَاضْطَرَبَ فِي حَدِيثِهِ .

”عطاء بن سائب کا حافظہ بگڑ گیا تھا، تو اس کی حدیث میں اضطراب پیدا ہوا۔“

(مسند البزّار، تحت الرقم : 4853)

اس روایت میں اختلاف ہے کہ یہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے یا سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما یا کسی اور صحابی سے۔ مرفوع ہے یا موقوف۔

❀ اس روایت کی دوسری سند بھی ہے۔

اَلطَّوَافُ بِالْبَيْتِ صَلَاةٌ إِلَّا أَنَّ اللّٰهَ أَحَلَّ لَكُمْ فِيهِ الْكَلَامَ فَمَنْ يَّتَكَلَّمْ فَلَا يَتَكَلَّمْ إِلَّا بِخَيْرٍ .

”بیت اللہ کا طواف (ایک قسم کی) نماز ہے، مگر اللہ تعالیٰ نے اس میں تمہارے لیے بولنا جائز رکھا ہے، چنانچہ جو بولے، وہ اچھی بات ہی کرے۔“

(المُستدرك للحاكم : 267/2، وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ”صحیح“ کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ

نے ان کی موافقت کی ہے۔

اس روایت کا مرفوع ہونا خطا ہے۔موقوف ہونا ہی راجح ہے۔

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَفَعَهُ عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ فِي رِوَايَةِ جَمَاعَةٍ عَنْهُ، وَرُوِيَ عَنْهُ مَوْقُوفًا وَالْمَوْقُوفُ أَصَحُّ .

”اسے عطاء بن سائب نے مرفوع بیان کیا ہے، ان سے ایک جماعت نے مرفوع نقل کیا ہے، جبکہ عطاء سے یہی روایت موقوف بھی آتی ہے، اس کا موقوف ہونا ہی صحیح ہے۔“

(مَعرِفة السّنن والآثار : 231/7)

❀ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَوْلُ مَنْ قَالَ : عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَشْبَهُ .

”جن راویوں نے اس روایت کو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے موقوف بیان کیا ہے، ان کی بات راجح ہے۔“

(عِلَل الدّارقُطني : 163/13)

❀ حافظ منذری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلصَّوَابُ مَوْقُوفٌ .

”اس روایت کا موقوف ہونا ہی درست ہے۔“

(التّنبيه لابن التّركماني، ص 288)

❀ حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْمَوْقُوفُ أَصَحُّ .

''اس کا موقوف ہونا ہی صحیح ہے۔''

(شرح مُشکل الوسیط : 370/3)

✿ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَفْعُهٗ ضَعِيفٌ وَالصَّحِيحُ عِنْدَ الْحُفَّاظِ أَنَّهٗ مَوْقُوفٌ .

''اس روایت کا مرفوع ہونا ضعیف ہے، حفاظ حدیث کے نزدیک درست یہی ہے کہ یہ روایت موقوف ہے۔''

(شرح مسلم : 220/8، المَجموع : 18/8)

سوال: درج ذیل روایت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

✿ روایت ہے:

مَنْ صَامَ عَشْرَ ذِي الْحِجَّةِ فَإِنَّ صِيَامَهٗ يَعْدِلُ أَجْرَ شَهِيدٍ .

''جس نے عشرہ ذوالحجہ کے روزے رکھے، تو اسے شہید کے برابر اجر ملے گا۔''

جواب: باوجود بسیار کوشش کے اس روایت پر دسترس نہیں ہو سکی۔

سوال: کیا بغیر کسی سبب کے وضو کیا جا سکتا ہے؟

جواب: اگر کوئی شخص بغیر کسی سبب وضو کرنا چاہے، تو کر سکتا ہے، مثلاً وہ اعمال جن کے لیے وضو ضروری ہے یا مستحب ہے، ان اعمال کا ارادہ نہیں، جیسے نماز، قرآن کریم وغیرہ، تب بھی وضو کر سکتا ہے۔ وضو مستقل عبادت ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

✿ مروی ہے:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَرَّ بِالْحَجَرِ الْأَسْوَدِ قَالَ : أَعُوذُ بِرَبِّ هٰذَا الْحَجَرِ مِنَ الدَّيْنِ وَالْفَقْرِ وَضِيقِ الصَّدْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ .

''رسول اللہ ﷺ جب حجر اسود کے پاس سے گزرتے، تو فرماتے: میں قرض، فقر، سینے کی تنگی اور عذاب قبر سے اس پتھر کے رب کی پناہ میں آتا ہوں۔''

(المَبسوط للسرخسي الحنفي : 9/4، بدائع الصّنائع للكاساني الحنفي : 146/2، تبيين الحقائق للزّيلعي : 15/2)

جواب: بے سند ہے۔

سوال: بعض نے کہا ہے کہ حدیث کے درج ذیل الفاظ مدرج ہیں؟

وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ .

''خشک ایڑھیوں کے لیے جہنم کی 'ویل' نامی وادی ہے۔''

جواب: مذکورہ الفاظ حدیث رسول ﷺ میں ثابت ہیں۔ یہ نبی کریم ﷺ کے الفاظ ہیں۔ کئی احادیث میں مذکور ہیں، کسی روایت سے ان الفاظ کا مدرج ہونا ثابت نہیں ہوتا، بلکہ بالاتفاق صحیح احادیث میں یہ الفاظ نبی کریم ﷺ سے منقول ہیں۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

تَخَلَّفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنَّا فِي سَفْرَةٍ سَافَرْنَاهَا، فَأَدْرَكَنَا وَقَدْ أَرْهَقْنَا الْعَصْرَ، فَجَعَلْنَا نَتَوَضَّأُ وَنَمْسَحُ عَلٰى أَرْجُلِنَا، فَنَادٰى بِأَعْلٰى صَوْتِهٖ : وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ، مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا .

”ایک سفر میں نبی اکرم ﷺ ہم سے پیچھے رہ گئے۔ عین عصر کے وقت آپ ﷺ ہم سے ملے۔ ہم وضو کرنے اور اپنے پاؤں کو ہلکا دھونے لگے۔ آپ ﷺ نے بلند آواز سے دو یا تین مرتبہ پکارا: خشک ایڑھیوں کے لیے جہنم کی ”ویل“ نامی وادی ہے۔“

(صحيح البخاري : 163، صحيح مسلم :241)

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

”اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔“

(شرح السّنة :428/1)

❁ علامہ ابوالحسین مؤید بن محمد طوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَحِيحٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

”یہ حدیث صحیح ہے، اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔“

(الأربعون، ص 112)

مسح سے مراد خفیف دھونا بھی ہے۔

دیگر صحابہ نے بھی یہ الفاظ نبی کریم ﷺ سے روایت کیے ہیں۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

(صحيح البخاري : 165، صحيح مسلم : 242)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

(صحيح مسلم : 240)

❁ سیدنا عبد اللہ بن حارث بن جزء زبیدی رضی اللہ عنہ

(مسند الإمام أحمد : 191/4، المستدرك على الصّحيحين للحاكم : 162/1، السّنن الكبرٰى للبيهقي :70/1، وسندہٗ صحیحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ (۱۶۳) اور امام حاکم نے ''صحیح'' کہا ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (تفسیر ابن کثیر:۲/ ۴۹۳) نے اس کی سند ''صحیح'' قرار دی ہے۔

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

(مسند الإمام أحمد : 14965، تفسير الطّبري : 205/8، وسندہٗ صحیحٌ)

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا قَرَأْتُمِ : ﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ فَاقْرَؤُوا : ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ﴾(الفاتحة : ١) إِنَّهَا أُمُّ الْقُرْآنِ وَأُمُّ الْكِتَابِ وَالسَّبْعُ الْمَثَانِي وَ ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ﴾(الفاتحة : ١) إِحْدَاهَا .

''جب آپ سورت فاتحہ پڑھیں، تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بھی پڑھا کریں، کیونکہ سورت فاتحہ اُم القرآن، اُم الکتاب اور سبع مثانی (سات بار بار پڑھی جانے والی آیات) ہے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اس کی ایک مستقل آیت ہے۔''

(سنن الدّارقطني : 1190)

جواب: یہ روایت موقوف ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ اس کا مرفوع ہونا خطا ہے۔

❀ راوی حدیث ابوبکر حنفی رحمہ اللہ مذکورہ حدیث کے بعد فرماتے ہیں:

ثُمَّ لَقِيتُ نُوحًا فَحَدَّثَنِي عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ بِمِثْلِهِ وَلَمْ يَرْفَعْهُ .

”پھر میں نوح بن ابی بلال سے ملا، تو انہوں نے مجھے سعید بن ابی سعید مقبری عن ابی ہریرہ کی سند سے اسی کے مثل حدیث بیان کی، مگر اسے مرفوع (نبی کریم ﷺ سے) بیان نہیں کیا۔“

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ أَشْبَهُهَا بِالصَّوَابِ .

”اس روایت کا موقوف ہونا ہی درست ہے۔“

(عِلَل الدّارقطني : 148/8)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

دَخَلَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَيْتَ الْمُدَارَسِ، فَوَجَدَ مِنْ يَهُودَ نَاسًا كَثِيرًا قَدِ اجْتَمَعُوا إِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ يُقَالُ لَهُ فِنْحَاصُ، كَانَ مِنْ عُلَمَائِهِمْ وَأَحْبَارِهِمْ، وَمَعَهُ حَبْرٌ يُقَالُ لَهُ أَشْيَعُ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لِفِنْحَاصٍ : وَيْحَكَ يَا فِنْحَاصُ، اتَّقِ اللّٰهَ وَأَسْلِمْ، فَوَاللّٰهِ إِنَّكَ لَتَعْلَمُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ، قَدْ جَاءَكُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ، تَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَكُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ، قَالَ فِنْحَاصُ : وَاللّٰهِ يَا أَبَا بَكْرٍ مَا بِنَا إِلَى اللّٰهِ مِنْ فَقْرٍ، وَإِنَّهُ إِلَيْنَا لَفَقِيرٌ، وَمَا نَتَضَرَّعُ إِلَيْهِ كَمَا يَتَضَرَّعُ إِلَيْنَا، وَإِنَّا عَنْهُ لَأَغْنِيَاءُ، وَلَوْ كَانَ عَنَّا غَنِيًّا

مَا اسْتَقْرَضَ مِنَّا كَمَا يَزْعُمُ صَاحِبُكُمْ، يَنْهَاكُمْ عَنِ الرِّبَا وَيُعْطِينَاهُ، وَلَوْ كَانَ غَنِيًّا عَنَّا مَا أَعْطَانَا الرِّبَا، فَغَضِبَ أَبُو بَكْرٍ، فَضَرَبَ وَجْهَ فِنْحَاصٍ ضَرْبَةً شَدِيدَةً، وَقَالَ : وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَوْلَا الْعَهْدُ الَّذِي بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ لَضَرَبْتُ عُنُقَكَ يَا عَدُوَّ اللّٰهِ، فَأَكْذِبُونَا مَا اسْتَطَعْتُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ، فَذَهَبَ فِنْحَاصٌ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : يَا مُحَمَّدُ انْظُرْ مَا صَنَعَ بِي صَاحِبُكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي بَكْرٍ : وَمَا حَمَلَكَ عَلٰى مَا صَنَعْتَ؟ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ عَدُوَّ اللّٰهِ قَالَ قَوْلًا عَظِيمًا، زَعَمَ أَنَّ اللّٰهَ فَقِيرٌ، وَأَنَّهُمْ عَنْهُ أَغْنِيَاءُ، فَلَمَّا قَالَ ذٰلِكَ غَضِبْتُ لِلّٰهِ مِمَّا قَالَ، فَضَرَبْتُ وَجْهَهٗ، فَجَحَدَ ذٰلِكَ فِنْحَاصٌ، وَقَالَ : مَا قُلْتُ ذٰلِكَ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيمَا قَالَ فِنْحَاصٌ رَدًّا عَلَيْهِ وَتَصْدِيقًا لِأَبِي بَكْرٍ : ﴿لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللّٰهَ فَقِيرٌ وَّنَحْنُ أَغْنِيَآءُ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوا وَقَتْلَهُمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَنَقُولُ ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ﴾(آل عمران : ۱۸۱) .

”سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیت المدارس میں داخل ہوئے، دیکھا کہ وہاں بہت سے یہودی ایک شخص کے گرد جمع تھے، جسے فنحاص کہا جاتا تھا، اس کا شمار یہودی

علماء اور احبار میں ہوتا تھا۔ اس کے ساتھ اشیع نامی عالم بھی تھا۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فنحاص سے کہا: ارے فنحاص! اللہ سے ڈر جا اور اسلام قبول کر لے، اللہ کی قسم! تم جانتے بھی ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، وہ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق لے کر مبعوث ہوئے ہیں، اُن کا ذکر تم اپنے پاس تورات وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہو۔ فنحاص نے کہا: ابو بکر! اللہ کی قسم! ہمیں اللہ تعالیٰ کی کوئی ضرورت نہیں، بلکہ اسے ہماری ضرورت ہے، ہم اس کی طرف گریہ زاری نہیں کرتے، بلکہ وہ ہماری طرف گریہ زاری کرتا ہے اور ہم اس سے غنی ہیں، اگر وہ ہم سے غنی ہوتا، تو ہم سے قرض نہ مانگتا، جیسا کہ تمہارا صاحب (نبی) دعویٰ کرتا ہے۔ وہ ہمیں سود لینے سے روکتا ہے، جبکہ خود ہمیں سود دیتا ہے، اگر وہ ہم سے غنی ہوتا، تو وہ ہمیں (قرض کی واپسی کے ضمن میں) سود نہ دیتا۔ (یہ توہین آمیز باتیں سن کر) سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا اور فنحاص کے چہرے پر زوردار تھپڑ رسید کر دیا اور فرمایا: اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر ہمارے اور تمہارے درمیان معاہدہ نہ ہوتا، تو میں تمہاری گردن مار دیتا، اللہ کے دشمن! اگر تم سچے ہو، تو ہمیں جھوٹا ثابت کر کے دکھاؤ۔ فنحاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا، کہا: محمد! یہ دیکھو، تمہارے دوست نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ کو ایسا کرنے پر کس چیز نے مجبور کیا؟ عرض کیا: اللہ کے رسول! اس اللہ کے دشمن نے بہت بڑی (خطرناک) بات کہی تھی، یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور یہ اللہ سے غنی ہیں، جب اس نے یہ بات کہی،

تو اس کی بات پر مجھے اللہ تعالیٰ کی خاطر غصہ آ گیا اور میں نے اس کے منہ پر تھپڑ رسید کر دیا۔ فنحاص نے اس بات کا سرے سے انکار ہی کر دیا، کہنے لگا: میں نے تو ایسا کچھ نہیں کہا، تو اللہ تعالیٰ نے فنحاص کے رد میں اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی: ﴿لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللّٰهَ فَقِيرٌ وَّنَحْنُ أَغْنِيَآءُ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوا وَقَتْلَهُمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَنَقُولُ ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ﴾ (آل عمران : ۱۸۱) ''تحقیق اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی بات کو سن لیا، جنہوں نے کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں، عنقریب ہم ان کی باتوں کو لکھیں گے اور ان کا انبیاء کو بغیر حق قتل کرنا بھی (لکھیں گے) اور ہم کہیں کہ آگ کا عذاب چکھو۔''

(تفسير الطّبري : 278/6)

جواب: سند ضعیف ہے۔ محمد بن ابی بکر مولیٰ زید بن ثابت مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات: ۳۹۲/۷'' میں ذکر کیا ہے۔

سوال: کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مہاجر صحابہ مرتد ہو گئے تھے؟

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی مہاجر صحابی مرتد نہیں ہوا۔ اس پر اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے۔ اجماع نصوص شرعیہ کا پہرہ دار ہوتا ہے۔

❁ علامہ عبدالقاہر بن طاہر اسفرائینی رحمہ اللہ (۴۲۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ أَهْلُ السُّنَّةِ عَلٰى إِيمَانِ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ مِنَ الصَّحَابَةِ، هٰذَا خِلَافُ قَوْلِ مَنْ زَعَمَ مِنَ الرَّافِضَةِ أَنَّ الصَّحَابَةَ كَفَرَتْ بِتَرْكِهَا بَيْعَةَ عَلِيٍّ وَخِلَافُ قَوْلِ الْكَامِلِيَّةِ فِي تَكْفِيرِ عَلِيٍّ

بِتَرْكِهِ قِتَالَهُمْ وَأَجْمَعَ أَهْلُ السُّنَّةِ عَلٰى أَنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا بَعْدَ وَفَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ كِنْدَةَ وَحَنِيفَةَ وَفَزَارَةَ وَبَنِي أَسَدٍ وَبَنِي قُشَيْرٍ وَبَنِي بَكْرِ ابْنِ وَائِلٍ لَمْ يَكُونُوا مِنَ الْأَنْصَارِ وَلَا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ قَبْلَ فَتْحِ مَكَّةَ وَإِنَّمَا أَطْلَقَ الشَّرْعُ اسْمَ الْمُهَاجِرِينَ عَلٰى مَنْ هَاجَرَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ فَتْحِ مَكَّةَ وَأُولٰئِكَ بِحَمْدِ اللّٰهِ وَمَنِّهِ دَرَجُوا عَلَى الدِّينِ الْقَوِيمِ وَالصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيمِ.

”اہل سنت والجماعت کا مہاجرین وانصار صحابہ کے مؤمن ہونے پر اجماع ہے۔ یہ ان روافض کے نظریہ کے خلاف ہے، جن کا کہنا ہے کہ صحابہ نے جب سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بیعت کو ترک کیا، تو وہ کافر ہو گئے تھے۔ اسی طرح فرقہ کاملیہ کے برخلاف، جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی تکفیر کرتے ہیں کہ انہوں نے ان صحابہ سے قتال ترک کیا تھا۔ اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کے بعد معدودے چند لوگ مرتد ہوئے، جن کا تعلق قبیلہ کندہ، حنیفہ، فزارہ، بنو اسد، بنو قشیر اور بنو بکر بن وائل سے تھا، وہ جماعت انصار یا جماعت مہاجرین میں سے نہیں تھے کہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل ہجرت کی ہو۔ شریعت میں مہاجرین کا نام ان صحابہ پر بولا جاتا ہے، جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف (مدینہ میں) ہجرت کی ہو۔ اور وہ سبھی صحابہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دین قویم اور صراط مستقیم کے درجہ پر

فائز رہے ہیں۔‘‘

(الفرق بين الفِرَق، ص 352-353)

سوال: کہا جاتا ہے کہ جس کے سلام کا جواب نہ دیا جائے، اس کا جواب فرشتے دیتے ہیں، اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: یہ بات محتاج دلیل ہے۔

سوال: آخری تشہد میں سلام سے پہلے رانوں پر ہاتھ مارنا کیسا ہے؟

جواب: اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں، یہ روافض کا طریقہ نماز ہے۔ جس پر کوئی معتبر دلیل نہیں مل سکی۔

سوال: جانور کو ذبح کرنے سے پہلے اس پر پانی ڈالنا کیسا ہے؟

جواب: موسم کی موافقت سے ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

سوال: ایک ہی مجلس میں دو تین مرتبہ سلام کہنا کیسا ہے؟

جواب: اگر مجلس بڑی ہے، تو مجلس میں داخل ہوتے وقت دو تین مرتبہ مختلف جگہ سے گزرتے ہوئے سلام کہنا درست ہے۔ اگر مجلس کے سبھی شرکا کو سلام کی آواز پہنچ گئی ہے، تو ایک مرتبہ سلام پر اکتفا کیا جائے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهٗ كَانَ إِذَا سَلَّمَ سَلَّمَ ثَلَاثًا، وَإِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَلَاثًا.

’’نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سلام کرتے، تو تین مرتبہ کرتے اور بات کرتے، تو اسے تین مرتبہ دہراتے۔‘‘

(صحيح البخاري: 94)

حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مَحْمُولٌ عَلٰى مَا إِذَا كَانَ الْجَمْعُ كَثِيرًا .

''یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ جب مجمع زیادہ ہو۔''

(الأذکار، ص 245)

سوال: اگر گھر میں کوئی بھی موجود نہ ہو، تو کیا پھر بھی گھر داخل ہوتے وقت سلام کہنا مشروع ہے؟

جواب: سلام گھر میں داخل ہونے پر مشروع نہیں ہوا، بلکہ گھر والوں کو سلام کہنا مشروع ہے، جب گھر میں کوئی ہے ہی نہیں، تو گھر داخل ہوتے وقت سلام نہیں۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلٰٓى أَهْلِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾

(النّور : ٢٧)

''اہل ایمان! کسی کے گھر بلا اجازت داخل نہ ہوں، گھر میں داخل ہوتے ہی سلام کہیں، یہ آپ کے لئے بہتر ہے، تا کہ آپ نصیحت حاصل کر لیں۔''

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً﴾ (النّور : ٦١)

''گھروں میں جائیں، تو گھر والوں کو سلام کہیں، یہ اللہ کریم کی طرف سے مبارک اور پاکیزہ تحفہ ہے۔''

سوال: گاڑی کا بیمہ کرانا کیسا ہے؟

جواب: ناجائز ہے۔اس میں کئی شرعی قباحتیں ہیں۔

سوال: فضائل میں موضوع روایت پیش کرنا کیسا ہے؟

جواب: فضائل اور ترغیب وترہیب میں بھی صحیح یا حسن احادیث سے استدلال کرنا چاہیے، اگر چہ بعض علمانے فضائل میں تسامح سے کام لیا ہے، مگر موضوع ومن گھڑت روایت کو کسی طور قبول نہیں کیا گیا، کیونکہ یہ نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ پر جھوٹ ہے۔ جان بوجھ کر من گھڑت روایت بیان کرنا اور ان کے جھوٹے ہونے کو چھپا لینا کبیرہ گناہ ہے۔اس پر سخت وعید آئی ہے۔

❁ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ .

”جس نے جان بوجھ پر مجھ پر جھوٹ باندھا، وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ بنالے۔“

(صحيح البخاري : 1291، صحيح مسلم : 4)

سوال: کیا نماز استسقاء کی قضا بھی دی جاسکتی ہے؟

جواب: اگر کسی علاقہ میں نماز استسقاء کا اہتمام کیا گیا، مگر ایک آدمی نماز استسقاء سے لیٹ ہو گیا، تو اس پر نماز نہیں، اگر دو لوگ مل کر جماعت کرالیں، تو درست ہے، اگر صرف دعا پر اکتفا کریں، تو بھی کوئی حرج نہیں۔

سوال: کیا صرف سوموار کا روزہ رکھنا جائز ہے؟

جواب: جی ہاں۔

❁ سیدنا ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ؟ قَالَ : ذَاكَ يَوْمٌ وُلِدْتُ فِيهِ، وَيَوْمٌ بُعِثْتُ أَوْ أُنْزِلَ عَلَيَّ فِيهِ .

''نبی کریم ﷺ سے سوموار کے روزے کے متعلق پوچھا گیا، تو فرمایا: اس دن میری ولادت ہوئی اور اسی دن مجھے نبوت ملی۔''

(صحیح مسلم : 1162)

سوال: کالی بلی سے بچے ڈرتے ہیں، کیا اسے قتل کرنا جائز ہے؟

جواب: بلی جس بھی رنگ کی ہو، جب وہ موذی بن جائے، یا تنگ کرے، تو اسے پکڑ کر کہیں دور چھوڑ آئیں، اگر پکڑنا ممکن نہ ہو، تو اسے تلف کیا جا سکتا ہے۔ اگر وہ موذی نہیں ہے، یعنی جسمانی یا مالی نقصان نہیں کرتی، تو اسے قتل کرنا جائز نہیں، البتہ اگر وہ اچھی نہیں لگتی یا اس سے بچے ڈرتے ہیں، تو اسے کہیں دور چھوڑ آئیں۔

سوال: قیلولہ کا وقت کیا ہے؟

جواب: قیلولہ دن میں ظہر سے پہلے یا ظہر کے بعد آرام کرنے کو کہتے ہیں، چند منٹ کے آرام سے انسان چست اور مستعد ہو جاتا ہے۔ قیلولہ سنت ہے۔ سنت کا نور، رحمت، برکت اور سلامتی نصیب ہو جائے گی۔

سوال: میں اپنی داڑھی کو چھیڑتا رہتا ہوں، جس سے داڑھی کے بال ٹوٹ کر گر جاتے ہیں، کیا حکم ہے؟

جواب: اگر داڑھی کے بال خود سے گر جائیں، مثلاً غسل کرتے وقت یا وضو میں خلال کرتے ہوئے، تو کوئی مضائقہ نہیں۔ مگر جان بوجھ کر بار بار داڑھی کو چھیڑتے رہنا اچھی عادت نہیں، کیونکہ اس سے بال گرتے ہیں، لہٰذا اس سے اجتناب کیا جائے۔

(سوال): بعض کھلاڑی چھوٹی نیکریں پہن کر بالی بال کھیلتے ہیں، کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر نیکریں اتنی چھوٹی ہیں کہ ران نظر آتی ہے، تو ایسی نیکریں پہننا جائز نہیں۔ ران کو ڈھانپنا چاہیے، کیونکہ یہ عورہ مخففہ (پردہ) ہے۔ مرد کے لیے عورہ مخففہ کا حکم یہ ہے کہ اسے جان بوجھ کر برہنہ نہیں کرنا چاہیے، البتہ اگر بے خیالی اور بے تکلفی میں ایسا ہو جائے، تو گناہ نہیں۔

لہٰذا بالی بال کے کھلاڑیوں کو چاہیے کہ ایسی نیکریں پہنیں، جن سے ران پوری طرح ڈھک جائے، جو گھٹنوں تک ہوں، کیونکہ ران ستر میں شامل ہے۔

(سوال): عورت وضو میں سر کا مسح کیسے کرے گی؟

(جواب): عورت اور مرد کے لیے وضو میں سر کا مسح ایک جیسا ہے۔ دونوں ہاتھ ملا کر سر کے اگلے حصہ سے گدی تک، پھر اسی طرح گدی سے سر کی اگلی جانب لے آئے گی۔ گدی سے نیچے والے بالوں تک ہاتھ لے جانے کی ضرورت نہیں۔ مرد اور عورت کے طریقہ مسح میں فرق نہیں کیا گیا۔

(سوال): میں نو مسلم ہوں، میرے لیے عربی بولنا دشوار ہے، میں نے کسی مفتی سے پوچھا، تو انہوں نے مجھے انگلش میں سورت فاتحہ پڑھنے کی اجازت دی، اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

(جواب): سورت فاتحہ عربی میں ہے، اسے انگلش یا کسی زبان میں ترجمہ کر کے تلاوت کرنا جائز نہیں۔ نو مسلم کو چاہیے کہ جتنا جلدی ہو سکے سورت فاتحہ سیکھے، تب تک سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ وغیرہ پڑھتا رہے۔ یہ کلمات زبان سے ادا کرنا بہت آسان ہیں۔ بہر کیف سورت فاتحہ یا قرآن کریم کا کوئی حصہ کسی بھی زبان میں پڑھنا جائز

نہیں، یہ الحاد ہے۔

❁ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ أُمَّ الْقُرْآنِ أَوْ شَيْئًا مِنْهَا، أَوْ شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ فِي صَلَاتِهِ مُتَرْجَمًا بِغَيْرِ الْعَرَبِيَّةِ، أَوْ بِأَلْفَاظٍ عَرَبِيَّةٍ غَيْرِ الْأَلْفَاظِ الَّتِي أَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى، عَامِدًا لِذٰلِكَ، أَوْ قَدَّمَ كَلِمَةً أَوْ أَخَّرَهَا عَامِدًا لِذٰلِكَ، بَطَلَتْ صَلَاتُهُ، وَهُوَ فَاسِقٌ؛ لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ: ﴿قُرْآنًا عَرَبِيًّا﴾(يوسف: ٢)، وَغَيْرُ الْعَرَبِيِّ لَيْسَ عَرَبِيًّا، فَلَيْسَ قُرْآنًا، وَإِحَالَةُ رُتْبَةِ الْقُرْآنِ تَحْرِيفُ كَلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَقَدْ ذَمَّ اللّٰهُ تَعَالٰى قَوْمًا فَعَلُوا ذٰلِكَ فَقَالَ: ﴿يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ﴾(النّساء: ٤٦) وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ: تُجْزِيهِ صَلَاتُهُ، وَاحْتَجَّ لَهُ مَنْ قَلَّدَهُ بِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: ﴿وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ﴾ (الشُّعرآء: ١٩٦) قَالَ عَلِيٌّ: لَا حُجَّةَ لَهُمْ فِي هٰذَا؛ لِأَنَّ الْقُرْآنَ الْمُنَزَّلَ عَلَيْنَا عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَنْزِلْ عَلَى الْأَوَّلِينَ، وَإِنَّمَا فِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ ذِكْرُهُ وَالْإِقْرَارُ بِهِ فَقَطْ؛ وَلَوْ أُنْزِلَ عَلٰى غَيْرِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَا كَانَ آيَةً لَهُ، وَلَا فَضِيلَةَ لَهُ، وَهٰذَا لَا يَقُولُهُ مُسْلِمٌ، وَمَنْ كَانَ لَا يُحْسِنُ الْعَرَبِيَّةَ فَلْيَذْكُرِ اللّٰهَ تَعَالٰى بِلُغَتِهِ؛ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ

نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾(البقرة : ٢٨٦) وَلَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَقْرَأَ أُمَّ الْقُرْآنِ وَلَا شَيْئًا مِّنَ الْقُرْآنِ مُتَرْجَمًا عَلٰى أَنَّهُ الَّذِي افْتَرَضَ عَلَيْهِ أَنْ يَقْرَأَهُ؛ لِأَنَّهُ غَيْرُ الَّذِي افْتَرَضَ عَلَيْهِ كَمَا ذَكَرْنَا؛ فَيَكُونُ مُفْتَرِيًا عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى .

''جس نے نماز میں جان بوجھ کر سورت فاتحہ یا اس کے کچھ حصہ کا یا قرآن کے کسی بھی حصہ کا عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان میں ترجمہ پڑھا یا پڑھا تو عربی میں ہی، مگر ان الفاظ کے علاوہ، جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیے، یا جان بوجھ کر کسی لفظ کو آگے یا پیچھے کیا، تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور وہ فاسق (کبیرہ گناہ کا مرتکب) ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿قُرْآنًا عَرَبِيًّا﴾ ''ہم نے قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا۔'' غیر عربی کو عربی نہیں کہا جاتا، لہٰذا وہ قرآن بھی نہیں۔ قرآن کی ترتیب کو بدلنا کلام اللہ کی تحریف ہے۔ جن لوگوں نے تحریف کی، اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت کی ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے:﴿يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ﴾ ''وہ الفاظ کو ان کی اصل جگہ سے پھیر دیتے ہیں۔'' امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایسے شخص کی نماز جائز ہے۔ ان کے مقلدین نے ان کی دلیل میں یہ فرمان باری تعالیٰ پیش کیا ہے:﴿وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ﴾ ''قرآن کا ذکر پہلے نبیوں کی کتابوں میں موجود ہے۔'' علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس آیت میں احناف کی دلیل نہیں ہے، کیونکہ جو قرآن ہم پر ہمارے نبی کی زبان (عربی) میں نازل ہوا، وہ پہلے انبیا پر نازل

نہیں ہوا، بلکہ پہلے انبیا کی کتابوں میں صرف اس کا ذکر اور اقرار موجود تھا۔ اگر قرآن نبی کریم ﷺ کے علاوہ کسی اور نبی پر بھی نازل ہوا ہوتا، تو یہ آپ ﷺ کے لیے معجزہ اور فضیلت نہ ہوتا۔ جبکہ یہ بات کوئی مسلمان نہیں کرتا۔ (درست بات یہ ہے کہ) جو شخص عربی کی ادائیگی نہیں کرسکتا، وہ اپنی زبان میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرلے، فرمان الٰہی ہے: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ ''اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلّف نہیں ٹھہراتا۔'' اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ (نماز میں) فرضیت کو ادا کرنے کے لیے سورت فاتحہ یا قرآن کے کسی حصہ کا ترجمہ پڑھے، کیونکہ یہ وہ قرأت نہیں ہے، جو اس پر فرض ہے۔ جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کردیا ہے۔ اس طرح وہ اللہ تعالیٰ پر افترا باندھنے والا ہوجائے گا۔''

(المُحلّٰی بالآثار: 2/285، مسألة: 367)

سوال: کیا عورتیں کھیلوں میں حصہ لے سکتی ہیں؟

جواب: اسلام حسن وخوبی والا دین ہے۔ اپنے ماننے والوں کی ہر حوالہ سے راہنمائی کرتا ہے۔ جہاں راہنمائی کرتا ہے، وہاں ہر اعتبار سے ان کا خیال بھی رکھتا تھا۔ اسلام کی تعلیمات میں دل کی تطہیر و پاکیزگی کا سامان ہے۔

اسلام نے عورتوں کی راہنمائی کی ہے کہ وہ چادر چار دیواری میں رہیں اور بغیر ضرورت گھر سے نہ نکلیں۔ جب نکلیں، تو شرعی پابندیوں کے ساتھ نکلیں۔

عورتیں اگر چار دیواری میں آپس میں کھیل کود کرنا چاہیں، تو کرسکتی ہیں۔ بشرطیکہ انہیں اجنبی مرد نہ دیکھ رہے ہوں۔

مگر عورتوں کا نیشنل یا انٹرنیشنل سطح پر کھیلوں میں شرکت کرنا جائز نہیں، بلکہ حرام ہے۔ اس میں بے پردگی سمیت کئی غیر شرعی اُمور پائے جاتے ہیں۔اس میں دنیا وآخرت کی تباہی وبربادی ہے۔عورت کے تقدس کی پامالی ہے۔ ویسے بھی اللہ تعالیٰ نے لہو ولعب کے لیے پیدا نہیں کیا۔ ہماری کامیابی قرآن وحدیث کے اتباع میں ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۴۶)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): قیامت کے احوال کے متعلق سوچ سوچ کر متفکر ہونا کیسا ہے؟

(جواب): قیامت کے ہولناک احوال سے عبرت پکڑنی چاہیے، یہ انسان کے دل میں باری تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور پکڑ کا خوف پیدا کرتے ہیں۔ اس لیے قیامت کے احوال کو پڑھنا بھی چاہیے اور ان کے بارے میں تفکر بھی کرنا چاہیے، تاکہ آخرت کی تیاری اور خشیت الٰہی میں مدد ملے۔ اس سے رب تعالیٰ پر ایمان مضبوط ہوتا ہے، اخلاص پیدا ہوتا ہے، نیکیوں میں رغبت بڑھتی ہے، گناہوں سے دوری اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا ولولہ پیدا ہوتا ہے۔

(سوال): طواف کعبہ کے دوران حجر اسود کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پورے دن کو متوجہ کرنا ضروری ہے یا صرف اشارہ ہی کافی ہے؟

(جواب): ہاتھ کا اشارہ ہی کافی ہے، سارے بدن کا رخ حجر اسود کی طرف کرنا ضروری نہیں۔

(سوال): میں سفر سے واپس آیا، نماز عشاء کا وقت ہوا، تو میں اپنے گاؤں پہنچ چکا تھا، مگر میں نے نماز عشاء قصر کر کے دو رکعت ادا کر لی، اس بات کو ایک سال ہو چکا ہے، کیا میرا یہ عمل درست ہے؟

(جواب): جب آپ نماز عشاء کے وقت اپنے گاؤں داخل ہو چکے تھے، تو آپ کے

لیے سفر کے احکام ختم ہو گئے تھے، لہٰذا آپ کو چار رکعت مکمل نماز ادا کرنی چاہیے تھی، اس لیے آپ کی وہ نماز باطل ہے۔ لہٰذا آپ اس نماز کا اعادہ کریں اور چار رکعت ادا کریں۔

حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْإِجْمَاعَ مُنْعَقِدٌ بِأَنَّ صَلَاةَ الْحَضَرِ تَامَّةٌ غَيْرُ مَقْصُورَةٍ.

''اس پر اجماع منعقد ہے کہ حالت اقامت کی نماز پوری پڑھی جائے گی، قصر نہیں کی جائے گی۔''

(الاستذکار: 18/1)

سوال: رسولوں کے پہلے پہلے متبعین میں کمزور لوگ ہی کیوں تھے؟

جواب: رسولوں کی دعوت کو پہلے قبول کرنے والوں میں عموماً کمزور اور نادار لوگ تھے، اس کی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر غربا میں تکبر وغیرہ نہیں ہوتا، وہ مال وافر نہ ہونے کی وجہ سے کئی شہوتوں سے دور ہوتے ہیں، اس لیے ان کے دل میں پیغام وحی جلدی اثر کرتا تھا۔ اس کے برعکس مال دار لوگ عموماً متکبر اور جاہ وحشمت کے دلدادہ ہوتے تھے، اس لیے وہ کسی نبی کی پیروی کو اپنی توہین خیال کرتے تھے، نیز مالداری نے انہیں کئی خواہشات کا پرستار بنا رکھا ہوتا تھا۔ اس لیے انہیں عموماً حق قبول کرنے کی توفیق نہیں ہوتی تھی۔

ایسا بہت کم ہوا ہے کہ کسی نبی اور رسول کے اول اول پیروکاروں میں شرفاء ہوں، مثلاً سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تعلق عرب کے شرفا اور صاحب ثروت لوگوں میں ہوتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لانے والی شخصیت ہیں۔

سوال: قرآن کریم کے نسخے فروخت کرنا کیسا ہے؟

جواب: مصاحف قرآنی کی خرید وفروخت جائز ہے۔

سوال: ایک شخص نے حالت احرام میں بیوی کا بوسہ لیا، کیا حکم ہے؟

جواب: ایسا کرنا درست نہیں۔ البتہ اس سے احرام فاسد نہیں ہوگا۔

سوال: دو سجدوں کے درمیان بیٹھتے ہوئے انگلی کا اشارہ کرنا کیسا ہے؟

جواب: انگشت شہادت کے ساتھ اشارہ کرنا تشہد میں مشروع ہے، دو سجدوں کے درمیان بیٹھتے ہوئے انگلی کا اشارہ کرنا درست نہیں، کیونکہ یہ اشارہ کا محل نہیں، احادیث وآثار میں اس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

مسند احمد (١٨٨٥٨) والی روایت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ دو سجدوں کے درمیان بیٹھتے وقت انگلی کا اشارہ کیا جائے گا۔

مگر اس روایت کے الفاظ میں تقدیم وتاخیر ہے۔ یا اس روایت کو یہ الفاظ شاذ ہیں، کیونکہ انہیں اس طرح بیان کرنے میں سفیان ثوری منفرد ہیں، عاصم بن کلیب کے دیگر شاگرد اس طرح بیان نہیں کرتے۔

سوال: کیا ایسی کوئی آگ نکلی گی، جس سے بصریٰ کی اونٹیوں کی کوہانیں روشن ہو جائیں گی؟

جواب: نبی کریم ﷺ نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ حجاز (مدینہ کے حرم سے باہر) میں آگ نکلے گی، جس کی روشنی سے بصریٰ کے اونٹوں کی کوہانیں روشن ہو جائیں گی۔

سن ٦٥٤ھ میں یہ واقعہ وقوع پذیر ہو چکا ہے، تواتر کے ساتھ مدینہ اور بصریٰ کے لوگوں نے اس کی گواہی دی ہے۔ یہ آگ تقریباً پچاس دن تک موجود رہی۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَخْرُجَ نَارٌ مِّنْ أَرْضِ الْحِجَازِ تُضِيءُ

أَعْنَاقَ الْإِبِلِ بِبُصْرٰی .

”قیامت قائم نہ ہوگی، تا آنکہ سرزمین حجاز سے ایک آگ نکلے گی، جو بصریٰ میں موجود اونٹوں کی کوہانوں کو روشن کردے گی۔“

(صحيح البخاري : 7118، صحيح مسلم : 2902)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ خَرَجَتْ فِي زَمَانِنَا نَارٌ بِالْمَدِينَةِ سَنَةَ أَرْبَعٍ وَخَمْسِينَ وَسِتِّمِائَةٍ وَكَانَتْ نَارًا عَظِيمَةً جِدًّا مِنْ جَنْبِ الْمَدِينَةِ الشَّرْقِيِّ وَرَاءَ الْحَرَّةِ تَوَاتَرَ الْعِلْمُ بِهَا عِنْدَ جَمِيعِ الشَّامِ وَسَائِرِ الْبُلْدَانِ وَأَخْبَرَنِي مَنْ حَضَرَهَا مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ .

”ہمارے دور میں سن ۶۵۴ھ کو مدینہ میں آگ ظاہر ہوئی، یہ بہت بڑی آگ تھی، جو مقام حرہ کے پیچھے مدینہ کی مشرقی جانب ظاہر ہوئی۔ اس واقعہ کا علم شام اور دیگر تمام علاقوں میں تواتر کے ساتھ ہے، مجھے بھی مدینہ کے ایک شخص نے خبر دی ہے، جو آگ کے ظہور کے وقت وہاں حاضر تھا۔“

(شرح مسلم : 28/18)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

أَمْرُ هٰذِهِ النَّارِ مُتَوَاتِرٌ، وَهِيَ مِمَّا أَخْبَرَ بِهِ الْمُصْطَفٰی صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَامُهُ ...... وَقَدْ حَكٰی غَيْرُ وَاحِدٍ مِمَّنْ كَانَ بِبُصْرٰی فِي اللَّيْلِ وَرَأَی أَعْنَاقَ الْإِبِلِ فِي ضَوْئِهَا .

’’اس آگ کا واقعہ متواتر (نقل ہوا) ہے۔ یہ ان پیشین گوئیوں میں سے ہے، جس کی خبر مصطفیٰ ﷺ نے دی ہے۔ ...... کئی لوگوں نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے، جو رات کے وقت بصریٰ میں موجود تھے، انہیں آگ کی روشنی میں اونٹوں کی کوہانیں دکھائی دیں۔‘‘

(تاریخ الإسلام : 660/14)

سوال: کیا جنبی سوتے وقت آیۃ الکرسی پڑھ سکتا ہے؟

جواب: جنبی قرآن کریم نہیں پڑھ سکتا، آیۃ الکرسی بھی قرآن ہے، لہٰذا حالت جنابت میں آیۃ الکرسی نہیں پڑھے گا۔

سوال: کیا قیام اللیل کے لیے بیدار ہوتے وقت سورت آل عمران کی آخری دس آیات تلاوت کرنا مسنون ہے؟

جواب: جی ہاں۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُ رَقَدَ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَيْقَظَ، فَتَسَوَّكَ وَتَوَضَّأَ، وَهُوَ يَقُولُ: ﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ﴾ (آل عمران : ١٩٠)، فَقَرَأَ هٰؤُلَاءِ الْآيَاتِ حَتّٰى خَتَمَ السُّورَةَ ......

’’میں ایک رات رسول اللہ ﷺ کے ہاں سویا۔ آپ ﷺ بیدار ہوئے، مسواک کی، وضو کیا اور آیت مبارکہ: ﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ﴾ (آل عمران : ١٩٠) سے

سورت (آل عمران) کے آخر تک تلاوت کی۔"

(صحيح البخاري : 6316؛ صحيح مسلم : 191/763، واللّفظ لهٗ)

سوال: درج ذیل روایات میں جمع وتوفیق کی کیا صورت ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَاضَ يَوْمَ النَّحْرِ، ثُمَّ رَجَعَ فَصَلَّى الظُّهْرَ بِمِنًى .

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم نحر کو طواف افاضہ کیا، پھر واپس (منیٰ) تشریف لائے اور منیٰ میں نماز ظہر ادا کی۔"

(صحيح مسلم : 1308)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف افاضہ کے بعد منیٰ جا کر نماز ظہر ادا کی، جبکہ اس کے معارض حدیث جابر ہے؛

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

ثُمَّ رَكِبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَفَاضَ إِلَى الْبَيْتِ، فَصَلَّى بِمَكَّةَ الظُّهْرَ .

"پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے، بیت اللہ کی طرف واپس لوٹے (طواف افاضہ کیا) اور مکہ میں نماز ظہر ادا کی۔"

(صحيح مسلم : 1218)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ طواف افاضہ کے بعد نماز ظہر مکہ میں ادا کی۔

دونوں احادیث میں جمع وتطبیق کی کیا صورت ہے؟

(سوال): ان دو معارض احادیث کو یوں جمع کیا جا سکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز ظہر مکہ میں ادا کی، پھر منیٰ کو لوٹے، تو وہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز ظہر پڑھا دی، نبی کریم ﷺ نے یہ نماز متنفل کی حیثیت سے پڑھائی اور صحابہ مفترض تھے۔ بہت سے شارحین حدیث نے یہی تطبیق کی ہے، واللہ اعلم!

فائدہ:

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

أَفَاضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ آخِرِ يَوْمِهِ حِينَ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَجَعَ.

”رسول اللہ ﷺ نے جب (منیٰ میں) نماز ظہر ادا کی، تو آپ نے دن کے آخر میں طواف افاضہ کیا، پھر منیٰ تشریف لے آئے۔“

(مسند الإمام أحمد : 90/6، سنن أبي داوٗد : 1973، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۴۹۲)، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۹۵۶، ۲۹۷۱) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۸۶۳) نے ”صحیح“ کہا ہے، امام حاکم رحمہ اللہ (۱/۴۷۷، ۴۷۸) نے امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ”صحیح“ کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

محمد بن اسحاق نے صحیح ابن حبان (۳۸۶۳) میں سماع کی تصریح کر رکھی ہے، ابو خالد احمر کا متابع موجود ہے۔

(سوال): کیا سیار ابو حمزہ کا طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے سماع ہے؟

(جواب): سیار ابو حمزہ کوفی کا سیدنا طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں، نیز سیار ابو حمزہ کوفی مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ”الثقات: ۶/۴۲۱“ میں ذکر

کیا ہے۔

(سوال): فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا اور ہتھیلیاں چہرے پر ملنا کیسا ہے؟

(جواب): فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کی جا سکتی ہے، البتہ اسے مسنون نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا کسی صحیح حدیث میں ثابت نہیں، لہٰذا اس وقت دعا کو مسنون قرار دینا یا اس کا التزام کرنا جائز نہیں، لیکن دعا کسی بھی وقت کی جا سکتی ہے، خواہ انفرادی ہو یا اجتماعی۔

باقی رہا مسئلہ دعا کے بعد چہرے پر ہاتھ پھیرنے کا، تو ایسا کرنا درست ہے۔

❁ ابو نعیم وہب بن کیسان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ وَابْنَ الزُّبَيْرِ يَدْعُوَانِ، يُدِيرَانِ بِالرَّاحَتَيْنِ عَلَى الْوَجْهِ.

”میں نے دیکھا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر اور سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم دُعا کے بعد ہتھیلیاں چہرے پر پھیر لیا کرتے تھے۔“

(الأدب المفرد للبخاري: 609، وسندهٗ حسنٌ)

قَالَ الْفِرْيَابِيُّ: حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ رَاهَوَيْهِ، أَخْبَرَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: رَأَيْتُ أَبَا كَعْبٍ، صَاحِبُ الْحَرِيرِ، يَدْعُوْ رَافِعًا يَّدَيْهِ، فَإِذَا فَرَغَ؛ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهٗ، فَقُلْتُ لَهٗ: مَنْ رَّأَيْتَ يَفْعَلُ هٰذَا؟ قَالَ: الْحَسَنَ بْنَ أَبِي الْحَسَنِ.

”معتمر بن سلیمان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو کعب عبدربہ بن عبید رحمہ اللہ کو دیکھا، ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرتے اور بعد میں ہاتھ چہرے پہ پھیر لیتے، عرض کیا: کسی

کو ایسا کرتے دیکھا ہے؟ فرمایا: حسن بصری رحمہ اللہ کو۔“

(فضّ الوِعاء في أحاديث رفع اليدين بالدعاء للسّيوطي : 59، وسندهٗ صحيحٌ)

حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”حسن“ کہا ہے۔

معلوم ہوا کہ دُعا کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنا درست ہے۔ خیر القرون میں ایسا کوئی نہیں، جو ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرے اور بعد میں ہاتھ چہرے پر نہ پھیرے۔

سوال: کیا سیب اور انار پر عشر ہے؟

جواب: سیب اور انار پر عشر نہیں۔

سوال: ایک شخص نے جان بوجھ کر نماز مغرب کی چار رکعت ادا کی، کیا حکم ہے؟

جواب: نماز مغرب کی تین رکعتیں ہیں، جو شخص جان بوجھ کر چار رکعت ادا کرے، اس کی نماز باطل ہے۔ اس کا اعادہ ضروری ہے، نیز اگر وہ شخص نماز مغرب کی تین رکعتوں پر یقین نہیں رکھتا یا چار رکعتیں سمجھتا ہے، تو یہ کفر ہے، کیونکہ متواتر احادیث اور اجماع اُمت سے ثابت ہے کہ نماز مغرب کی تین رکعتیں ہیں۔

سوال: کسی شخص کو قضائے حاجت کرتا دیکھنا کیسا ہے، جبکہ وہ اس کی شرمگاہ کی طرف نہیں دیکھتا؟

جواب: قضائے حاجت کرتے شخص کی شرمگاہ کی طرف دیکھنا جائز نہیں، البتہ اگر صحرا میں دور سے اس کی شخصیت کی طرف دیکھ رہا ہے، تو کوئی حرج نہیں۔

سوال: اگر برسرِ بازار لڑکا اور لڑکی گندی حرکتیں کریں، تو کیا انہیں دیکھا جا سکتا ہے؟

جواب: لڑکا اور لڑکی سرِعام بری حرکتیں کریں، تو ان کی طرف نہ دیکھا جائے، بلکہ استطاعت کے مطابق ان پر نکیر کی جائے، یہ دعوت کے اصولوں میں سے ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾(آل عمران : ١٠٤)

”تم میں سے ایک جماعت ایسی بھی ہونی چاہیے، جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے، اچھے کام کا حکم دے اور بُرے کاموں سے منع کرے۔ یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔“

❁ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ .

”برائی دیکھیں، تو ہاتھ سے ختم کریں، اگر طاقت نہ ہو، تو زبان سے روکیں، اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو، تو دل میں برا جانیں، یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔“

(صحیح مسلم : 49)

یاد رہے کہ اعلانیہ فحاشی قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔

❁ سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَبْقٰى شِرَارُ النَّاسِ، يَتَهَارَجُونَ فِيهَا تَهَارُجَ الْحُمُرِ، فَعَلَيْهِمْ تَقُومُ السَّاعَةُ .

”پھر بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے، وہ گدھوں کی طرح (برسر عام) جماع کریں گے۔ ایسے (بدترین) لوگوں پر ہی قیامت قائم ہوگی۔“

(صحیح مسلم : 2937)

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَتَسَافَدُوا فِي الطَّرِيقِ تَسَافُدَ الْحَمِيرِ قُلْتُ : إِنَّ ذَاكَ لَكَائِنٌ؟ قَالَ : نَعَمْ، لَيَكُونَنَّ .

''اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی، جب تک تم راستوں میں (سرعام) زنا نہ کرنے لگ جاؤ، جس طرح گدھے جفتی کرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا: کیا ایسا واقع ہونے والا ہے؟ فرمایا: جی ہاں، ایسا ضرور بالضرور ہوگا۔''

(مسند البزّار : 2353، صحیح ابن حبان : 6767، وسندهٗ صحیحٌ)

سوال: میں نے سفر میں تیمّم کر کے نماز پڑھی، میں نے ایک ہاتھ سے تیمّم کیا، بعد میں معلوم ہوا کہ تیمّم دونوں ہاتھوں سے کیا جاتا ہے، اب میری نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: نماز کا اعادہ ضروری ہے۔ تیمّم دونوں ہاتھوں سے کیا جائے گا۔ بغیر عذر ایک ہاتھ کے ساتھ تیمّم کرنے سے طہارت حاصل نہیں ہوتی۔

سوال: میرے گھر میں کھجور کے درخت ہیں، کیا ان پر عشر ہے؟

جواب: اگر کم سے کم پانچ وسق کھجور پیدا ہوئی ہے، تو ان پر عشر ہے۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا جا سکتا ہے؟

جواب: ایسا ممکن ہے۔

سوال: کیا اذان کے جواب میں ''رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا......'' دعا پڑھنا ثابت ہے؟

جواب: جب مؤذن اشہد ان لا الٰہ الا اللہ پڑھے، تو اس کے جواب میں مندرجہ ذیل

دعا پڑھنا ثابت ہے۔

❀ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس نے اذان کی آواز سنی اور یہ دعا پڑھی، تو اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں:

اَشْهَدُ اَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُولُهٗ، رَضِيتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُولًا وَّبِالْإِسْلَامِ دِينًا.

''گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں، میں اس پر راضی ہوں کہ اللہ میرا رب، محمد (ﷺ) میرے نبی اور اسلام میرا دین ہے۔''

(صحیح مسلم : 386)

سوال: دوران خطبہ امام نے نبی کریم ﷺ کا نام لیا، کیا سامعین درود پڑھیں گے؟

جواب: دوران خطبہ بھی نبی کریم ﷺ کے مبارک نام پر درود پڑھا جائے گا، کیونکہ درود بھی ذکر ہے اور دوران خطبہ اس طرح کا ذکر کرنا ممنوع نہیں۔

❀ سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''منبر لائیں۔ ہم منبر لائے، آپ ﷺ نے پہلی سیڑھی پر قدم رکھا، تو آمین کہا۔ دوسری سیڑھی پر پہنچے، تو آمین کہا۔ جب تیسری سیڑھی پر چڑھے، تو پھر آمین کہا۔ نیچے تشریف لائے، تو ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آج ہم نے آپ سے خلاف معمول بات سنی، فرمایا: جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہنے لگے: اس کے لیے ہلاکت ہو، جو رمضان پائے، لیکن اس کی مغفرت نہ ہو سکے۔ میں نے آمین کہہ دیا۔ دوسری سیڑھی پر پہنچا، تو جبریل علیہ السلام نے کہا: وہ

بھی ہلاک ہو، جس کے پاس آپ کا تذکرہ ہو، لیکن وہ آپ پر درود نہ پڑھے۔ میں نے آمین کہا۔ تیسری پر چڑھا، تو جبریل علیہ السلام نے کہا: وہ بھی ہلاک ہو، جس کے پاس اس کے ماں باپ، دونوں یا ایک بوڑھا ہو اور وہ اس کے جنت میں داخلے کا سبب نہ بن سکیں۔ میں نے پھر آمین کہہ دیا۔''

(المستدرك على الصّحيحين للحاكم : 153/4، وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی نے ''صحیح'' کہا ہے۔

سوال: کیا کسی بھی عمل کی دعا کتاب سے دیکھ کر پڑھی جا سکتی ہے؟

جواب: جی ہاں۔ مگر مسنون اذکار اور دعائیں زبانی یاد کرنی چاہییں، کیونکہ ہر جگہ کتاب میسر نہیں ہوتی۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

إِذَا أَحْرَمَ الرَّجُلُ وَعِنْدَهٗ صَيْدٌ فَلْيَتْرُكْهُ.

''جب کوئی شخص احرام باندھے اور اس کے پاس شکار ہو، تو وہ اس شکار کو ترک کر دے۔''

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 9942)

جواب: سند ضعیف ہے۔ یزید بن ابی زیاد قرشی ضعیف ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يُحَرِّمُ الْحَرَامُ الْحَلَالَ.

”حرام کام (زنا) حلال (نکاح) کو حرام نہیں کرتا۔“

(سنن ابن ماجه : 2015، سنن الدّارقطني : 3679)

جواب: سند سخت ضعیف ہے۔

① عبداللہ بن عمر عمری ضعیف ہے۔

② اسحاق بن محمد بن ابی فروہ فروی ضعیف ہے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الرَّجُلِ يَتْبَعُ الْمَرْأَةَ حَرَامًا ثُمَّ يَنْكِحُ ابْنَتَهَا أَوْ يَتْبَعُ الْاِبْنَةَ ثُمَّ يَنْكِحُ أُمَّهَا قَالَ : لَا يُحَرِّمُ الْحَرَامُ الْحَلَالَ .

”رسول اللہ ﷺ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا، جس نے کسی عورت سے حرام کا ارتکاب کیا، پھر اسی عورت کی بیٹی سے نکاح کر لیا، یا بیٹی سے زنا کیا پھر اس کی ماں سے نکاح کر لیا، فرمایا: حرام کام سے حلال کام حرام نہیں ہوتا۔“

(سنن الدّارقطني : 3678، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 274/7)

سند سخت ضعیف ہے۔

① مغیرہ بن اسماعیل بن ایوب مجہول ہے۔

② عثمان بن عبدالرحمٰن زہری بالاتفاق متروک ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُتَّفَقٌ عَلٰى تَرْكِهٖ .

”اس کے متروک ہونے پر اجماع ہے۔“

(تاریخ الإسلام :208/1، سِیَر أعلام النّبلاء :594/1)

③ زہری کا عنعنہ ہے۔

✿ امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حدیثٌ باطِلٌ .

''یہ حدیث باطل ہے۔''

(عِلَل الحدیث لابن أبي حاتم : 1257)

✿ اس روایت کو امام ابن عدی رحمہ اللہ نے غیر محفوظ قرار دیا ہے۔

(الکامل في ضعفاء الرجال : 271/6)

فائدہ:

اس باب میں کوئی حدیث ثابت نہیں، البتہ اس میں مذکور مسئلہ درست ہے کہ زنا سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔ دوسرے لفظوں میں حرام کام (زنا) حلال کام (نکاح) کو حرام نہیں کرتا۔

✿ عبداللہ بن نافع مخزومی رحمہ اللہ (۲۰۶ھ) مذکورہ حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

بِهٖ نَأْخُذُ .

''ہم بھی یہی کہتے ہیں۔''

(السّنن الکبریٰ للبیهقي : 274/7، وسندهٗ صحیحٌ)

سوال: کیا حجر اسود کو چھونے سے گناہ مٹ جاتے ہیں؟

جواب: حجر اسود کو چھونا، چومنا اور اشارہ کرنا مستحب ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، یقیناً اتباع سنت سے گناہ مٹتے ہیں، مگر اس بارے میں کوئی خاص دلیل معلوم نہیں۔ اس

بارے میں مروی روایت پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔

❀ عبید بن عمیر رحمہ اللہ سے مروی ہے:

إِنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُزَاحِمُ عَلَى الرُّكْنَيْنِ زِحَامًا مَا رَأَيْتُ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ، فَقُلْتُ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، إِنَّكَ تُزَاحِمُ عَلَى الرُّكْنَيْنِ زِحَامًا مَا رَأَيْتُ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُزَاحِمُ عَلَيْهِ، فَقَالَ: إِنْ أَفْعَلْ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ مَسْحَهُمَا كَفَّارَةٌ لِلْخَطَايَا.

''سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حجر اسود اور رکن یمانی کے پاس اس طرح بھیڑ لگاتے تھے، کہ اسی طرح کی بھیڑ لگاتے میں نے کسی اور صحابی کو نہیں دیکھا۔ میں نے عرض کیا: ابوعبدالرحمٰن (سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی کنیت)! آپ حجر اسود اور رکن یمانی کے پاس اس طرح بھیڑ لگاتے ہیں کہ ایسی بھیڑ لگاتے میں نے کسی صحابی کو نہیں دیکھا، تو سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں یہ عمل صرف اس لیے کرتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: حجر اسود کو چھونا گناہوں کا کفارہ ہے۔''

(سنن التّرمذي: 959)

روایت ضعیف ہے۔ عطاء بن سائب مختلط ہے، جریر بن عبدالحمید نے قبل از اختلاط سماع نہیں کیا۔ جریر کی متابعت سفیان ثوری نے بھی کی ہے، وہاں سفیان کا عنعنہ ہے۔ جہاں حماد بن زید نے متابعت کی ہے، وہ سند بھی ضعیف ہے۔ عبداللہ بن عبید بن عمیر کا

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سماع معلوم نہیں۔

اس کی دیگر طرق بھی ضعیف ہیں۔

سوال: ایک شخص اپنے ہی گناہوں کو اچھالتا ہے، اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: گناہوں پر توبہ کرنی چاہیے۔ اپنے گناہوں کو لوگوں میں بیان کرنا کم عقلی اور کج روی ہے، اس سے بھی برا شخص وہ ہے، جو لوگوں میں اپنے گناہ بیان کرنے کو بڑائی خیال کرے۔ یہ بے شرمی اور رسوائی کی انتہاء ہے، نیز وہ اپنے گناہوں پر لوگوں کو گواہ بنا رہا ہے۔ اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ اس میں شر کس قدر ہے!

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ أُمَّتِي مُعَافًى إِلَّا الْمُجَاهِرِينَ، وَإِنَّ مِنَ الْمُجَاهَرَةِ أَنْ يَّعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ عَمَلًا، ثُمَّ يُصْبِحَ وَقَدْ سَتَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ، فَيَقُولَ : يَا فُلَانُ، عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ كَذَا وَكَذَا، وَقَدْ بَاتَ يَسْتُرُهُ رَبُّهُ، وَيُصْبِحُ يَكْشِفُ سِتْرَ اللّٰهِ عَنْهُ.

”میری ساری اُمت کے گناہ قابل معافی ہیں، سوائے ان کے، جو علانیہ گناہ کرتے ہیں، علانیہ گناہ کرنا یہ ہے کہ آدمی رات کے وقت کوئی عمل کرے، پھر صبح ہونے پر کہتا پھرے: میں نے رات کو ایسا کیا، حالانکہ اللہ نے اس کی پردہ پوشی کی تھی، اس نے رات گناہ میں بسر کی، رب نے اسے چھپا لیا، صبح ہوئی، تو اس نے اللہ کے پردے کو اٹھا دیا۔“

(صحيح البخاري : 6069، صحيح مسلم : 2990)

سوال: کیا رانوں کو ہاتھ لگنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: رانوں کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

سوال: ایک گروہ اس وجہ سے بینکوں کو لوٹتا ہے کہ ان میں سودی لین دین کیا جاتا ہے، اس عمل پر شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: اگرچہ سود لینا دینا گناہ ہے، اس نظام کے خاتمہ کے لیے جائز اقدامات کرنے کی ضرورت ہے، مگر جس طرح یہ گروہ بینکوں کو لوٹتا ہے، یہ عمل شرعاً حرام ہے۔ کسی کا حرام مال بھی لوٹنا گناہ ہے۔ یہ زمین میں فساد پھیلانا ہے، حاکم وقت کو چاہیے کہ انہیں قانونی شکنجے میں لائے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ (المائدة : ٣٣)

”جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جھگڑا کریں اور زمین میں فساد برپا کریں، ان کی سزا یہی ہے کہ انہیں قتل کر دیا جائے یا سولی پر لٹکا دیا جائے، یا مخالف جانب سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں یا انہیں ملک بدر کر دیا جائے، یہ ان کی دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بہت بڑا عذاب تیار ہے۔“

سوال: ایک شخص میوزک کی کلاس میں داخلہ لینا چاہتا ہے، کیا وہ اس کے لیے استخارہ کر سکتا ہے؟

جواب: استخارہ ان کاموں کے لیے ہے، جو شرعاً جائز ہوں۔ گناہ کے کاموں پر استخارہ نہیں۔ میوزک سیکھنا حرام ہے، لہٰذا اس کے لیے استخارہ نہیں۔

سوال: وضو کے دوران ہوا خارج ہوگئی، اب کیا کرے؟

جواب: دوبارہ وضو کرے۔

سوال: جمائی کے وقت تعوذ پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: اس پر کوئی شرعی دلیل نہیں۔

سوال: ایک شخص نے دروازے پر تین دفعہ دستک دی، اسے معلوم ہے کہ گھر والوں کو اس کی دستک سنائی نہیں دی، کیا وہ مزید بھی دستک دے سکتا ہے؟

جواب: اگر اس کا اپنا گھر ہے، تو تین دفعہ سے زائد بار بھی دستک دے سکتا ہے، اگر کسی اور کا گھر ہے، جس میں وہ رہائش پذیر نہیں ہے، تو وہ تین دفعہ دستک پر اکتفا کرے، دروازہ نہ کھلے، تو واپس چلا جائے۔

❁ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ جَالِسًا بِالْمَدِينَةِ فِي مَجْلِسِ الْأَنْصَارِ، فَأَتَانَا أَبُو مُوسٰى فَزِعًا أَوْ مَذْعُورًا قُلْنَا : مَا شَأْنُكَ؟ قَالَ : إِنَّ عُمَرَ أَرْسَلَ إِلَيَّ أَنْ آتِيَهُ، فَأَتَيْتُ بَابَهُ فَسَلَّمْتُ ثَلَاثًا فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ فَرَجَعْتُ فَقَالَ : مَا مَنَعَكَ أَنْ تَأْتِينَا؟ فَقُلْتُ : إِنِّي أَتَيْتُكَ، فَسَلَّمْتُ عَلٰى بَابِكَ ثَلَاثًا، فَلَمْ يَرُدُّوا عَلَيَّ، فَرَجَعْتُ، وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَأْذَنَ أَحَدُكُمْ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهٗ،

فَلْيَرْجِعْ فَقَالَ عُمَرُ : أَقِمْ عَلَيْهِ الْبَيِّنَةَ، وَإِلَّا أَوْجَعْتُكَ، فَقَالَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ : لَا يَقُومُ مَعَهٗ إِلَّا أَصْغَرُ الْقَوْمِ، قَالَ أَبُو سَعِيدٍ : قُلْتُ : أَنَا أَصْغَرُ الْقَوْمِ، قَالَ : فَاذْهَبْ بِهٖ .

''میں مدینہ کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا، اچانک سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تشریف لائے، وہ گھبرائی ہوئے تھے یا خوف زدہ تھے، ہم نے دریافت کیا: آپ کو کیا ہوا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے بلایا تھا، میں ان کے دروازے پر آیا، تو تین مرتبہ سلام کیا، جب مجھے سلام کا جواب نہیں ملا، تو میں واپس آ گیا، بعد میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: آپ میرے پاس کیوں نہیں آئے؟ میں نے ان سے کہا: میں آیا تھا اور میں نے آپ کے دروازے پر کھڑے ہو کر تین مرتبہ سلام کیا، لیکن کسی نے جواب نہیں دیا، تو میں لوٹ آیا، اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص تین مرتبہ اجازت طلب کرے اور اسے اجازت نہ ملے، تو وہ واپس چلا جائے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس حدیث پر گواہ لاؤ، ورنہ میں آپ کو سزا دوں گا، تو سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حاضرین میں سے جو سب سے کم عمر ہے، وہ ان کے ساتھ چلا جائے، سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے کہا: حاضرین میں سے سب سے کم عمر مَیں ہوں، تو سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (گواہی دینے کے لیے) آپ ان کے ساتھ چلے جائیے۔''

(صحيح البخاري : 6245؛ صحيح مسلم : 2153)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۴۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: عورتوں کے لیے ناک میں نتھنی ڈالنا کیسا ہے؟

جواب: کوئی حرج نہیں۔

سوال: اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کا ورد کرنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: زید نے مجھے زکوٰۃ کی رقم دی اور کہا کہ انس پر خرچ کر دو، جبکہ جہاں تک میں انس کو جانتا ہوں، وہ جادوگر ہے، میرے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: جادوگر کافر ہوتا ہے، آپ کو چاہیے کہ زید کی رقم اسے واپس کر دیں اور اسے سمجھائیں کہ انس جادوگر ہے، اس پر مال خرچ کرنا جائز نہیں، اگر وہ سمجھ جائے، تو کسی دوسرے مستحق پر خرچ کر دیں، ورنہ اسے اس کا مال واپس کر دیں، ناجائز کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون نہیں کرنا چاہیے۔

سوال: ایک شخص نے مقدسہ اوراق ڈسٹ بین میں ڈال دیے، اس کا ارادہ قطعاً ان اوراق کی توہین کرنا نہیں تھا، کیا حکم ہے؟

جواب: مقدسہ اوراق کو ڈسٹ بین میں ڈالنا جائز نہیں، خواہ توہین کا ارادہ ہو یا نہ ہو۔ مقدسہ اوراق بوسیدہ ہو جائیں، تو اگر آپ کے علاقہ میں مقدسہ اوراق والا ڈبہ موجود ہے، اس میں ڈال دیں، ورنہ اسے خود سے تلف کر دیں، تاکہ وہ اوراق توہین واستخفاف

سے محفوظ ہو جائیں۔

حافظ بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

مِنْ تَعْظِيمِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَتَعْظِيمِ رَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَّا يُحْمَلَ عَلٰى مُصْحَفِ الْقُرْآنِ، وَلَا عَلٰى جَوَامِعِ السُّنَنِ كِتَابٌ، وَّلَا شَيْءٌ مِّنْ مَتَاعِ الْبَيْتِ وَأَنْ يُنْفَضَ الْغُبَارُ عَنْهُ إِذَا أَصَابَهُ وَأَنْ لَّا يَمْسَحَ أَحَدٌ يَدَهُ مِنْ طَعَامٍ، وَلَا غَيْرِهِ بِوَرَقَةٍ فِيهَا ذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى أَوْ ذِكْرُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا يُمَزِّقُهَا تَمْزِيقًا، وَلٰكِنْ إِنْ أَرَادَ بِهِ تَعْطِيلَهَا فَلْيَغْسِلْهَا بِالْمَاءِ حَتّٰى تَذْهَبَ الْكِتَابَةُ مِنْهَا، وَإِنْ أَحْرَقَهَا بِالنَّارِ فَلَا بَأْسَ، أَحْرَقَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَصَاحِفَ كَانَتْ فِيهَا آيَاتُ قُرْآنٍ وَقِرَاءَاتٌ مَنْسُوخَةٌ، وَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَيْهِ أَحَدٌ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

''اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کی تعظیم میں سے ہے کہ مصحفِ قرآن اور سنن کی کتابوں پر کوئی (دوسری) کتاب یا گھر کی کوئی چیز نہ رکھی جائے، غبار آلودہ ہو، تو غبار دور کی جائے، کھانے وغیرہ والے ہاتھ ایسے ورق سے صاف نہ کیے جائیں، جس میں اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ کا ذکر ہو، نہ اسے پھاڑا جائے، بلکہ اگر اوراق ضائع کرنا مقصود ہو، تو پہلے اسے پانی سے دھولیا جائے، تاکہ لکھے ہوئے الفاظ دھل جائیں اور اگر اسے آگ سے جلا دیں، تب بھی کوئی حرج نہیں، کیونکہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے صحیفے کہ جن میں آیات قرآنیہ اور

منسوخ قرائتیں تھیں، کو جلایا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ کے اس اقدام پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا، واللہ اعلم!''

(شُعَب الإیمان، تحت الحدیث : 1488)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

مَرَّ بِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا مُضْطَجِعٌ عَلٰى بَطْنِي، فَرَكَضَنِي بِرِجْلِهٖ وَقَالَ : يَا جُنَيْدِبُ، إِنَّمَا هٰذِهٖ ضِجْعَةُ أَهْلِ النَّارِ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے، میں پیٹ کے بل (اُلٹا) لیٹا ہوا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پاؤں سے ضرب لگائی اور فرمایا: جنیدب! (سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کا نام) لیٹنے کا یہ انداز اہل جہنم کا ہے۔''

(سنن ابن ماجه : 3724)

جواب: سند سخت ضعیف ہے۔

① محمد بن نعیم بن عبداللہ مجمر مجہول ہے۔

② یعقوب بن حمید بن کاسب ضعیف ہے۔

تنبیہ:

اس باب میں دیگر روایات بھی ضعیف ہیں۔

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ ابو ہانی (؟) سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ نَظَرَ إِلَى فَرْجِ امْرَأَةٍ، لَمْ تَحِلَّ لَهُ أُمُّهَا، وَلَا ابْنَتُهَا

(مصنّف ابن أبي شيبة : 16235)

جواب: سند سخت ضعیف ہے۔

① حجاج بن ارطاۃ ضعیف ہے۔

② ابوہانی مبہم و نامعلوم ہے۔

③ ابوہانی کی مرسل ہے۔

❁ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا مُنْقَطِعٌ وَمَجْهُولٌ وَضَعِيفٌ، الْحَجَّاجُ بْنُ أَرْطَاةَ لَا يُحْتَجُّ بِهِ فِيمَا يُسْنِدُهُ فَكَيْفَ بِمَا يُرْسِلُهُ عَمَّنْ لَا يُعْرَفُ،

(السّنن الكبرىٰ : 275/7)

❁ حافظ عبدالحق اشبیلی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(الأحكام الوسطىٰ : 137/3)

تنبیہ:

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلَى رَجُلٍ نَظَرَ إِلَى فَرْجِ امْرَأَةٍ وَابْنَتِهَا

(سنن الدّارقطني : 3682)

سند ضعیف ہے۔

① لیث بن ابی سلیم ضعیف ہے۔

② حماد بن ابی سلیمان مختلط ہے۔

③ ابراہیم نخعی مدلس ہیں۔

④ حفص بن غیاث مدلس ہے۔

❁ اس روایت کو امام بیہقی رحمہ اللہ نے ''ضعیف'' کہا ہے۔

(السّنن الکبریٰ : 7/275)

اس معنی میں دیگر روایات بھی ضعیف ہیں۔

(سوال): نکاح متعہ کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

(جواب): نکاح متعہ تا قیامت حرام ہے، پہلے پہل نکاح متعہ کی اجازت تھی، بعد میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام کر دیا گیا۔ اس کے حرام ہونے پر اہل سنت والجماعت کا اجماع واتفاق ہے، شیعہ جائز کہتے ہیں۔

❁ علامہ حازمی رحمہ اللہ (۵۸۴ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَبْقَ الْيَوْمَ فِي ذٰلِكَ خِلَافٌ بَيْنَ فُقَهَاءِ الْأَمْصَارِ وَأَئِمَّةِ الْأُمَّةِ، إِلَّا شَيْئًا ذَهَبَ إِلَيْهِ بَعْضُ الشِّيعَةِ .

''اب متعہ کی حرمت کے متعلق فقہائے امصار اور اُمت کے ائمہ میں کوئی اختلاف باقی نہیں رہا، البتہ بعض شیعہ نے اختلاف کیا ہے۔''

(الاعتبار، ص 176)

(سوال): ہنسی مذاق میں ایجاب وقبول کرایا، کیا حکم ہے؟

(جواب): کچھ اُمور ایسے ہیں کہ وہ مذاق میں سر انجام دیے جائیں، تو لازم ہو جاتے ہیں، ان میں کوئی یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ میں تو ہنسی مذاح یا کھیل تماشہ کر رہا تھا۔ ان اُمور میں سے ایک نکاح بھی ہے۔

❀ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ثَلَاثٌ لَيْسَ فِيهِنَّ لَعِبٌ النِّكَاحُ، وَالطَّلَاقُ، وَالْعِتْقُ.

''تین چیزوں میں کھیل تماشہ نہیں ہے: نکاح، طلاق، غلام آزاد کرنا''

(موطأ الإمام مالك : 548/2، وسندهٗ صحيحٌ)

اس باب میں دیگر دلائل بھی ہیں۔

سوال: ایک شخص کیری ڈبہ میں بچیوں کو کالج چھوڑتا ہے، کبھی کبھی اکیلی لڑکی کو بھی چھوڑ کر آتا ہے، کیا اس کے ساتھ اکیلی لڑکی کو بھیجنا جائز ہے؟

جواب: اکیلی لڑکی کو اجنبی کے ساتھ بھیجنا جائز نہیں، اس میں کئی شر اور مفاسد ہیں۔ یہ خلوت ہے، جس میں غیر مرد کے ساتھ الگ ہونا جائز نہیں۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ میں فرماتے ہوئے سنا:

لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ.

''کوئی شخص کسی (غیر محرم) عورت سے خلوت اختیار نہ کرے، الا یہ کہ اس کا محرم رشتہ دار ساتھ موجود ہو۔''

(صحيح البخاري : 3006، صحيح مسلم :1341)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا إِذَا خَلَا الْأَجْنَبِيُّ بِالْأَجْنَبِيَّةِ مِنْ غَيْرِ ثَالِثٍ مَعَهُمَا فَهُوَ حَرَامٌ بِاتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ.

''اگر کوئی اجنبی مرد اجنبی عورت سے خلوت اختیار کرے اور کوئی تیسرا موجود نہ

ہو،تو یہ حرام ہے،اس پر اہل علم کا اتفاق ہے۔“

(شرح النّووي : 109/9)

سوال: میں امتحان میں لیٹ ہو گیا، میں نے ممتحن سے کمرہ امتحان میں داخل ہونے کی اجازت مانگی،اس نے اجازت نہ دی، کہنے لگا کہ کوئی عذر بتاؤ،تب داخل ہونے کی اجازت ملے گی، مجھے کوئی عذر نہیں، کیا جھوٹا عذر بتا کر کمرہ امتحان میں داخل ہو سکتا ہوں؟

جواب: بہر حال جھوٹ بولنا جائز نہیں۔ آپ کسی طرح معذرت کر کے کمرہ امتحان میں داخل ہونے کی درخواست کریں۔ جھوٹ مت بولیں، ان شاء اللہ ! آپ کو سچ کی برکت حاصل ہوگی۔

سوال: ایک شخص کی دو بیویاں ہیں، اس نے دونوں کے لیے باری مقرر کی ہے، ایک عورت نے کسی بنا پر اپنی باری سوتن کو ہبہ کر دی، اب شوہر کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کوئی عورت اپنی باری اپنی سوتن کو ہبہ کر دے،تو یہ ہبہ درست ہے،شوہر اس ہبہ کے مطابق اس کی باری بھی دوسری بیوی کو دے سکتا ہے۔

❀ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے آخر عمر میں اپنی باری سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی تھی۔

(صحیح البخاري : 2593)

سوال: جائے نماز پر خون لگا ہے، کیا اس پر نماز پڑھنا جائز ہے؟

جواب: دَم مسفوح (ذبح کے وقت بہنے والا خون) ناپاک ہے، اگر دم مسفوح جائے نماز پر لگا ہے،تو اسے دھونا ضروری ہے،اگر عام خون ہے،تو کوئی حرج نہیں۔

سوال: کیا میدان عرفات حرم میں داخل ہے؟

جواب: عرفہ حرم میں داخل نہیں۔

سوال: ایک شخص حج کا ارادہ نہیں رکھتا، کیا وہ حج کے دنوں میں بالخصوص ۹ ذوالحجہ کو عمرہ کرسکتا ہے؟

جواب: کرسکتا ہے۔

سوال: ایک شخص بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا، رش کی وجہ سے وہ طواف کرتے کرتے سعی والی جگہ پر جا پہنچا، اب کیا کرے؟

جواب: اسے چاہیے کہ سعی والی جگہ سے واپس مطاف میں آئے اور وہیں سے آگے طواف شروع کردے۔

سوال: محمد کریم ﷺ کے علاوہ کسی نبی یا رسول کا نام لیا جائے، تو کیا درود پڑھنا واجب ہے؟

جواب: واجب نہیں، مستحب ہے۔ جیسے کوئی کہے: ابراہیم علیہ السلام یا صلی اللہ علیہ وسلم۔ کیونکہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے لیے بھی بولے جا سکتے ہیں، کئی احادیث میں اس کا ثبوت ملتا ہے۔

سوال: مسجد حرام میں جگہ کی تنگی کی وجہ سے سڑک پر نماز پڑھنا پڑی، کیا ایک لاکھ نماز کا اجر ملے گا؟

جواب: جب کوئی شخص نماز کے لیے آئے اور اسے جگہ نہ ملے، وہ باہر یا سڑک پر جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لے، تو اسے باجماعت نماز کا ثواب ملے گا۔ لہٰذا مذکورہ صورت میں سڑک پر نماز پڑھنے والے کو بھی ایک لاکھ نماز کا ثواب ملے گا۔

سوال: ایک شخص حالت جنابت میں ہے، بیدار ہوا، تو نماز فجر کا وقت ختم ہونے میں چند منٹ رہ گئے ہیں، اگر وہ غسل کرے، تو نماز کا وقت نکل جائے گا، کیا وہ تیمّم کرکے

نماز ادا کر سکتا ہے؟

جواب: تیمّم اس وقت جائز ہے، جب پانی دستیاب نہ ہو، یا پانی استعمال کرنا ممکن نہ ہو۔ لہٰذا جو جنبی دیر سے بیدار ہوا ہے اور نماز کا وقت بہت کم رہ گیا ہے، تو اس کے لیے ضروری ہے کہ پہلے غسل کرے، بعد میں نماز پڑھ لے، خواہ اس کا وقت گزر گیا ہو۔ کیونکہ جو شخص نماز سے سو یا رہ جائے، وہ جاگنے پر پڑھ لے، اس کا یہی وقت ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

عَرَّسْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ نَسْتَيْقِظْ حَتّٰى آذَتْنَا الشَّمْسُ فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لِيَأْخُذْ كُلُّ رَجُلٍ بِرَأْسِ رَاحِلَتِهٖ ثُمَّ يَتَنَحَّ عَنْ هٰذَا الْمَنْزِلِ، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلّٰى .

”ہم نے رات کے آخری حصے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑاؤ کیا، سورج کی تپش نے ہی ہمیں بیدار کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر شخص اپنے اونٹ کی نکیل پکڑ کر اس جگہ سے کوچ کر جائے۔ پھر آپ نے پانی منگوا کر وضو کیا اور دو رکعت نماز (سنت) ادا کی، پھر اقامت کہی گئی اور فرض نماز ادا کی۔“

(صحيح مسلم : 310/680، المُنتقٰى لابن الجارود : 240)

سوال: سر کے بالوں پر تیل لگایا ہوا ہے، کیا وضو میں مسح کرتے وقت مسح صحیح ہوگا؟

جواب: تیل لگے بالوں پر مسح صحیح ہے، مسح میں بالوں کو گیلا کرنا مقصود نہیں ہوتا۔

سوال: ایک شخص کرسی پر بیٹھا ہے، اس نے ایک جوتا اتارا ہوا ہے، دوسرا پہنا ہوا ہے، کیا ایسا کرنا ممنوع ہے؟

(جواب): ایک جوتا پہننے اور ایک جوتا اتارنے کی کراہت چلنے کی صورت میں ہے، بیٹھتے ہوئے ایک جوتا پہننا اور دوسرا اتارنا مکروہ نہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَمْشِي أَحَدُكُمْ فِي نَعْلٍ وَّاحِدَةٍ، لِيُحْفِهِمَا جَمِيعًا، أَوْ لِيُنْعِلْهُمَا جَمِيعًا.

''آپ میں سے کوئی شخص ایک جوتا میں مت چلے، اسے چاہیے کہ دونوں جوتے اتار دے یا دونوں پہن لے۔''

(صحيح البخاري : 5856، صحيح مسلم : 2097)

(سوال): سلیپنگ سوٹ میں نماز فجر ادا کرنا کیسا ہے؟

(جواب): پاک ہے، تو کوئی حرج نہیں۔

(سوال): معراج کی رات انبیائے کرام علیہم السلام نے محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچان لیا؟

(جواب): جبریل امین علیہ السلام نے تعارف کرایا۔

(سوال): قرب قیامت جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے، تو کیا اس وقت انہیں موت آئے گی، یا وہ دوبارہ آسمان پر اٹھا لیے جائیں گے؟

(جواب): قرب قیامت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا، وہ زمین پر حکومت کریں گے، اسے عدل وانصاف سے بھر دیں گے، پھر اپنی طبعی موت فوت جائیں گے، ہر جاندار کو موت آنی ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ

يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا﴾(النّساء : ١٥٩)

”یقیناً یہود ونصاریٰ عیسیٰ کی وفات سے پہلے آپ پر ایمان لے آئیں گے اور قیامت کے دن آپ ان پر گواہ ہوں گے۔“

﴿قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ میں ”ہ“ ضمیر کا مرجع عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

❀ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَبْلَ مَوْتِ عِيسٰى وَاللّٰهِ إِنَّهُ الْآنَ لَحَيٌّ عِنْدَ اللّٰهِ، وَلٰكِنْ إِذَا نَزَلَ آمَنُوا بِهٖ أَجْمَعُونَ.

”یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے (سب یہودی وعیسائی ان پر ایمان لے آئیں گے)۔ اللہ کی قسم! آپ اللہ تعالیٰ کے ہاں زندہ ہیں، لیکن جب آپ نازل ہوں گے، تو لوگ ان پر ایمان لے آئیں گے۔“

(تفسير الطّبري : 665/7، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ جویریہ بن بشیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ رَجُلًا قَالَ لِلْحَسَنِ : يَا أَبَا سَعِيدٍ قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى :

﴿وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾(النّساء : ١٥٩)

قَالَ : قَبْلَ مَوْتِ عِيسٰى إِنَّ اللّٰهَ رَفَعَ إِلَيْهِ عِيسٰى، وَهُوَ بَاعِثُهٗ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَقَامًا يُؤْمِنُ بِهِ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ.

”میں نے ایک آدمی کو سنا کہ وہ امام حسن بصری رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے میں سوال کر رہا تھا: ﴿وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ

قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ (النساء:159) آپ نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھالیا ہے اور وہ آپ کو قیامت کے دن ایسے مقام پر پہنچائے گا کہ نیک و بد آپ پر ایمان لے آئیں گے۔''

(تفسير ابن أبي حاتم :6251، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بھی اس سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہی لیتے ہیں۔

(مسائل أحمد برواية ابنه عبد اللّٰه، ص441)

❀ امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

أَوْلَى الْأَقْوَالِ بِالصِّحَّةِ وَالصَّوَابِ قَوْلُ مَنْ قَالَ : تَأْوِيلُ ذٰلِكَ : وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِعِيسٰى قَبْلَ مَوْتِ عِيسٰى .

''زیادہ قرین صحت و صواب یہی تفسیر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے تمام اہلِ کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے۔''

(تفسير الطّبري : 672/7)

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ الصَّحِيحُ . ''یہی قول صحیح ہے۔''

(تفسير ابن كثير : 413/2)

❀ نیز فرماتے ہیں:

هٰذَا الْقَوْلُ هُوَ الْحَقُّ . ''یہی قول حق ہے۔''

(تفسير ابن كثير : 412/2

❀ حدیثِ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی اسی معنی و مفہوم کی تائید کرتی ہے۔

(صحيح البخاري : 3448، صحيح مسلم : 155)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ الْعُلَمَاءُ : الْحِكْمَةُ فِي نُزُولِ عِيسٰى دُونَ غَيْرِهٖ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ الرَّدُّ عَلَى الْيَهُودِ فِي زَعْمِهِمْ أَنَّهُمْ قَتَلُوهُ فَبَيَّنَ اللّٰهُ تَعَالٰى كَذِبَهُمْ وَأَنَّهُ الَّذِي يَقْتُلُهُمْ، أَوْ نُزُولُهُ لِدُنُوِّ أَجَلِهٖ لِيُدْفَنَ فِي الْأَرْضِ لِأَنَّهُ جَعَلَ لَهُ أَجَلًا إِذَا جَاءَ أَدْرَكَهُ الْمَوْتُ وَلَا يَنْبَغِي لِمَخْلُوقٍ مِّنْ تُرَابٍ أَنْ يَّمُوتَ فِي السَّمَاءِ وَيُوَافِقُ خُرُوجَ الدَّجَّالِ فَيَقْتُلُهُ لَا أَنَّهُ يَنْزِلُ لَهُ قَصْدًا .

”علما کہتے ہیں کہ صرف عیسیٰ علیہ السلام اس لئے نازل ہوں گے، تاکہ یہود کا زعم ختم کیا جا سکے، جو انہوں نے اپنے تئیں یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا تھا، تو اللہ ان کا جھوٹ واضح کر دیں گے، عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور یہود کو قتل کر دیں گے اور وہ اس لئے بھی نازل ہوں گے تاکہ ان کو موت آ سکے، جب وہ آئیں گے، تو وفات پائیں گے کہ مٹی کی مخلوق آسمان میں مر نہیں سکتی اور جب وہ نازل ہوں گے تب دجال بھی موجود ہوگا، سو اس کو قتل کر دیں گے، یہ نہیں ہے کہ وہ نازل ہی دجال کو قتل کرنے کے لئے ہوں گے۔“

(فتح الباري : 493/6، فيض القَدير للمَناوي : 464/6)

سوال: جس علاقہ میں اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا ہو، کیا وہاں جانا جائز ہے؟

جواب: اگر عبرت اور سبق حاصل کرنا مقصود ہو اور رب تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا نظارہ مقصود ہو، تو عذاب والے علاقہ میں جایا جا سکتا ہے، مگر وہاں رہائش رکھنا یا کھیل وتفریح کے

لیے جانا جائز نہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ﴾

(الأنعام : ١١)

”(نبی!) کہہ دیجئے کہ زمین میں پھرو اور دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

لَمَّا مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحِجْرِ قَالَ : لَا تَدْخُلُوا مَسَاكِنَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ، أَنْ يُصِيبَكُمْ مَا أَصَابَهُمْ، إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ، ثُمَّ قَنَّعَ رَأْسَهُ وَأَسْرَعَ السَّيْرَ حَتّٰى أَجَازَ الْوَادِيَ.

”جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر مقام حجر سے ہوا، تو فرمایا: ان لوگوں کے گھروں داخل مت ہوں، جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، کہیں آپ کو بھی وہ عذاب نہ پہنچ جائے، جو انہیں پہنچا تھا، یہاں سے روتے ہوئے جائیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر جھکا لیا اور تیز چلنے لگے، یہاں تک کہ وادی کو پار کر لیا۔“

(صحيح البخاري : 4419، صحيح مسلم : 2980)

❁ حجر بن عنبسہ حضرمی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

خَرَجْنَا مَعَ عَلِيٍّ إِلَى النَّهْرَوَانِ، حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِبَابِلَ حَضَرَتْ صَلَاةُ الْعَصْرِ قُلْنَا : الصَّلَاةُ، فَسَكَتَ، ثُمَّ قُلْنَا : الصَّلَاةُ، فَسَكَتَ، فَلَمَّا خَرَجَ مِنْهَا صَلّٰى، ثُمَّ قَالَ : مَا كُنْتُ أُصَلِّي

بِأَرْضٍ خُسِفَ بِهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ .

''ہم سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ نہروان کی طرف نکلے، جب ہم بابل شہر میں پہنچے، تو نماز عصر کا وقت ہو گیا، ہم نے کہا: نماز کا وقت ہو گیا ہے، مگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ خاموش رہے، ہم نے پھر عرض کیا: نماز کا وقت ہو گیا ہے، مگر آپ خاموش رہے، پھر جب اس شہر سے باہر نکل آئے، تو نماز ادا کی، فرمایا: میں ایسی جگہ نماز نہیں پڑھنا، جہاں تین مرتبہ خسف (زمین کا دھنس جانا) ہوا ہو۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 7556، وسندهٔ صحيحٌ)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ حَسَنٌ .

''یہ سند حسن ہے۔''

(تغليق التّعليق : 231/2)

سوال: ایک شخص نے فرض نماز شروع کی، دروازے پر دستک ہوئی، کوئی دوسرا دروازہ کھولنے والا نہیں، کیا کرے؟

جواب: اسے چاہیے کہ نماز نہ توڑے، البتہ نماز ہلکی کر لے۔

سوال: کسی ایسے علاقہ میں سیر و تفریح کے لیے جانا، جہاں فحاشی اور بے حیائی ہو، کیسا ہے؟

جواب: بے حیائی اور فحاشی والی جگہوں پر جانا جائز نہیں۔ اسے چاہیے کہ اپنے دین کی حفاظت کرے اور فتنوں سے دور رہے۔ ایسی جگہیں مسلمان کے دل و دماغ پر برا اثر چھوڑتی ہیں، لہٰذا ان سے مجتنب رہے۔

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا﴾

(بني إسرائيل : 32)

”زنا کے قریب بھی نہ پھٹکو، یقیناً یہ فحاشی اور برا راستہ ہے۔“

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾(البقرة : ١٦٩)

”وہ تم کو برائی، بے حیائی اور اللہ پر جھوٹ باندھنے کا حکم دیتا ہے۔“

سوال: ایک طالب علم نے نذر مانی کہ اگر وہ امتحان میں کامیاب ہو گیا، تو رزلٹ کے اگلے دن روزہ رکھے گا، لیکن اس نے رزلٹ کے اگلے روز روزہ نہیں رکھا، کیا حکم ہے؟

جواب: جب وہ امتحان میں کامیاب ہو گیا، تو رزلٹ کے اگلے روز اس کے لیے روزہ رکھنا ضروری تھا، کیونکہ اس نے معین دن کی نذر مانی تھی۔ اب اگر اس معین دن کا روزہ نہیں رکھا، تو اس پر نذر کا کفارہ ہے۔

سوال: تسبیح و تہلیل افضل ہے یا استغفار؟

جواب: تسبیح و تہلیل افضل ہے، یہ بہترین ذکر ہیں، مگر استغفار کے بھی بے بہا فوائد ہیں۔ کتاب و سنت میں اس کی بہت ترغیب آئی ہے۔

سوال: کیا عورتیں پینٹ شرٹ پہن سکتی ہیں؟

جواب: نہیں پہن سکتی۔ پینٹ تنگ و چست لباس میں آتی ہے، جس سے جسم کے خدوخال ظاہر ہوتے ہیں، کئی مسلمان عورتیں کفار کی نقالی میں ایسا لباس پہنتی ہیں، انہیں

توبہ کرنی چاہیے اور ایسا لباس زیب تن کرنا چاہیے، جس کی شرع اجازت دیتی ہے۔

سوال: قرب قیامت زمین سے جانور نکلے گا، کیا اس کے پاس سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی؟

جواب: اس بارے میں کوئی روایت ثابت نہیں۔

سوال: کیا گناہ گار مؤحد قبر میں منکر و نکیر کے سوالوں کے صحیح جواب دے سکے گا؟

جواب: گناہ گار مؤحد اللہ کی مشیئت میں ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ گناہوں اور معاصی کے مطابق جو معاملہ کرے، اس کے علم میں ہے، البتہ حدیث کے ظاہر سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان مؤحد منکر و نکیر کے سوالوں کے جواب دے دے گا اور کافر و منافق جواب نہیں دے پائے گا۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْعَبْدُ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِہٖ، وَتُوُلِّيَ وَذَهَبَ أَصْحَابُهٗ حَتّٰی إِنَّهٗ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ، أَتَاهُ مَلَكَانِ، فَأَقْعَدَاهُ، فَيَقُولَانِ لَهٗ : مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَيَقُولُ : أَشْهَدُ أَنَّهٗ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهٗ، فَيُقَالُ : انْظُرْ إِلٰی مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ أَبْدَلَكَ اللّٰهُ بِهٖ مَقْعَدًا مِّنَ الْجَنَّةِ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : فَيَرَاهُمَا جَمِيعًا، وَأَمَّا الكَافِرُ أَوِ الْمُنَافِقُ فَيَقُولُ : لَا أَدْرِي، كُنْتُ أَقُولُ مَا يَقُولُ النَّاسُ، فَيُقَالُ : لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ، ثُمَّ يُضْرَبُ بِمِطْرَقَةٍ مِّنْ حَدِيدٍ ضَرْبَةً بَيْنَ

أُذُنَيْهِ، فَيَصِيحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيهِ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ.

”جب بندے کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی چلے جاتے ہیں، وہ ان کے قدموں کی آواز سن رہا ہوتا ہے۔ اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، اسے بٹھاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں: تو اس شخص محمد ﷺ کے متعلق کیا کہا کرتا تھا؟ وہ کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں وہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، کہا جائے گا: اپنا ٹھکانہ جہنم میں دیکھ لو، جس کے بدلے میں آپ کو جنت میں گھر دے دیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ دونوں گھروں کو دیکھ لے گا۔ تو جو کافر یا منافق ہوگا، وہ کہے گا کہ میں بھی وہی کہا کرتا تھا جو لوگ کہتے تھے۔ کہا جائے گا، تو نے نہیں جانا، پھر لوہے کے ہتھوڑے سے اسے مارا جائے گا، وہ چیخ مارے گا، جس کو سوائے جن وانس سب سنیں گے۔“

(صحيح البخاري: 1338، صحيح مسلم: 2870)

یہاں فاسق وفاجر کا الگ سے ذکر نہیں کیا گیا، ظاہر یہی ہے کہ مؤحد فاسق بھی مسلمانوں میں داخل ہے، واللہ اعلم!

سوال: میاں بیوی سفر پر ہیں، نماز کا وقت ہو گیا، کیا دونوں جماعت کرا سکتے ہیں؟

جواب: جی ہاں، جماعت کرا سکتے ہیں، البتہ بیوی اکیلی پیچھے کھڑی ہوگی، وہ شوہر کے ساتھ کھڑی نہیں ہوگی۔

سوال: کفار کی کمپنی میں مشارکت کرنا کیسا ہے؟

جواب: اگر کمپنی کی پروڈکٹ شرعاً جائز ہے اور حرام چیزوں کی خرید وفروخت نہیں ہے، تو کافر کمپنی میں مشارکت کی جا سکتی ہے، مگر اجتناب بہتر ہے۔

سوال: ایک شخص کی مسجد میں کتاب گم ہوگئی، کیا وہ مسجد والوں کے سامنے کتاب کی گمشدگی کا اعلان کرسکتا ہے؟

جواب: کرسکتا ہے۔ مسجد میں جاندار شے کی گمشدگی کا اعلان ممنوع ہے۔

سوال: مسجد حرام کے علاوہ جو مساجد حرم میں داخل ہیں، کیا ان میں نماز پڑھنا بھی ایک لاکھ نماز کے برابر ہے؟

جواب: راجح یہی ہے کہ ایک لاکھ نماز کا ثواب صرف مسجد حرام کے ساتھ خاص ہے، حرم مکہ کی حدود میں داخل دیگر مساجد کے لیے یہ اجر نہیں۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ، إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ.

”میری مسجد (نبوی) میں ایک نماز دیگر مساجد میں ایک ہزار نمازوں سے بہتر ہے، سوائے مسجد حرام کے۔“

(صحيح البخاري: 1190، صحيح مسلم: 1394)

❁ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هٰذَا أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَسَاجِدِ، إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ، وَصَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَفْضَلُ مِنْ مِائَةِ صَلَاةٍ فِي هٰذَا.

”میری مسجد (نبوی) میں ایک نماز دیگر مساجد میں ہزار نمازوں سے افضل ہے، سوائے مسجد حرام کے۔ مسجد حرام میں ایک نماز مسجد نبوی میں پڑھی گئی سو

نمازوں سے افضل ہے۔‘‘

(مسند عبد بن حمید :521، مسند الإمام أحمد : 4/5، وسندهٗ صحیحٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۶۲۰) نے ’’صحیح‘‘ قرار دیا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے مسجد حرام میں ایک لاکھ نماز کا اجر بیان فرمایا ہے، نہ کہ حرم مکہ میں نماز پڑھنے کا۔ اسی طرح مسجد نبوی میں ایک نماز کا ثواب ایک ہزار کے برابر ہے، یہ اجر بھی مسجد نبوی کے ساتھ خاص ہے، اس میں حرم مدینہ کی حدود میں موجود تمام مساجد شامل نہیں۔

سوال: بعض عورتوں کے فطری ایام شروع ہونے سے کچھ گھنٹے پہلے علامات ظاہر ہوتی ہیں، کیا ان علامات کو دیکھ کر وہ نماز روزہ چھوڑ دیں؟

جواب: علامات ظاہر ہونے پر نماز روزہ ترک نہیں کرے گی، کیونکہ جب تک فطری ایام کا خون جاری نہیں ہوگا، وہ شرعاً پاک تصور ہوگی اور اس پر تمام احکام شرعیہ عائد ہوں گے۔

سوال: میت کی جسم کو محفوظ رکھنے کے لیے کیمیکل کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

جواب: میت کو جلدی دفن کرنا مستحب ہے، اگر میت کو کسی شرعی ضرورت کے پیش نظر کچھ دیر محفوظ رکھنا ضروری ہو، تو اس کے جسم کو کیمیکل لگائے جا سکتے ہیں۔

سوال: ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے، اگلی صف میں جگہ خالی ہے، کیا وہ دوران نماز اگلی صف میں منتقل ہو سکتا ہے؟

جواب: پہلی صف میں کسی وجہ سے جگہ خالی رہ جائے، تو پہلی صف والوں کو چاہیے کہ ساتھ ساتھ مل جائیں، تاکہ جگہ پُر ہو جائے، اگر پہلی صف والے خلا پُر نہ کریں، تو پچھلی صف والا آدمی اگلی صف میں داخل ہو سکتا ہے۔ اتنی سی حرکت سے نماز فاسد نہ ہوگی۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۴۸)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: نماز کے دوران سامنے حائضہ بیٹھی ہے، نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: نماز صحیح ہے۔

سوال: برقی آلات سے مکھیوں کو تلف کرنا کیسا ہے؟

جواب: برقی آلات سے مکھیوں کو تلف کرنا جائز نہیں۔ اس سے مکھیاں جل کر مرتی ہیں، یہ آگ کے ساتھ عذاب دینا ہے، جو مخلوق کے لیے جائز نہیں، کیونکہ کسی ذی روح کو جلا کر مارنا جائز نہیں۔

❀ سیدنا حمزہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّهٗ لَا يُعَذِّبُ بِالنَّارِ إِلَّا رَبُّ النَّارِ .

”آگ کا عذاب آگ کا رب ہی دے سکتا ہے۔“

(سنن سعيد بن منصور : 2643، مُسند الإمام أحمد : 494/2، سنن أبي داود : 2673، وسندهٗ حسنٌ)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”صحیح“ کہا ہے۔

(فتح الباري : 149/6)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ النَّارَ لَا يُعَذِّبُ بِهَا إِلَّا اللّٰهُ .

”آگ کا عذاب اللہ کے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔“

(صحيح البخاري : 3016)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تُعَذِّبُوا بِعَذَابِ اللّٰهِ .

”کسی کو آگ میں مت جلائیں۔“

(صحيح البخاري : 3017)

ثابت ہوا کہ مکھیوں کا خاتمہ جلا کر کرنا جائز نہیں، یہ ممنوع و حرام ہے۔ مچھروں اور حشرات الارض وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے۔

سوال: باریک لباس میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: اگر لباس اتنا باریک ہے کہ اعضا دکھائی دے رہے ہیں، تو ایسا لباس پہننا یا اس میں نماز پڑھنا جائز نہیں، کیونکہ یہ لباس ساتر نہیں ہے۔

سوال: ریل گاڑی میں فرض نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: ریل گاڑی عموماً سٹاپ کرتی ہے، لہٰذا کسی سٹاپ پر ہی نماز پڑھی جائے گی، لیکن اگر وہ سٹاپ نہ کرے اور نماز کا وقت ختم ہونے والا ہو، تو ریل میں ہی فرض نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ اگر کھڑے ہو کر پڑھنا ممکن ہو، تو کھڑے ہو کر ورنہ بیٹھ کر پڑھ لے۔

❁ حمید طویل رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سُئِلَ أَنَسٌ عَنِ الصَّلَاةِ، فِي السَّفِينَةِ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي عُتْبَةَ مَوْلٰى أَنَسٍ وَهُوَ مَعَنَا جَالِسٌ : سَافَرْتُ مَعَ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، وَأَبِي الدَّرْدَاءِ، وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ حُمَيْدٌ :

وَأُنَاسٍ قَدْ سَمَّاهُمْ، فَكَانَ إِمَامُنَا يُصَلِّي بِنَا فِي السَّفِينَةِ قَائِمًا، وَنَحْنُ نُصَلِّي خَلْفَهُ قِيَامًا، وَلَوْ شِئْنَا لَأَرْفَأْنَا وَخَرَجْنَا .

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کشتی (بحری جہاز) میں نماز پڑھنے کی بابت سوال کیا گیا، سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے غلام عبداللہ بن ابی عتبہ رحمہ اللہ بھی ہمارے ساتھ تشریف فرما تھے، وہ کہنے لگے: میں نے سیدنا ابوسعید خدری، سیدنا ابو درداء اور سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ سفر کیا۔ (حمید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ آپ رحمہ اللہ نے کچھ اور نام بھی ذکر کیے۔) ہمارا امام ہمیں کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتا تھا اور ہم بھی پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے۔ (ہم ساحل کے اتنے قریب تھے کہ) اگر ہم چاہتے، تو ساحل پر کشتی روک کر باہر بھی نکل سکتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 6564، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 221/3، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ إِذَا رَكِبَ السَّفِينَةَ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ، وَالسَّفِينَةُ مَحْبُوسَةٌ صَلَّى قَائِمًا، وَإِذَا كَانَتْ تَسِيرُ صَلَّى قَاعِدًا فِي جَمَاعَةٍ .

''آپ رضی اللہ عنہ جب کشتی پر سفر کرتے، نماز کا وقت ہو جاتا اور کشتی ٹھہری ہوتی، تو آپ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے اور اگر کشتی چل رہی ہوتی، تو بیٹھ کر باجماعت نماز پڑھتے تھے۔''

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 221/3، الرقم : 5493، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ محمد بن سیرین رحمہ اللہ کشتی میں نماز پڑھنے کے بارے میں فرماتے ہیں:

إِنْ شِئْتَ قَائِمًا وَإِنْ شِئْتَ قَاعِدًا، وَالْقِيَامُ أَفْضَلُ .

”آپ (کشتی میں) کھڑے ہو کر بھی نماز پڑھ سکتے ہیں اور بیٹھ کر بھی، البتہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنا افضل ہے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 6567، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَلِّ فِيهَا قَائِمًا .

”کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھیے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 6569، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ ابوقلابہ عبداللہ بن زید جرمی رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ لَا يَرٰى بَأْسًا بِالصَّلَاةِ فِي السَّفِينَةِ جَالِسًا .

”آپ رحمہ اللہ کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنے میں کچھ حرج خیال نہیں کرتے تھے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 6562، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ طاؤس بن کیسان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَلِّ فِيهَا قَاعِدًا .

”آپ کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھ سکتے ہیں۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 6563، وسندهٗ صحيحٌ)

ریل گاڑی کو بھی کشتی پر قیاس کیا جائے گا۔

سوال: امام نماز پڑھا رہا تھا، چوتھی رکعت میں سورت فاتحہ پڑھنا بھول گیا، جب تشہد میں بیٹھنے لگا، تو اسے یاد آیا، اب وہ تشہد میں بیٹھنے کے بجائے کھڑا ہو گیا، تاکہ جس رکعت میں سورت فاتحہ نہیں پڑھی تھی، وہ رکعت دوبارہ پڑھ لے، مقتدی کیا کریں؟

جواب: سورت فاتحہ کے بغیر رکعت نہیں ہوتی، امام کو چاہیے کہ پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے اور ساتھ مقتدی بھی کھڑے ہو جائیں، کیونکہ وہ امام کے تابع ہیں۔ نماز کے آخر میں سجدہ سہو کر لیا جائے۔ امام کی نماز چار رکعت ہو جائے گی اور مقتدیوں کی پانچ رکعتیں اور دو سجدے مقتدیوں کے لیے ایک رکعت کے قائم مقام ہو جائیں گے، یوں مقتدیوں کی چار رکعت فرض ہو جائے گی اور باقی دو رکعت نفل۔ امام نے جو دو سجدے کیے، وہ شیطان کے لیے پھٹکار بن جائیں گے کہ اس نے سورت فاتحہ پڑھنا بھلا دیا تھا۔

سوال: ہوائی جہاز میں بیٹھ کر نماز پڑھی، کوئی عذر بھی نہیں تھا، نیز کھڑے ہو کر نماز پڑھنا ممکن بھی تھا، کیا حکم ہے؟

جواب: استطاعت ہو تو فرض نماز میں قیام واجب ہے۔ اگر بغیر عذر فرض نماز بیٹھ کر ادا کی جائے، تو نماز نہیں ہوتی، اس کا اعادہ ضروری ہے۔

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ ابو ہانی (؟) سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ نَظَرَ إِلٰی فَرْجِ امْرَأَةٍ، لَمْ تَحِلَّ لَهٗ أُمُّهَا، وَلَا ابْنَتُهَا .

”جس نے کسی عورت کی شرمگاہ کی طرف دیکھا، تو اس عورت کی ماں اور بیٹی اس شخص (کے نکاح) کے لیے حلال نہیں ہے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 16235)

جواب: سند سخت ضعیف ہے۔

① حجاج بن ارطاۃ ضعیف ہے۔

② ابو ہانی مبہم و نامعلوم ہے۔

③ ابو ہانی کی مرسل ہے۔

❁ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا مُنْقَطِعٌ وَمَجْهُولٌ وَضَعِيفٌ، الْحَجَّاجُ بْنُ أَرْطَاةَ لَا يُحْتَجُّ بِهٖ فِيمَا يُسْنِدُهٗ فَكَيْفَ بِمَا يُرْسِلُهٗ عَمَّنْ لَا يُعْرَفُ .

”یہ روایت منقطع، مجہول اور ضعیف ہے۔ حجاج بن ارطاۃ مسند (متصل) روایت بیان کرے، تو بھی حجت نہیں، بھلا جس روایت کو وہ غیر معروف راوی سے مرسل بیان کرے، اس میں حجت کیسے ہوگا؟!“

(السّنن الكبرىٰ : 275/7)

❁ حافظ عبدالحق اشبیلی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ”ضعیف“ قرار دیا ہے۔

(الأحكام الوسطى : 137/3)

تنبیہ:

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلٰى رَجُلٍ نَظَرَ إِلٰى فَرْجِ امْرَأَةٍ وَابْنَتِهَا .

”جس شخص نے کسی عورت یا اس کی بیٹی کی شرم گاہ کی طرف دیکھا، تو اللہ تعالیٰ (روز قیامت) اس کی طرف (نگاہِ رحمت) سے نہیں دیکھے گا۔“

(سنن الدّارقطني : 3682)

سند ضعیف ہے۔

① لیث بن ابی سلیم ضعیف ہے۔

② حماد بن ابی سلیمان مختلط ہے۔

③ ابراہیم نخعی مدلس ہیں۔

④ حفص بن غیاث مدلس ہے۔

❀ اس روایت کو امام بیہقی رحمہ اللہ نے ''ضعیف'' کہا ہے۔

(السّنن الکبریٰ: 275/7)

اس معنی میں دیگر روایات بھی ضعیف ہیں۔

سوال: کیا نیک اعمال سے کبیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں؟

جواب: اصل قاعدہ تو یہی ہے کہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے، لیکن اگر کوئی نیکی اخلاص اور للّٰہیت کے ساتھ کی جائے اور اللہ تعالیٰ کو پسند آ جائے، تو بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے کبائر بھی معاف کر دے۔ کتب احادیث میں اس کے شواہد ملتے ہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

غُفِرَ لِامْرَأَةٍ مُومِسَةٍ، مَرَّتْ بِكَلْبٍ عَلٰى رَأْسِ رَكِيٍّ يَلْهَثُ، قَالَ : كَادَ يَقْتُلُهُ الْعَطَشُ، فَنَزَعَتْ خُفَّهَا، فَأَوْثَقَتْهُ بِخِمَارِهَا، فَنَزَعَتْ لَهٗ مِنَ الْمَاءِ، فَغُفِرَ لَهَا بِذٰلِكَ .

''ایک فاحشہ عورت کی بخشش ہو گئی، وہ اس طرح کہ (ایک مرتبہ) اس کا گزر کتے کے پاس سے ہوا، جو کنوئیں کے کنارے بیٹھا ہانپ رہا تھا، قریب تھا کہ پیاس سے مر جاتا، چنانچہ اس عورت نے اپنا موزہ اتارا، اسے دوپٹے سے باندھا اور کتے کے لیے (کنوئیں سے) پانی نکالا (اس نے کتے کو پانی پلایا) تو اس وجہ سے اسے معاف کر دیا گیا۔''

(صحيح البخاري: 3321، صحيح مسلم: 2245)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيقٍ، اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ، فَوَجَدَ بِئْرًا فَنَزَلَ فِيهَا، فَشَرِبَ ثُمَّ خَرَجَ، فَإِذَا كَلْبٌ يَلْهَثُ، يَأْكُلُ الثَّرٰى مِنَ الْعَطَشِ، فَقَالَ الرَّجُلُ : لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا الكَلْبَ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلُ الَّذِي كَانَ بَلَغَ بِي، فَنَزَلَ الْبِئْرَ فَمَلَأَ خُفَّهٗ ثُمَّ أَمْسَكَهٗ بِفِيهِ، فَسَقَى الْكَلْبَ فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهٗ فَغَفَرَ لَهٗ ، قَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَإِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ أَجْرًا؟ فَقَالَ : نَعَمْ، فِي كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ .

”ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص راستے میں جا رہا تھا، اسے سخت پیاس لگی، تو اسے ایک کنواں ملا، وہ کنوئیں میں اترا اور پانی پیا، باہر آیا، تو دیکھا کہ ایک کتا ہانپ رہا ہے اور پیاس کی وجہ سے تری چاٹ رہا ہے، آدمی نے سوچا کہ اس کتے کو بھی اسی طرح پیاس لگی ہوئی ہے، جس طرح مجھے لگی تھی۔ تو وہ کنوئیں میں اترا، اپنے موزے میں پانی بھرا، پھر اسے منہ سے پکڑا (اور باہر لایا) اس نے کتے کو پانی پلایا، اللہ تعالیٰ نے اس (کے عمل کی) قدردانی کی اور اسے بخش دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا چوپائیوں (سے نیکی کرنے) میں بھی ہمارے لیے اجر وثواب ہے؟ فرمایا: جی ہاں، ہر تر جگر والے (جان دار) سے اچھا برتاؤ کرنے پر اجر ہے۔“

(صحيح البخاري : 6009، صحيح مسلم : 2244)

(سوال): نماز کے دوران بواسیر کی وجہ سے کپڑوں کو خون لگ گیا، نماز کا کیا حکم ہے؟

(جواب): نماز صحیح ہے۔ بواسیر کا خون ناپاک نہیں ہوتا۔

❀ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كَانَتْ بِي بَوَاسِيرُ، فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلَاةِ، فَقَالَ : صَلِّ قَائِمًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلٰى جَنْبٍ.

”مجھے بواسیر کا مرض تھا، لہٰذا میں نے نبی کریم ﷺ سے نماز کے متعلق پوچھا، فرمایا: کھڑے ہو کر نماز پڑھیے، اگر ممکن نہ ہو، تو بیٹھ کر پڑھ لیجیے، اگر اس کی بھی طاقت نہیں، تو پہلو کے بل پڑھ لیجیے۔“

(صحيح البخاري : 1117)

(سوال): کیا علماء کی وفات اُمت کے لیے مصیبت ہے؟

(جواب): علمائے اہل سنت اُمت کے لیے بہت بڑی نعمت ہیں، دعوت کا کام ان ربانی علما کے ہی مرہون منت ہے۔ جو ہر معاملہ میں شرعی راہنمائی کرتے ہیں، لوگوں کو معاصی سے دور کرتے ہیں اور رب تعالیٰ کے قریب کرتے ہیں۔ علماء ہی ہیں، جن کی دعوت و تبلیغ اور علم و فہم پر عمل کر کے عوام الناس اللہ تعالیٰ کی جنت کے وارث بنیں گے۔

جب اہل علم اتنا بڑی نعمت ہیں، تو ان کی وفات یقیناً بہت بڑا صدمہ ہے۔ ہر عالم ربانی گلشن محمدی کا ایک پھول ہے، جس کی اپنی خوشبو ہے، یہ پھول توڑ لیے جائیں، تو گلشن ویران ہو جائے گا۔ علمائے حق کی وفات علم کے اُٹھ جانے کا باعث ہے اور جب علم نہ ہو گا، تو بڑے بڑے فتنے نمودار ہوں گے اور سیدھے سادھے مسلمانوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیں

گے۔اس لیے ایک بھی ثقہ عالم دنیا سے اٹھ جائے،تو یہ سارے عالَم کا نقصان ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُرْفَعَ الْعِلْمُ وَيَثْبُتَ الْجَهْلُ، وَيُشْرَبَ الْخَمْرُ، وَيَظْهَرَ الزِّنَا.

”قیامت کی علامات میں سے ہے کہ علم اُٹھا لیا جائے گا، جہالت در آئے گی، شراب (بکثرت) پی جائے گی اور زنا عام ہو جائے گا۔“

(صحيح البخاري : 80، صحيح مسلم : 2671)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهٗ مِنَ الْعِبَادِ، وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ، حَتّٰى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوسًا جُهَّالًا، فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ، فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا.

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ علم کو ایسے قبض نہیں کرے گا کہ بندوں (کے سینوں سے) چھین لے، بلکہ اللہ تعالیٰ علما کو فوت کر کے علم قبض کرے گا، یہاں تک کہ کوئی عالم باقی نہیں رہے گا، پھر لوگ جاہلوں کو پیشوا بنا لیں گے، ان سے سوال کیا جائے گا،تو وہ علم (یعنی کتاب وسنت کی نصوص) کے بغیر فتویٰ دیں گے، وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔“

(صحيح البخاري : 100، صحيح مسلم : 2673)

سوال: مسجد کے اندر اشتہار لگانا کیسا ہے؟

جواب: اگر اشتہار کسی درس، کانفرس یا دینی پروگرام کے بارے میں ہو،تو مسجد میں

آویزاں کیا جا سکتا ہے، کیونکہ یہ سب چیزیں مساجد کے مقاصد میں شامل ہیں، لیکن اگر یہ اشتہار کسی کاروبار یا دنیاوی یا سیاسی معاملہ سے متعلق ہے، تو یہ مسجد میں نہیں لگایا جا سکتا، کیونکہ مسجد میں ان چیزوں کے اعلانات کرنا ممنوع ہے۔

سوال: کیا نماز اشراق کے لیے بھی وضو شرط ہے؟

جواب: ہر نماز کے لیے وضو شرط ہے۔

سوال: ایک مسافر مغرب کی جماعت کے ساتھ نماز عشاء پڑھنا چاہتا ہے، کیا وہ ایسا کر سکتا ہے؟

جواب: کر سکتا ہے۔ البتہ جب امام مغرب کی نماز سے سلام پھیر دے، تو مسافر ساتھ چوتھی رکعت بھی شامل کرے گا۔

سوال: کیا قے نجس ہے؟

جواب: قے کے نجس ہونے پر کوئی دلیل معلوم نہیں، واللہ اعلم!

سوال: تین شخص مسجد میں داخل ہوئے، امام آخری تشہد میں تھا، اب ان کے لیے افضل کیا ہے، وہ امام کے ساتھ تشہد میں مل جائیں یا امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی الگ جماعت کرالیں؟

جواب: افضل یہی ہے کہ وہ امام کے ساتھ تشہد میں مل جائیں، کیونکہ اس سے انہیں جماعت کا ثواب مل جائے گا اور یقیناً مسجد کی اصل جماعت کا ثواب بعد والی جماعت سے زیادہ ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا .

”جماعت کا جتنا حصہ پالیں، وہ ادا کرلیں اور جو رہ جائے، اسے مکمل کرلیں۔“

(صحيح البخاري : 636، صحيح مسلم : 602)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

اُسْتُدِلَّ بِهٰذَا الْحَدِيثِ عَلٰى حُصُولِ فَضِيلَةِ الْجَمَاعَةِ بِإِدْرَاكِ جُزْءٍ مِّنَ الصَّلَاةِ .

”اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ نماز کا کچھ حصہ بھی پا لینے سے جماعت کی فضیلت حاصل ہو جاتی ہے۔“

(فتح الباري : 2/118)

❀ نیز فرماتے ہیں:

اُسْتُدِلَّ بِهٖ أَيْضًا عَلَى اسْتِحْبَابِ الدُّخُولِ مَعَ الْإِمَامِ فِي أَيِّ حَالَةٍ وُجِدَ عَلَيْهَا .

”اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ امام جس بھی حالت میں ہو، مقتدی کا اس کے ساتھ شامل ہونا مستحب ہے۔“

(فتح الباري : 2/118)

سوال: جو نماز میں تکبیر تحریمہ کہنا بھول گیا اور نماز پڑھ لی، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: فرض اور نفل نماز میں تکبیر تحریمہ کہنا فرض ہے، اس کے بغیر نماز میں داخل نہیں ہوا جا سکتا۔ لہٰذا اگر کوئی تکبیر تحریمہ کہنا بھول گیا، تو وہ دوبارہ نماز پڑھے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطَّهُورُ، وَإِحْرَامُهَا التَّكْبِيرُ، وَانْقِضَاؤُهَا التَّسْلِيمُ .

”وضو نماز کی چابی ہے، نماز کا آغاز اللہ اکبر سے اور اختتام سلام سے ہی ہوتا ہے۔“

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 16/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ حافظ بیہقی رحمہ اللہ نے اس اثر کو ”صحیح“ کہا ہے۔

(السّنن الكبرىٰ : 174/2)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّ رَجُلًا أَتٰى بِابْنَةٍ لَّهٗ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : إِنَّ ابْنَتِي هٰذِهٖ أَبَتْ أَنْ تَتَزَوَّجَ، قَالَ : فَقَالَ لَهَا : أَطِيعِي أَبَاكِ قَالَ : فَقَالَتْ : لَا، حَتّٰى تُخْبِرَنِي مَا حَقُّ الزَّوْجِ عَلٰى زَوْجَتِهٖ؟ فَرَدَّدَتْ عَلَيْهِ مَقَالَتَهَا قَالَ : فَقَالَ : حَقُّ الزَّوْجِ عَلٰى زَوْجَتِهٖ أَنْ لَوْ كَانَ بِهٖ قُرْحَةٌ فَلَحَسَتْهَا، أَوِ ابْتَدَرَ مَنْخِرَاهُ صَدِيدًا أَوْ دَمًا، ثُمَّ لَحَسَتْهُ مَا أَدَّتْ حَقَّهٗ قَالَ : فَقَالَتْ : وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَتَزَوَّجُ أَبَدًا قَالَ : فَقَالَ : لَا تُنْكِحُوهُنَّ إِلَّا بِإِذْنِهِنَّ .

”ایک شخص اپنی بیٹی کے ہمراہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، عرض کیا: میری یہ بیٹی شادی سے انکار کرتی ہے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکی سے فرمایا: اپنے والد کی بات مان لیجئے۔ لڑکی نے عرض کیا: پہلے آپ مجھے یہ بتا دیجئے کہ شوہر کا بیوی پر حق کیا ہے؟ اس نے بار بار یہی بات دہرائی، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شوہر کا اپنی بیوی پر اتنا حق ہے کہ اگر شوہر کے جسم پر پھوڑا ہو اور بیوی اسے زبان سے چاٹ لے، یا اس کے نتھنے سے پیپ یا خون بہہ رہا ہو اور بیوی

اسے چاٹ لے، تو بھی شوہر کا حق ادا نہیں ہوگا۔ لڑکی کہنے لگے: اس ذات کی قسم، جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، تب تو میں کبھی شادی نہ کروں گی۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اپنی (زیر دست) عورتوں کا نکاح ان کی اجازت کے بغیر مت کریں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 17122، السّنن الكبرىٰ للنّسائي : 5365، مسند البزّار [كشف الأستار] : 1465، سنن الدّارقطني :3571)

جواب: اس کی سند حسن ہے۔ اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۴۱۶۴) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (۲۷۶۷) نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے۔

سوال: دکان کے دروازے پر ''نماز کے اوقات میں دکان بند رہے گی'' لکھنا کیسا ہے؟

جواب: بہت اچھا جملہ ہے، ایک تو اس میں معنوی طور پر نماز کی دعوت دی جا رہی ہے، دوسرا یہ کہ آنے والے کو اندازہ ہو جائے گا کہ دکاندار نماز کے لیے گیا ہے، جلد ہی واپس آ جائے گا۔

سوال: جس الماری میں قرآن کریم رکھے جاتے ہیں، ان کے ساتھ ٹیک لگانا کیسا ہے؟

جواب: کوئی حرج نہیں، اس میں قرآن کریم کی توہین نہیں ہے۔

سوال: ایک شخص نے مسجد میں افطاری کرانے کے لیے رقم دی، افطاری کرائی گئی، تو کچھ رقم بچ گئی، کیا وہ رقم مسجد کی دیگر ضروریات پر خرچ کی جا سکتی ہے؟

جواب: جس نے افطاری کے لیے رقم دی تھی، اسے مطلع کیا جائے گا کہ اس کی رقم بچ گئی ہے، اگر وہ مسجد کی دیگر ضروریات پر خرچ کرنے کی اجازت دے، تو درست، ورنہ وہ رقم اسے واپس کر دی جائے۔

سوال: کیا امر بالمعروف ونہی عن المنکر فرض کفایہ ہے؟

جواب: جی ہاں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾(آل عمران : ۱۰۴)

''تم میں ایسے لوگ ضرور ہونے چاہییں، جو بھلائی کی طرف بلائیں، نیکی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں، یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔''

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ﴾(التّوبة : ۱۲۲)

''ہر گروہ میں سے ایک جماعت کیوں نہیں نکلتی، جو دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرے، پھر واپس آ کر اپنی قوم کو (رب تعالیٰ کی پکڑ سے) ڈرائے، تاکہ وہ (رب تعالیٰ کی پکڑ سے) بچ سکیں۔''

یہ آیات دلیل ہیں کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر فرض کفایہ ہے، یعنی علاقہ کے بعض لوگ یہ ذمہ داری ادا کر دیں، تو سب کی طرف سے فرض ادا ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی بھی یہ ذمہ داری ادا نہ کرے گا، تو سب گناہ گار ہوں گے۔

سوال: کیا قمیص کے بٹن کھول کر نماز پڑھنا بدعت ہے؟

جواب: ایسا کرنا بدعت نہیں ہے۔

سوال: ایک شخص نے بیڈ روم میں شیر اور چڑیا کی تصویر فریم کروا کر لگائی ہوئی ہے،

کیا یہ بھی ممانعت میں داخل ہے؟

جواب: گھر میں جانداروں کی تصاویر رکھنا جائز نہیں، جس گھر میں ایسی تصویر ہو، وہاں فرشتے نہیں آتے۔ شیر اور چڑیا بھی ذی روح ہیں، لہٰذا ان کی تصاویر فریم کروا کر لٹکانا حرام اور ناجائز ہے، یہ کفار کی نقالی ہے۔ گھر سے رحمت اور برکت عنقا ہو جاتی ہے۔

❁ سیدنا ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا صُورَةٌ .

”فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے، جس میں کتا اور تصویر ہو۔“

(صحيح البخاري : 3322، صحيح مسلم : 2106)

تنبیہ:

❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ وَّلَا كَلْبٌ وَّلَا جُنُبٌ .

”جس گھر میں تصویر، کتا اور جنبی ہو، اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔“

(سنن أبي داوٗد : 227، سنن النسائي : 262، سنن ابن ماجه : 3650)

سند ضعیف ہے۔

① عبد اللہ بن نجی متکلم فیہ ہے، اس کی معتبر توثیق نہیں۔

② نجی حضرمی کے بارے میں امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْجِبُنِي الْاِحْتِجَاجُ بِخَبَرِهٖ إِذَا انْفَرَدَ .

”میں اس کی منفرد روایت سے حجت پکڑنا پسند نہیں کرتا۔“

(الثّقات : 480/5)

مذکورہ روایت میں بھی نجی حضرمی منفرد ہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

الصُّورَةُ الرَّأْسُ فَإِذَا قُطِعَ الرَّأْسُ فَلَيْسَ بِصُورَةٍ.

''تصویر سر کے ساتھ ہوتی ہے، اگر (تصویر میں) سر کو کاٹ دیا جائے، تو وہ تصویر نہیں رہتی۔''

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 14580، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: ترکی ٹوپی پہننا کیسا ہے؟

جواب: کوئی حرج نہیں۔

سوال: اگر کوئی نیک جن کسی عالم کے پڑھتا ہو، کیا اس جن سے مدد لی جاسکتی ہے؟

جواب: اگر ایسا ممکن ہو کہ کوئی جن طلب علم کے لیے کسی عالم کے پاس آئے، تو وہ جائز کاموں میں جن سے مدد لے سکتا ہے، جس طرح دیگر طلبہ سے مدد لیتا ہے۔

سوال: ایک شخص اپنے پوتے کا نام اپنے نام پر رکھنا چاہتا ہے، مگر اس کا بیٹا یعنی پوتے کا والد انکار کرتا ہے، کیا یہ والد کی نافرمانی ہوگی؟

جواب: اگر دادا کا نام اچھا ہے، تو پوتے کا نام دادا کے نام پر رکھنے میں کوئی حرج نہیں، بیٹے کو چاہیے کہ اپنے والد کی بات مان لے۔

سوال: یہ کہنا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں، کیسا ہے؟

جواب: فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کا مددگار قرار دینا جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی کی مدد کا محتاج نہیں، فرشتے جو کرتے ہیں، اللہ کے حکم سے کرتے ہیں، وہ حکم الٰہی کے پابند ہیں۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اور ہر طرح کی کمزوری اور محتاجی سے پاک ہے۔

سوال: ایک شخص نے کہا کہ نبی کریم ﷺ مکہ میں تیرہ سال ناکام رہے، اس بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: یہ کلمہ کفر ہے۔اس میں رسول اللہ ﷺ کی تنقیص شان ہے۔ایسا شخص اگر تائب نہ ہو،تو مرتد ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

❁ نبی کریم ﷺ سے منسوب ہے:

مَنْ حَلَفَ كَاذِباً أَدْخَلَهُ اللّٰهُ النَّارَ .

''جس نے جھوٹی قسم اُٹھائی،اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل کرے گا۔''

(الهداية : 317/2)

جواب: ان الفاظ سے کوئی روایت کتب حدیث میں نہیں ملی۔

❁ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ .

''یہ روایت میرے علم میں نہ آسکی۔''

(التّنبيه، ص 399)

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(نصب الرّاية : 292/3)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ هٰكَذَا .

''ان الفاظ سے مجھے یہ حدیث نہیں ملی۔''

(الدّراية : 90/2)

✿ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 112/6)

سوال: حدود نافذ کرنا کس کی ذمہ داری ہے؟

جواب: حدود کا نفاذ حاکم وقت کا فریضہ ہے، عوام کو حدود نافذ کرنا کا اختیار نہیں۔ اگر حاکم وقت حدود نافذ نہیں کرتا، تو وہ اللہ کے ہاں جواب دہ ہوگا۔

✿ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَرْبَعَةٌ إِلَى السُّلْطَانِ؛ الزَّكَاةُ وَالصَّلَاةُ وَالْحُدُودُ وَالْقَضَاءُ .

''چار چیزوں کا اختیار سلطان کے پاس ہے: ① زکوۃ (بیت المال میں جمع کرنے اور تقسیم کرنے کا) ② نماز (جمعہ پڑھانے کا) ③ حدود (نافذ کرنے کا) ④ قضا (جھگڑوں کو حل کرنے کا)۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 28438، وسندهٗ حسنٌ)

✿ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ مَا لَا خِلَافَ فِيهِ .

''اس میں کوئی اختلاف نہیں (کہ حدود نافذ کرنے کا اختیار حاکم وقت کے

پاس ہے)۔''

(الاستذکار : 158/7)

سوال: کیا حج کا احرام باندھتے وقت یہ دعا پڑھنا ثابت ہے:

اللّٰهُمَّ إِنِّي أُرِيدُ الْحَجَّ فَيَسِّرْهُ لِي، وَتَقَبَّلْهُ مِنِّي.

''اللہ! میں حج کا ارادہ رکھتا ہوں، اسے میرے لیے آسان کر دے اور مجھ سے یہ عمل قبول فرمالے۔''

(بدائع الصّنائع للكاساني الحنفي : 144/2)

جواب: حج کا احرام باندھتے ہوئے یہ دعا پڑھنا ثابت نہیں، حدیث کی کسی کتاب میں منقول نہیں۔

سوال: نماز کے دوران مسواک کرنا کیسا ہے؟

جواب: دوران نماز مسواک کرنا جائز نہیں۔ یہ نماز میں بلاضرورت حرکت کرنا ہے۔

سوال: دوران نماز امام نے توحید باری تعالیٰ پر مشتمل آیات کی تلاوت کی، تو مقتدی انگشت شہادت کے ساتھ اشارہ کرنے لگا، اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: یہ بے اصل عمل ہے۔ توحید والی آیات سن کر انگلی اٹھانا خشوع نہیں، بلکہ بے معنی حرکت ہے۔

سوال: ایک شخص بار بار مسجد میں داخل اور خارج ہوتا ہے، کیا اس کے لیے ہر بار داخل ہوتے وقت تحیۃ المسجد پڑھنا مستحب ہیں؟

جواب: اگر بار بار مسجد میں داخل اور خارج ہونا پڑے، تو ایک بار تحیۃ المسجد ادا کر لیے جائیں۔ ویسے بھی تحیۃ المسجد مستحب نماز ہے، فرض یا واجب نہیں۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۴۹)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے پڑوسی سے مروی ہے:

قَدِمْتُ مِنْ سَفَرٍ فَجَاءَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ يُسَلِّمُ عَلَيَّ، فَجَعَلْتُ أُحَدِّثُهُ عَنِ افْتِرَاقِ النَّاسِ، وَمَا أَحْدَثُوا، فَجَعَلَ جَابِرٌ يَبْكِي، ثُمَّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ النَّاسَ دَخَلُوا فِي دِينِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا، وَسَيَخْرُجُونَ مِنْهُ أَفْوَاجًا.

”میں سفر سے واپس آیا، تو میرے پاس سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما تشریف لائے، آپ نے مجھے سلام کیا، میں آپ رضی اللہ عنہ کو لوگوں کے اختلافات اور ان کے نت نئے جاری کردہ کاموں کے متعلق آگاہ کرنے لگا، تو سیدنا جابر رضی اللہ عنہ رونے لگے، پھر بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: بلاشبہ لوگ فوج در فوج دین میں داخل ہوئے ہیں، عنقریب اسی طرح دین سے نکل جائیں گے۔“

(مسند الإمام أحمد: 343/3)

(جواب): سند ضعیف ہے۔ جابر بن عبداللہ ﷺ کا پڑوسی کون ہے؟ معلوم نہیں۔

(سوال): کیا آواز اللہ تعالیٰ کی صفت ہے یا اللہ تعالیٰ کے کلام کی صفت ہے؟

(جواب): اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے صفت کلام ثابت ہے، اللہ تعالیٰ صوت وحروف کے ساتھ کلام کرتا ہے، یعنی جب اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے، تو آواز کے ساتھ کلام کرتا ہے، جس آواز کو سنا جا سکتا ہے، کما یلیق بجلالہ۔

معتزلہ، اشاعرہ اور ان کے ہم نوا کلام الٰہی کے مسئلہ میں گمراہ ہو گئے اور عقیدہ اہل سنت سے منحرف ہو گئے، کبھی کہتے ہیں کہ یہ کلام نفسی ہے، کبھی کلام کا اثبات کرتے ہیں اور صوت وحروف کا انکار کرتے ہیں۔

ان کے مقابلہ میں اہل سنت والجماعت اس مسئلہ میں اتفاق اور اجماع پر قائم ہیں، ان میں کوئی اختلاف یا حیران وپریشانی نہیں۔ وہ کلام اللہ کو حقیقی مانتے ہیں، جو صوت وحروف کے ساتھ ہوتا ہے، جیسے قرآن کریم جبریل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سن کر نبی کریم ﷺ تک پہنچایا اور نبی کریم ﷺ نے اُمت تک۔

اہل بدعت کا مذہب باطل اور فاسد ہے۔ دلائل اس کا رد کرتے ہیں۔

❀ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يَقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ : يَا آدَمُ، يَقُولُ : لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ، فَيُنَادٰى بِصَوْتٍ : إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُخْرِجَ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ بَعْثًا إِلَى النَّارِ، قَالَ : يَا رَبِّ وَمَا بَعْثُ النَّارِ؟ قَالَ : مِنْ كُلِّ أَلْفٍ أُرَاهُ قَالَ : تِسْعَ مِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِينَ، فَحِينَئِذٍ تَضَعُ الْحَامِلُ حَمْلَهَا، وَيَشِيبُ الْوَلِيدُ، وَتَرَى النَّاسَ سُكَارٰى وَمَا

هُمْ بِسُكَارٰى، وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيدٌ، فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَى النَّاسِ حَتّٰى تَغَيَّرَتْ وُجُوهُهُمْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مِنْ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ تِسْعَ مِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِينَ، وَمِنْكُمْ وَاحِدٌ .

”روز قیامت اللہ عزوجل فرمائے گا: اے آدم! سیدنا آدم علیہ السلام عرض کریں گے: ہمارے رب! میں حاضر ہوں اور یہ سعادت مندی ہے۔ تو اس وقت بآواز بلند پکارا جائے گا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اپنی ذریت میں سے ایک حصہ جہنم کی طرف نکال لیں۔ آدم علیہ السلام کہیں گے: میرے رب! جہنم کا حصہ کیا ہے؟ فرمایا: ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے۔ تو اس وقت حاملہ اپنا حمل وضع کر دے گی، بچہ جوان ہو جائے گا، آپ لوگوں کو دیکھیں گے کہ نشے سے مدہوش ہیں، مگر وہ نشے میں نہیں ہوں گے، بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہی اتنا شدید ہے۔ یہ بات صحابہ پر بہت گراں گزری، یہاں تک کہ ان کے چہرے متغیر ہو گئے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ننانوے بندے یاجوج وماجوج میں سے ہوں گے اور ایک بندے آپ میں سے ہوگا۔“

(صحيح البخاري: 4741، صحيح مسلم: 222)

یہ حدیث دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام اور ندا آواز کے ساتھ ہے۔ ندا ہوتی ہی آواز اور حروف کے ساتھ ہے۔

✿ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا قَضَى اللّٰهُ الْأَمْرَ فِي السَّمَاءِ، ضَرَبَتِ الْمَلَائِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا

خُضْعَانًا لِقَوْلِهٖ .

''جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کوئی فیصلہ کرتا ہے، تو فرشتے اللہ تعالیٰ کے فرمان کی اطاعت گزاری میں اپنے پروں کو مارتے ہیں۔''

(صحيح البخاري :4701)

امام بخاری رحمہ اللہ (۲۵۶ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يُنَادِي بِصَوْتٍ يَسْمَعُهٗ مَنْ بَعُدَ كَمَا يَسْمَعُهٗ مَنْ قَرُبَ ...... وَفِي هٰذَا دَلِيلٌ أَنَّ صَوْتَ اللّٰهِ لَا يُشْبِهُ أَصْوَاتَ الْخَلْقِ، لِأَنَّ صَوْتَ اللّٰهِ جَلَّ ذِكْرُهٗ يُسْمَعُ مِنْ بُعْدٍ كَمَا يُسْمَعُ مِنْ قُرْبٍ، وَأَنَّ الْمَلَائِكَةَ يُصْعَقُونَ مِنْ صَوْتِهٖ .

''بے شک اللہ تعالیٰ آواز کے ساتھ ندا لگاتا ہے، جسے قریب وبعید والے سب سنتے ہیں۔......اس میں دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آواز مخلوق کی آواز کے مشابہ نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی آواز کو قریب سے بھی سنا جاتا ہے اور دور سے بھی، نیز فرشتے اللہ تعالیٰ کی آواز سن کر بے ہوش ہو جاتے ہیں۔''

(خلق أفعال العباد، ص 98)

امام قوام السنہ، اصبہانی رحمہ اللہ (۵۳۵ھ) فرماتے ہیں:

فِي الْحَدِيثِ دَلِيلٌ أَنَّ كَلَامَ اللّٰهِ قَوْلٌ يُسْمَعُ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ایسا قول ہے، جسے سنا جا سکتا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ آواز کے ساتھ کلام کرتا ہے، جو حروف پر مشتمل ہوتی ہے)۔''

(شرح صحيح البخاري : 4/586)

جہمیہ، متکلمین میں سے معتزلہ، کلابیہ، اشاعرہ سارے کے سارے قرآن کریم کے حقیقی کلام ہونے میں گمراہ ہیں اور عقیدہ اہل سنت سے منحرف ہیں۔

سوال: نماز کسوف وخسوف کے طریقہ کو مختلف صحابہ نے مختلف انداز سے نقل کیا ہے، حالانکہ نماز کسوف وخسوف ایک ہی مرتبہ پڑھی گئی ہے، پھر نقل میں اتنا اختلاف کیوں؟

جواب: یہ کہنا کہ عہد نبوی میں ایک ہی مرتبہ گرہن لگا تھا اور ایک ہی مرتبہ نماز کسوف وخسوف پڑھی گئی، محتاج دلیل ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نقل میں جو اختلاف کیا، وہ تعدد واقعہ پر محمول ہے۔

❀ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

مَا رَوَوْا قَطُّ عَنْ أَحَدٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُصَلِّ الْكُسُوفَ إِلَّا مَرَّةً وَكُسُوفُ الشَّمْسِ يَكُونُ مُتَوَاتِرًا، بَيْنَ كُلِّ كُسُوفَيْنِ خَمْسَةُ أَشْهُرٍ قَمَرِيَّةٍ، فَأَيُّ نَكِرَةٍ فِي أَنْ يُّصَلِّيَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيهِ عَشَرَاتٍ مِنَ الْمَرَّاتِ فِي نُبُوَّتِهٖ؟ .

”محدثین نے کسی صحابی سے نقل نہیں کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی مرتبہ نماز کسوف ادا کی ہو۔ سورج گرہن تو ہوتا ہی رہتا ہے، ہر پانچ قمری مہینوں کے بعد کسوف ہوسکتا ہے، لہٰذا بعید نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد نبوت میں دسیوں مرتبہ یہ نماز ادا کی ہو۔“

(المحلّٰی بالآثار: 3/320)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) نقل کرتے ہیں:

قَالَ جَمَاعَةٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ مِنْهُمْ إِسْحَاقُ بْنُ رَاهَوَيْهِ وَابْنُ جَرِيرٍ

وَابْنُ الْمُنْذِرِ : جَرَتْ صَلَاةُ الْكُسُوفِ فِي أَوْقَاتٍ وَّاخْتِلَافُ صِفَاتِهَا مَحْمُولٌ عَلٰى بَيَانِ جَوَازِ جَمِيعِ ذٰلِكَ فَتَجُوزُ صَلَاتُهَا عَلٰى كُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الْأَنْوَاعِ الثَّابِتَةِ وَهٰذَا قَوِيٌّ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

''علما کی ایک جماعت، جس میں امام اسحاق بن راہویہ، امام ابن جریر طبری اور امام ابن منذر رحمہ اللہ شامل ہیں، کا کہنا ہے: نماز کسوف مختلف اوقات میں ادا کی گئی۔ اس میں مختلف طریقے بیانِ جواز کے لیے ہیں، لہٰذا نماز کسوف کسی بھی ثابت طریقے سے ادا کی جا سکتی ہے، یہ قوی بات ہے۔ واللہ اعلم!''

(شرح النّووي : 6/199)

سوال: جو شخص اللہ تعالیٰ کی صفات کی تاویل کرے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: جو شخص اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے کسی ثابت شدہ صفت کا سرے سے انکار کر دے، تو وہ کافر ہے، البتہ اگر وہ صفت کو مان کر اس کے معنی کی تاویل کرے، تو وہ بدعتی، گمراہ اور باطل پرست ہے، نیز اہل سنت والجماعت سے خارج ہے۔

مثلاً اگر کوئی صفت استویٰ کا سرے سے انکار کر دے، تو وہ کافر ہو گا، لیکن اگر استواء کو تسلیم کرے، مگر اس کی تاویل کر کے اس کا معنی غلبہ کرے، تو وہ گمراہ اور بدعتی ہو گا۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت سے مراد جنت ہے؟ کیونکہ درج ذیل حدیث میں جنت کو رحمت قرار دیا گیا ہے؟

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِلْجَنَّةِ : أَنْتِ رَحْمَتِي، وَقَالَ لِلنَّارِ : أَنْتِ عَذَابِي .

''اللہ تعالیٰ نے جنت سے کہا: تو میری رحمت ہے اور جہنم سے کہا: تو میرا عذاب ہے۔''

(صحيح البخاري : 7449، صحيح مسلم : 2846)

(جواب): اللہ تعالیٰ کی رحمت دو طرح کی ہے؛ ایک رحمت وہ جو باری تعالیٰ کی صفت ہے۔ دوسری رحمت جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ حدیث میں جس رحمت کو جنت قرار دیا گیا ہے، اس سے مراد مخلوق رحمت ہے، نہ کہ وہ رحمت، جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

(سوال): کیا اللہ تعالیٰ کی صفات اس کی ذات سے زائد ہیں؟

(جواب): اہل سنت والجماعت کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی صفات اس کی ذات کا غیر نہیں ہیں، یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے صفات ثابت ہیں، جیسے اس کی شان وعظمت کے لائق ہے۔ صفات الٰہیہ کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے زائد یا غیر زائد کہنا درست نہیں، کیونکہ اس بارے میں ائمہ اہل سنت والجماعت خاموش ہیں، ہمیں بھی خاموش رہنا چاہیے، اسی میں عافیت ہے، کیونکہ اہل کلام کی گمراہی کا سبب یہی تھا کہ وہ نصوص شرعیہ کو عقل کی بھینٹ چڑھا دیتے تھے۔

(سوال): اللہ تعالیٰ کی صفات فعلیہ سے کیا مراد ہے؟

(جواب): صفات فعلیہ سے مراد وہ صفات ہیں، جن کا تعلق اللہ تعالیٰ کی مشیئت و قدرت سے ہوتا ہے، اللہ چاہے تو کرے، نہ چاہے تو نہ کرے، مثلاً صفت مجیء (آنا)، نزول، غضب، فرح (خوش ہونا)، ضحک (ہنسنا) وغیرہ۔ انہیں صفاتِ اختیاریہ کا نام بھی دیا جاتا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے افعال دو طرح کے ہوتے ہیں:

① افعالِ لازمہ، جیسے استواء، نزول، اتیان وغیرہ۔

② افعالِ متعدیہ، جیسے خلق، عطاء وغیرہ۔

افعالِ باری تعالیٰ کا کوئی شمار نہیں۔

❀ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ﴾(إبراهيم : ٢٧)

"اللہ تعالیٰ جو چاہے، کرتا ہے۔"

اسی بنا پر اللہ تعالیٰ کی صفاتِ فعلیہ کا بھی کوئی شمار نہیں۔

ذات باری تعالیٰ کے ساتھ قائم ہونے کی بنا پر صفاتِ فعلیہ کو صفات ذات بھی کہا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے صادر ہونے والے اقوال وافعال سے تعلق کی بنا پر انہیں صفاتِ افعال کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ اس کی مثال صفتِ کلام ہے کہ یہ صفت اپنی اصل اور نوع کے اعتبار سے صفتِ ذات ہے اور کلام کی اکائی اور فرد ہونے کے اعتبار سے صفتِ فعل ہے۔

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

مِمَّا يُوَضِّحُ لَكَ ذٰلِكَ أَنَّ النُّزُولَ وَالْمَجِيءَ وَالْإِتْيَانَ، وَالْاِسْتِوَاءَ، وَالصُّعُودَ وَالِارْتِفَاعَ كُلُّهَا أَنْوَاعُ أَفْعَالٍ، وَّهُوَ الْفَعَّالُ لِمَا يُرِيدُ، وَأَفْعَالُهٗ كَصِفَاتِهٖ قَائِمَةٌ بِهٖ، وَلَوْلَا ذٰلِكَ لَمْ يَكُنْ فَعَّالًا وَّلَا مَوْصُوفًا بِصِفَاتِ كَمَالِهٖ، فَنُزُولُهٗ وَمَجِيئُهٗ وَاسْتِوَاؤُهٗ وَارْتِفَاعُهٗ وَصُعُودُهٗ وَنَحْوُ ذٰلِكَ، كُلُّهَا أَفْعَالٌ مِّنْ أَفْعَالِهٖ، الَّتِي إِنْ كَانَتْ مَجَازًا فَأَفْعَالُهٗ كُلُّهَا مَجَازٌ وَّلَا فِعْلَ لَهٗ فِي الْحَقِيقَةِ، بَلْ هُوَ بِمَنْزِلَةِ الْجَمَادَاتِ، وَهٰذَا حَقِيقَةُ مَنْ عَطَّلَ أَفْعَالَهٗ، وَإِنْ كَانَ فَاعِلًا حَقِيقَةً فَأَفْعَالُهٗ نَوْعَانِ : لَازِمَةٌ

وَّمُتَعَدِّيَةٌ، كَمَا دَلَّتِ النُّصُوصُ الَّتِي هِيَ أَكْثَرُ مِنْ أَنْ تُحْصَرَ عَلَى النَّوْعَيْنِ، وَبِإِثْبَاتِ أَفْعَالِهِ وَقِيَامِهَا بِهٖ تَزُولُ عَنْكَ جَمِيعُ الْإِشْكَالَاتِ، وَتُصَدِّقُ النُّصُوصُ بَعْضُهَا بَعْضًا وَتَعْلَمُ مُطَابَقَتَهَا لِلْعَقْلِ الصَّرِيحِ، وَإِنْ أَنْكَرْتَ حَقِيقَةَ الْأَفْعَالِ وَقِيَامَهَا بِهٖ سُبْحَانَهُ اضْطَرَبَ عَلَيْكَ هٰذَا الْبَابُ أَعْظَمَ اضْطِرَابٍ، وَبَقِيتَ حَائِرًا فِي التَّوْفِيقِ بَيْنَ النُّصُوصِ وَبَيْنَ أُصُولِ النُّفَاةِ، وَهَيْهَاتَ لَكَ بِالتَّوْفِيقِ بَيْنَ النَّقِيضَيْنِ وَالْجَمْعِ بَيْنَ الضِّدَّيْنِ، يُوَضِّحُهُ أَنَّ الْأَوْهَامَ الْبَاطِلَةَ وَالْعُقُولَ الْفَاسِدَةَ لَمَّا فَهِمَتْ مِنْ نُزُولِ الرَّبِّ وَمَجِيئِهٖ، وَإِتْيَانِهٖ وَهُبُوطِهٖ وَدُنُوِّهٖ مَا يُفْهَمُ مِنْ مَجِيءِ الْمَخْلُوقِ وَإِتْيَانِهٖ وَهُبُوطِهٖ وَدُنُوِّهٖ وَهُوَ أَنْ يُفْرِغَ مَكَانًا وَّيَشْغَلَ مَكَانًا نَفَتْ حَقِيقَةَ ذٰلِكَ فَوَقَعَتْ فِي مَحْذُورَيْنِ : مَحْذُورِ التَّشْبِيهِ وَمَحْذُورِ التَّعْطِيلِ، وَلَوْ عَلِمَتْ هٰذِهِ الْعُقُولُ الضَّعِيفَةُ أَنَّ نُزُولَهٗ سُبْحَانَهٗ وَمَجِيئَهٗ وَإِتْيَانَهٗ لَا يُشْبِهُ نُزُولَ الْمَخْلُوقِ وَإِتْيَانَهٗ وَمَجِيئَهٗ، كَمَا أَنَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ وَعِلْمَهٗ وَحَيَاتَهٗ كَذٰلِكَ، بَلْ يَدُهُ الْكَرِيمَةُ وَوَجْهُهُ الْكَرِيمُ كَذٰلِكَ، وَإِذَا كَانَ نُزُولًا لَيْسَ كَمِثْلِهٖ نُزُولٌ، فَكَيْفَ تُنْفٰى حَقِيقَتُهٗ، فَإِنْ لَمْ تَنْفِ الْمُعَطِّلَةُ حَقِيقَةَ ذَاتِهٖ وَصِفَاتِهٖ وَأَفْعَالِهٖ بِالْكُلِّيَّةِ وَإِلَّا تَنَاقَضُوا،

فَإِنَّهُمْ أَيُّ مَعْنًى أَثْبَتُوهُ لَزِمَهُمْ فِي نَفْيِهِ مَا أَلْزَمُوا بِهِ أَهْلَ السُّنَّةِ الْمُثْبِتِينَ لِلّٰهِ مَا أَثْبَتَ لِنَفْسِهِ، وَلَا يَجِدُونَ إِلَى الْفَرْقِ سَبِيلًا .

''واضح ہوا کہ صفاتِ نزول، مجیء، اتیان، استواء، صعود اور ارتفاع تمام 'صفات فعلیہ' ہیں۔ اللہ جس کا ارادہ کرتا ہے، اسے بخوبی کر سکتا ہے۔ اس کی صفات فعلیہ صفات ذاتیہ ہی کی طرح ہیں۔ ایسا نہ ہوتا، تو وہ 'فعال' (ہر کام بخوبی کرنے والا) ہوتا نہ صفات کمال سے متصف ہوتا۔ اللہ کی صفاتِ نزول، مجی، اتیان، استوا، صعود، ارتفاع اور دوسری صفات اس کے افعال ہیں، کہ اگر یہ فعلی صفات مجازی ہیں، تو اس کے تمام افعال ہی مجاز ہوں گے اور حقیقت میں کوئی فعل بھی باقی نہیں رہے گا، بلکہ سب افعال جمادات کی طرح ہو جائیں گے۔ معطلہ کی یہی حقیقت ہے۔ اگر اللہ کو حقیقی فاعل تسلیم کر لیا جائے، تو اس کے افعال کی دو قسمیں ہوں گی۔

① لازمیہ ② متعدیہ۔

ان دونوں اقسام پر اَن گنت نصوص دلالت کرتی ہیں۔

صفات افعال کے اثبات اور انہیں ذات باری کے ساتھ قائم کرنے سے آپ کے تمام شبہات کافور ہو جاتے ہیں۔ تمام نصوص ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں اور آپ انہیں عقل صریح کے موافق و مطابق بھی سمجھنے لگیں گے۔ اگر آپ نے ان صفات کا انکار کر دیا یا انہیں ذات باری تعالیٰ کے ساتھ قائم نہ مانا، تو آپ اس مسئلہ میں شدید اضطراب کا شکار ہو جائیں گے اور نصوص اور منکرین صفات باری تعالیٰ میں موافقت تلاش کرتے ہی رہ جائیں گے۔ دو نقیض اور

ضدوں میں جمع وتوفیق کرنا ناممکن ہے۔

کچھ مزید وضاحت: جب باطل اوہام اور فاسد عقلیں رب تعالیٰ کے نزول، آنے، نیچے اترنے اور قریب ہونے سے وہ مفہوم مراد لیں گی، جو مخلوق کے نزول، آنے، نیچے اترنے اور قریب ہونے، جس ایک جگہ سے دوسری جگہ انتقال لازم آتا ہے، سے مراد لیا جاتا ہے، تو ان صفات کی حقیقت کی نفی کر بیٹھیں گی۔ نیز دو گمراہیوں کا شکار ہو جائیں گی:

① تشبیہ ② تعطیل۔

اگر ان کمزور عقلوں کی سمجھ میں آجاتا کہ اللہ کا نزول اور آنا مخلوق کے نزول اور آنے کے مشابہ نہیں ہے، اسی طرح خالق کی سمع، بصر، علم اور حیات مخلوق کے مشابہ نہیں ہے، بلکہ اس کا ہاتھ اور چہرہ بھی مخلوق کے مشابہ نہیں ہے۔ اگر اللہ کا نزول مخلوق کے مشابہ نہ مانا جائے، تو اس کی حقیقت کی نفی نہیں ہوگی۔ معطلہ اللہ کی ذات، صفات اور افعال کی حقیقت کی کلیتاً نفی کر کے تناقض کا شکار ہو گئے ہیں، کیوں کہ وہ جو معنی بھی ثابت کریں، ان پر صفات کی نفی کرنے میں وہی وہی اعتراض وارد ہوتا ہے، جو اہل سنت پر صفات باری تعالیٰ کے اثبات کرنے میں وارد ہوتا ہے اور انہیں اس فرق کا کوئی راستہ نہیں ملتا۔"

(مختصر الصّواعق المُرسلة، ص 451-450)

سوال: کیا اشاعرہ کا شمار اہل سنت والجماعت میں ہوتا ہے؟

جواب: اشاعرہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں، اشاعرہ صرف سات صفات کو مانتے ہیں، باقی صفات کی تاویل کرتے ہیں، جبکہ اہل سنت والجماعت تمام صفات کو حقیقی

مانتے ہیں اور ان کی تاویل نہیں کرتے۔ یہ کہہ سکتے ہیں کہ معتزلہ اور جہمیہ جیسے دیگر گمراہ فرقوں کی بہ نسبت اشاعرہ اہل سنت والجماعت کے قریب ہیں، مگر کلی طور پر اہل سنت والجماعت میں داخل نہیں۔

❀ امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

''اہل سنت کا اجماع ہے کہ قرآن وسنت میں وارد ہونے والی تمام صفات کا اثبات کیا جائے، ان پر ایمان لایا جائے، انہیں حقیقت پر محمول کیا جائے، نہ کہ مجاز پر۔ اہل سنت نہ تو ان صفات کی کیفیت بیان کرتے ہیں نہ کسی صفت کو محدود ومحصور سمجھتے ہیں، جب کہ اہل بدعت، جہمیہ، معتزلہ اور خوارج سبھی ان صفات کا انکار کرتے ہیں، کسی صفت کو حقیقت پر محمول نہیں کرتے۔ ان کا خیال ہے کہ جو ان صفات کا اقرار کرتے ہیں وہ مشبہ ہیں، اہل سنت کا یہ کہنا ہے کہ منکرین صفات اصل میں ذات باری تعالیٰ کے منکر ہیں۔ حق وہی ہے، جو کتاب وسنت کے قائلین یعنی ائمہ اہل سنت نے بیان کر دیا ہے۔''

(التّمهيد لما في المُوَطّأ من المَعاني والأسانيد : 144/7)

سوال: کیا عبدالنور نام رکھ سکتے ہیں؟

جواب: عبدالنور نام رکھا جا سکتا ہے۔ اللہ کا نور دو طرح سے ہے:

① اللہ کی صفت ② اللہ کی مخلوق

جو نور اللہ کی صفت ہے، اس کی طرف نسبت کر کے عبدالنور نام رکھا جا سکتا ہے۔ اس نور کی مثال پیش نہیں کی جا سکتی کیوں کہ اللہ کی کوئی مثال ہے ہی نہیں۔

اللہ کی مخلوق وہ نور ہے، جو اللہ اپنے مؤمن بندے کے دل میں اپنی معرفت ومحبت اور

ایمان و ذکر کے سبب ودیعت فرما دیتے ہیں۔ سورت نور (آیت ۳۵) میں اسی مخلوق نور کی مثل بیان کی جارہی ہے، اس کی تشبیہ چراغ سے دی گئی ہے، وجہ شبہ روشنی ہے، ایمان کی ہو یا چراغ کی ہو۔

سوال: معیت عامہ اور معیت خاصہ میں کیا فرق ہے؟

جواب: اہل سنت والجماعت کا اتفاق واجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر بلند ہے، جیسے اس کے شان کے لائق ہے۔ قرآن وسنت کے دلائل سے اللہ تعالیٰ کی معیت (ساتھ ہونا) بھی ثابت ہوتا ہے، کتاب وسنت میں دو طرح کی معیت بیان ہوئی ہے؛

① معیت عامہ ② معیت خاصہ

معیت عامہ سے مراد علم وسمع کے ساتھ احاطہ کرنا، یہ معیت ہر مسلمان، کافر اور جاندار وبے جان کو شامل ہے۔ مطلب کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شے کا اپنے علم سے احاطہ کر رکھا ہے، کوئی شے اس کے علم اور قدرت سے باہر نہیں۔

معیت خاصہ سے مراد نصرت وتائید ہے، جو صرف مؤمنوں اور باری تعالیٰ کے مقرب بندوں کو حاصل ہوتی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ اپنے مقرب بندوں کی نصرت اور مدد فرماتا ہے۔

❁ شیخ عبدالرحمٰن بن ناصر سعدی رحمہ اللہ (۱۳۷۶ھ) فرماتے ہیں:

مَعِيَّةُ اللّٰهِ الَّتِي ذَكَرَهَا فِي كِتَابِهِ، نَوْعَانِ: مَعِيَّةُ الْعِلْمِ وَالْإِحَاطَةِ، وَهِيَ: الْمَعِيَّةُ الْعَامَّةُ، فَإِنَّهُ مَعَ عِبَادِهِ أَيْنَمَا كَانُوا، وَمَعِيَّةٌ خَاصَّةٌ، وَهِيَ: مَعِيَّتُهُ مَعَ خَوَاصِّ خَلْقِهِ بِالنُّصْرَةِ، وَاللُّطْفِ، وَالتَّأْيِيدِ.

”وہ معیت، جس کا ذکر اللہ نے اپنی کتاب میں کیا ہے، اس کی دو قسمیں ہیں:
ایک تو علم واحاطہ کی معیت ہے، یہ معیت عامہ ہے، اللہ اپنے بندوں کے ساتھ

ہوتا ہے، جہاں بھی وہ ہوتے ہیں۔ دوسری قسم معیت خاصہ ہے، یہ معیت اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے خاص لوگوں کے ساتھ نصرت، شفقت اور تائید کی صورت میں ہوتی ہے۔''

(تفسير السّعدي، ص 14)

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوٰى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾

(المُجادلة : ٧)

''کیا آپ نہیں جانتے کہ اللہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، اسے جانتا ہے۔ تین آدمی جب سرگوشی کر رہے ہوتے ہیں، تو وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے، پانچ آدمی سرگوشی کرتے ہیں، تو وہ ان کا چھٹا ہوتا ہے، اس سے کم تعداد میں یا اس سے زیادہ تعداد میں سرگوشی کرتے ہیں، تو وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے، جہاں بھی ہوں۔ پھر وہ قیامت کے دن انہیں ان کے اعمال کی خبر دے گا، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔''

❁ نیز فرمان الٰہی ہے:

﴿يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُونَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا﴾

(النّساء : ١٠٨)

”وہ لوگوں سے چھپتے ہیں، لیکن اللہ سے نہیں چھپ سکتے، وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے، جب وہ رات کے پہر ناپسندیدہ باتیں بناتے ہیں، اللہ ان کے اعمال کا (بذریعہ علم) احاطہ کرنے والا ہے۔“

ان آیات میں معیت عامہ کا اثبات ہے، یعنی اللہ کا علم جمیع مخلوقات کے ساتھ ہے۔ وہ ان کے حالات وواقعات سے باخبر ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ﴾(النّحل : ١٢٧)

”بے شک اللہ تعالیٰ متقی اور نیک کردار لوگوں کے ساتھ ہے۔“

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾(التّوبة : ٤٠)

”وہ (نبی کریم ﷺ) دو میں سے ایک تھے، جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ (نبی ﷺ) اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے کہ غم نہ کیجئے، یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔“

یہاں معیت خاصہ مراد ہے اور اس کا مطلب نصرت وتائید ہے۔

سوال: امام جماعت کرا رہا ہے، دوران نماز اسے یاد آیا کہ وہ بے وضو ہے، اب وہ کیا کرے؟

جواب: اسے چاہیے کہ مصلائے امامت سے پیچھے ہٹ جائے اور کسی کو آگے کر

دے۔مقتدیوں نے جتنی نماز بے وضوامام کی اقتدا میں پڑھی، وہ صحیح ہوگی۔انہیں اعادہ کی ضرورت نہیں۔

سوال: میری بیوی سرکاری سکول میں ٹیچر ہے، میں صاحب فراش ہوں، کوئی کام کاج نہیں کرسکتا، کیا میں اپنی بیوی کی کمائی کھا سکتا ہے؟

جواب: آپ اپنی بیوی کی کمائی کھا سکتے ہیں۔اگر چہ گھر داری کے اخراجات اٹھانا شوہر کے ذمہ ہیں، مگر مجبوری میں یہ اخراجات بیوی برداشت کرسکتی ہے۔

❁ سیدہ زینب زوجہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں:

كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ وَكَانَتْ زَيْنَبُ تُنْفِقُ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ، وَأَيْتَامٍ فِي حَجْرِهَا، قَالَ : فَقَالَتْ لِعَبْدِ اللّٰهِ : سَلْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَجْزِي عَنِّي أَنْ أُنْفِقَ عَلَيْكَ وَعَلٰى أَيْتَامٍ فِي حَجْرِي مِنَ الصَّدَقَةِ؟ فَقَالَ : سَلِي أَنْتِ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَانْطَلَقْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَوَجَدْتُ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ عَلَى الْبَابِ، حَاجَتُهَا مِثْلُ حَاجَتِي، فَمَرَّ عَلَيْنَا بِلَالٌ، فَقُلْنَا : سَلِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَجْزِي عَنِّي أَنْ أُنْفِقَ عَلٰى زَوْجِي، وَأَيْتَامٍ لِي فِي حَجْرِي؟ وَقُلْنَا : لَا تُخْبِرْ بِنَا، فَدَخَلَ فَسَأَلَهُ، فَقَالَ : مَنْ هُمَا؟ قَالَ : زَيْنَبُ، قَالَ : أَيُّ الزَّيَانِبِ؟ قَالَ : امْرَأَةُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ :

نَعَمْ، لَهَا أَجْرَانِ، أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ .

''میں مسجد میں تھی، میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''(اے عورتوں کی جماعت!) صدقہ کریں، خواہ اپنے زیورات سے ہی کریں۔'' زینب رضی اللہ عنہا (اپنے شوہر) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور اپنے زیر کفالت یتیموں پر صدقہ کرتی تھیں، تو زینب رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ رسول اللہ ﷺ سے سوال پوچھ دیں کہ میں آپ (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) پر اور اپنے زیر کفالت یتیموں پر صدقہ کرتی ہوں، کیا میرا ایسا کرنا درست ہے؟ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ خود ہی رسول اللہ ﷺ سے پوچھ لیں۔ تو میں رسول اللہ ﷺ کی طرف گئی، میں نے دروازے پر ایک انصاری خاتون کو دیکھا، اس کا بھی وہی مسئلہ تھا، جو میرا مسئلہ تھا، اسی دوران ہمارے پاس سے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ گزرے، ہم نے کہا: (اے بلال!) آپ نبی کریم ﷺ سے یہ سوال پوچھ دیں کہ کیا ہمارا اپنے شوہر اور زیر کفالت یتیموں پر صدقہ کرنا جائز ہے؟ ہاں، آپ رسول اللہ ﷺ کو ہمارے بارے میں نہ بتانا۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس گئے اور سوال پوچھا، آپ ﷺ نے فرمایا: سوال پوچھنے والی کون ہیں؟ انہوں نے کہا: زینب، فرمایا: کون سی زینب، عرض کیا: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی۔ تو آپ ﷺ نے سوال کا جواب دیا: جی ہاں، ان کے لیے دوہرا اجر ہے، ایک قرابت داری کا اجر اور دوسرا صدقہ کرنے کا۔''

(صحيح البخاري: 1466، صحيح مسلم: 1000)

جب نادار شوہر اپنی مالدار بیوی سے زکوٰۃ اور صدقہ لے سکتا ہے، تو مجبوری اور معذوری میں اس کی کمائی بالاولیٰ کھا سکتا ہے۔

سوال: کیا یاج و ماجوج کی آبادی میں اضافہ ہورہا ہے یا ان کی تعداد اتنی ہی ہے، جتنی ذوالقرنین نے محصور کی تھی؟

جواب: چونکہ یاجوج و ماجوج بھی سیدنا آدم علیہ السلام کی ذریت سے ہیں، تو ان میں بھی توالد و تناسل کا سلسلہ ہے، اس لیے جس طرح عام انسانوں کی تعداد میں اضافہ ہورہا ہے، اسی طرح یاجوج و ماجوج کی تعداد میں بھی اضافہ ہورہا ہے، واللہ اعلم!

سوال: یاجوج و ماجوج کی ہلاکت کیسے ہوگی؟

جواب: یاجوج و ماجوج زمین میں فساد برپا کریں گے، یہاں تک کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی کوہِ طور میں محصور ہو کر رہ جائیں گے۔ ان کے شر سے تنگ آ کر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھیوں سمیت رب تعالیٰ کے حضور دعا گو ہوں گے۔ جس سے یاجوج و ماجوج کی گردنوں میں کیڑے پیدا ہوں گے، جن سے وہ سب ہلاک ہو جائیں گے۔

❀ سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

...... يُحْصَرُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيسٰى وَأَصْحَابُهُ، حَتّٰى يَكُونَ رَأْسُ الثَّوْرِ لِأَحَدِهِمْ خَيْرًا مِنْ مِائَةِ دِينَارٍ لِأَحَدِكُمُ الْيَوْمَ، فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيسٰى وَأَصْحَابُهُ، فَيُرْسِلُ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ النَّغَفَ فِي رِقَابِهِمْ، فَيُصْبِحُونَ فَرْسٰى كَمَوْتِ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ، ثُمَّ يَهْبِطُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيسٰى وَأَصْحَابُهُ إِلَى الْأَرْضِ، فَلَا يَجِدُونَ فِي

الْأَرْضِ مَوْضِعَ شِبْرٍ إِلَّا مَلَأَهُ زَهَمُهُمْ وَنَتْنُهُمْ، فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيسٰى وَأَصْحَابُهُ إِلَى اللّٰهِ، فَيُرْسِلُ اللّٰهُ طَيْرًا كَأَعْنَاقِ الْبُخْتِ فَتَحْمِلُهُمْ فَتَطْرَحُهُمْ حَيْثُ شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ مَطَرًا لَا يَكُنُّ مِنْهُ بَيْتُ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ، فَيَغْسِلُ الْأَرْضَ حَتّٰى يَتْرُكَهَا كَالزَّلَفَةِ ....

”...... اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی (کوہِ طور پر) محصور ہو کر رہ جائیں گے، یہاں تک کہ جو آپ کے ہاں اِس وقت سو دینار کی حیثیت ہے، ان میں سے ہر ایک کے نزدیک بیل کا سر اس سے کہیں زیادہ قیمتی اور بہتر ہو گا، تو اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی گڑگڑا کر دعا کریں گے، اللہ تعالیٰ یاجوج و ماجوج کی گردنوں میں کیڑوں کا عذاب نازل کرے گا، جس سے وہ سب (اکٹھے) مر جائیں گے کہ گویا ایک ہی انسان کی موت ہوئی ہو۔ پھر اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی (کوہِ طور سے) زمین پر اُتریں گے، تو انہیں ایک بالشت بھی زمین خالی نہیں ملے گی، بلکہ ہر جگہ یاجوج و ماجوج کی گندگی اور بدبو پھیلی ہو گی، تو اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی گڑگڑا کر دعائیں کریں گے، اللہ تعالیٰ بختی اُونٹوں کی طرح لمبی گردنوں والے پرندے بھیجے گا، جو یاجوج و ماجوج (کی نعشوں) کو اٹھا کر وہاں پھینک دیں گے، جہاں اللہ چاہے گا، پھر اللہ تعالیٰ ایسی بارش نازل کرے گا، جس سے کوئی پکا یا کچا گھر اُوٹ مہیا نہیں کر سکے گا، وہ زمین کو دھو کر شیشے کی طرف صاف کر دے گی...... ۔“

(صحیح مسلم: 2937)

سوال: امام سجدہ میں ہے، تو آنے والا شخص تکبیرہ تحریمہ کیسے کہے گا؟

جواب: امام حالت سجدہ میں ہے، تو آنے والے شخص سیدھا کھڑا ہو کر تکبیر تحریمہ یعنی رفع الیدین اور اللہ اکبر کہے گا، پھر ہاتھ باندھے بغیر سجدہ میں چلا جائے گا، کیونکہ تکبیر تحریمہ کہنے سے نماز میں شامل ہو چکا ہے، اب ہاتھ باندھنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ ہاتھ تو قیام کے لیے باندھے جاتے ہیں، جبکہ وہ امام کے ساتھ سجدہ میں مل رہا ہے۔ اس لیے وہ تکبیر تحریمہ کہہ کر سیدھا سجدہ میں شامل ہو جائے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا .

”جماعت کا جتنا حصہ پالیں، وہ ادا کر لیں اور جو رہ جائے، اسے مکمل کر لیں۔“

(صحيح البخاري : 636، صحيح مسلم : 602)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

اُسْتُدِلَّ بِهِ أَيْضًا عَلَى اسْتِحْبَابِ الدُّخُولِ مَعَ الْإِمَامِ فِي أَيِّ حَالَةٍ وُجِدَ عَلَيْهَا .

”اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ امام جس بھی حالت میں ہو، مقتدی کا اس کے ساتھ شامل ہونا مستحب ہے۔“

(فتح الباري : 118/2)

سوال: یاجوج وماجوج کب نکلیں گے؟

جواب: یاجوج وماجوج کا خروج قیامت کی نشانی ہے، ان کا خروج کس سال، مہینے اور دن میں ہوگا، اس کا علم اللہ کے پاس ہے، بس اتنا ہے کہ وہ آخری زمانہ میں نکلیں گے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۵۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا جنت بھی زمین کی طرح گول ہے؟

جواب: اس بارے میں کچھ کہنا محتاج دلیل ہے۔

سوال: ایک شخص نے حلف اٹھایا کہ وہ فلاں گناہ دوبارہ نہیں کرے گا، کچھ دن بعد دوبارہ وہی گناہ کرلیا، اب کیا حکم ہے؟

جواب: اس نے قسم توڑ دی ہے، اسے چاہیے کہ قسم کا کفارہ ادا کرے، نیز گناہ سے تائب ہو جائے، اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلٰى مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾(آل عمران : ۱۳۵)

”(مومن) جب کوئی گناہ یا بُرائی کر بیٹھتے ہیں، تو اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں، اللہ کے سوا گناہ بخش بھی کون سکتا ہے؟ یہ لوگ اپنے گناہوں پر مصر نہیں رہتے۔“

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾(النّساء : ١١٠)

”جو بُرا کام کر بیٹھے یا اپنی جان پر ظلم کر لے، پھر اللہ سے بخشش مانگے، تو اللہ کو خوب بخشنے والا اور بڑا مہربان پائے گا۔“

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ لَمْ تُذْنِبُوا لَذَهَبَ اللّٰهُ بِكُمْ، وَلَجَاءَ بِقَوْمٍ يُذْنِبُونَ، فَيَسْتَغْفِرُونَ اللّٰهَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ .

”اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر آپ گناہ نہ کریں، تو اللہ آپ کو اس دنیا سے لے جائے اور ایک دوسری قوم لے آئے، جو گناہ کریں، پھر اللہ سے معافی مانگیں اور وہ انہیں معاف کر دے۔“

(صحیح مسلم : 2749)

سوال: کیا نماز کے بعد سات مرتبہ سورت فاتحہ پڑھنا مسنون ہے؟

جواب: نماز کے بعد مسنون اذکار میں سات مرتبہ سورت فاتحہ پڑھنا ثابت نہیں۔

سوال: دنیاوی کاموں میں ریا کاری کا کیا حکم ہے؟

جواب: دنیاوی کاموں میں دکھاوا کرنا ممنوع نہیں، ریا کاری صرف نیک اعمال میں ممنوع ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص کھانے پینے میں ریا کاری کرے، تو یہ گناہ نہیں، لیکن اگر اس میں کوئی اور شرعی قباحت ہو، تو الگ بات ہے، جیسے فخر و مباہات اور اسراف و تبذیر۔

سوال: ایک شخص نے جمعہ کی نماز پہلی صف کے ایک کنارے پر پڑھی، دوسرے شخص نے دوسری صف کے درمیان، یعنی امام کے قریب پڑھی، دونوں میں سے کس کو زیادہ

فضیلت حاصل ہوئی؟

جواب: پہلی صف کی فضیلت علی الاطلاق زیادہ ہے، خواہ پہلی صف کے کنارے پر ہو، اس کے بعد دوسری صف کی فضیلت ہے۔

❀ سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ يُصَلِّي عَلَى الصَّفِّ الْأَوَّلِ ثَلَاثًا، وَعَلَى الثَّانِي وَاحِدَةً.

''رسول اللہ ﷺ پہلی صف کے لیے تین دفعہ اور دوسری کے لیے ایک دفعہ دعا فرماتے۔''

(سنن النّسائي : 817، مسند الإمام أحمد : 128/4، مسند الشاميين للطّبراني : 1153، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۲۱۵۹) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

سوال: ایک شخص نے کہا: ''اللہ اور شیطان ایک ہی ہیں۔'' اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: یہ کلمہ کفر ہے، اگر یہ شخص اس کلمہ کی تاویل نہ کرے، تو کافر، مرتد اور زندیق ہو جائے گا۔ یہ واجب القتل ہے، البتہ اس پر حد کا نفاذ ریاست اسلامیہ کا فریضہ ہے۔

سوال: بعض اہل علم کہتے ہیں کہ حمل کا اسقاط چالیس دن سے پہلے پہلے جائز ہے، کیونکہ ابھی وہ نطفہ ہی ہے، اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: راجح اور محتاط یہی معلوم ہوتا ہے کہ حمل کا اسقاط بغیر اشد مجبوری کے جائز نہیں۔ جسے اللہ تعالیٰ نے رحم مادر میں ٹھہرا دیا ہے، اسے دنیا میں آنے کا حق دینا چاہیے۔ اس لیے بلاضرورت نہ مانع حمل ادویات کا استعمال جائز ہے، نہ اسقاط حمل ادویات کا، خواہ

چالیس دنوں سے پہلے ہو یا بعد میں، واللہ اعلم!

سوال: بچی کا نام ''ملائکہ'' رکھنا کیسا ہے؟

جواب: بچی کا نام ملائکہ رکھا جا سکتا ہے۔

سوال: کچھ لوگ ریا کاری کے ڈر سے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو ترک کر دیتے ہیں، اس بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: ریا کاری کے ڈر سے دعوت کا کام چھوڑ نا دینا جائز نہیں، لوگوں کو چاہیے کہ دعوت کا کام جاری رکھیں، اگر دل میں ریا کاری والا وسوسہ پیدا ہوتا ہے، تو اس پر اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں، شیطان رجیم سے بچنے کے لیے تعوذ پڑھیں، ایسی آیات واحادیث کا مطالعہ کریں، جو اخلاص کے متعلق ہیں، ان شاء اللہ بہت جلد ریا کاری یا شیطان کے وسوسوں سے نجات مل جائے گی۔

ایسے شخص کو چاہیے کہ علما کی راہنمائی میں دعوت وتبلیغ کا کام کرے۔

سوال: لوگوں کے مابین صلح کرانے کے لیے جھوٹی قسم اٹھانا کیسا ہے؟

جواب: صلح میں خیر ہے اور جھوٹ کبیرہ گناہ ہے، مگر صلح کی خاطر جھوٹ بولنے پر گناہ نہیں، اگر کوئی شخص فریقین میں صلح کرا رہا ہے اور اسے اس کار خیر میں جھوٹی قسم کا سہارا لینا پڑے، تو وہ ایسا کر سکتا ہے۔ اس پر گناہ نہیں ہوگا۔

❁ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِي يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ، فَيَنْمِي خَيْرًا، اَوْ يَقُولُ خَيْرًا.

''لوگوں کے درمیان صلح کرانے والا شخص جھوٹا نہیں، وہ خیر وبھلائی کی بات ہی آگے پہنچاتا ہے۔''

(صحيح البخاري : 2692، صحيح مسلم : 2605)

سوال: اگر نماز فجر کے وقت چاند کو گرہن لگ جائے، تو نماز کسوف وخسوف کا کیا حکم ہے؟

جواب: سورج اور چاند کو گرہن جب بھی لگ جائے، تب ہی نماز خسوف وکسوف پڑھی جا سکتی ہے، خواہ ممنوع اوقات میں گرہن لگے، کیونکہ نماز کسوف کا شمار سببی نمازوں میں ہوتا ہے۔ مذکورہ صورت میں نماز فجر پڑھی جائے گی، اس کے بعد اگر گرہن موجود ہو، تو نماز کسوف پڑھی جا سکتی ہے۔

سوال: نصاریٰ کو مسیحی یا عیسائی کہنا چاہیے یا نصاریٰ؟

جواب: نصاریٰ کو نصاریٰ ہی کہنا چاہیے، مسیحی یا عیسائی نہیں کہنا چاہیے، کیونکہ وہ سیدنا عیسیٰ مسیح علیہ السلام کا اتباع نہیں کرتے۔

سوال: کیا کافر کی غیبت کا بھی گناہ ہے؟

جواب: کافر کی غیبت کرنا بھی جائز نہیں۔ البتہ اگر کافر کا کفر اعلانیہ ہو اور اس کے کفر پر رد کرنا مقصود ہو، تو اس کی غیبت کرنا جائز، مستحب بلکہ بعض صورتوں میں واجب ہوتی ہے، یہ حرام غیبت نہیں ہے۔

سوال: ایک شخص پاکستان سے جدہ کسی نجی کام کے لیے جا رہا ہے، اس کا عمرہ کا ارادہ نہیں تھا، پھر جدہ پہنچ کر اسے ایک دن کی فرصت مل گئی، اب وہ عمرہ کا ارادہ رکھتا ہے، تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: اگر اس کا پہلے ارادہ نہیں تھا، تو وہ جدہ سے ہی احرام باندھ لے اور عمرہ ادا کر لے، کیونکہ اس نے جدہ سے عمرہ کی نیت کی، لہٰذا اس کا حکم اہل جدہ کے میقات والا ہوگا،

لہذا وہ اہل جدہ کے میقات سے احرام باندھ لے۔

سوال: خودکشی کرنے والے کا گناہ زیادہ ہے یا کسی دوسرے کو قتل کرنے والے کا؟

جواب: دونوں کے بارے میں سخت وعیدیں آئی ہیں، البتہ کسی کو قتل کرنے والے کا گناہ بڑا ہے، اس کی سزا قصاص ہے، یہ زمین میں سب سے بڑا فساد ہے۔ اس میں حقوق العباد کی حق تلفی ہے۔

البتہ کسی دوسرے کو قتل کرنے والے کے پاس اپنے گناہ کو معاف کرانے کے اسباب موجود ہیں، مثلاً ہوسکتا ہے کہ وہ پکی توبہ کرلے، یا تائب ہوکر قصاصاً قتل ہوجائے، یا دیت ادا کردے، یا کوئی ایسی نیکی کرلے، جس سے اس کا گناہ معاف ہوجائیں۔ مگر یہ سب اسباب خودکشی کرنے والے کے پاس نہیں ہیں۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا﴾(المائدة : ٣٢)

”جس نے کسی ایک جان کو بغیر کسی جان کے بدلے (قصاصاً) یا زمین میں فساد کے بغیر قتل کیا، تو گویا اس نے ساری انسانیت کو قتل کیا۔“

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ تَحَسّٰى سُمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهٗ، فَسُمُّهٗ فِي يَدِهٖ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُّخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا .

”جس نے زہر پی کر خودکشی کی، تو (روز قیامت) زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ جہنم میں ایک لمبی مدت تک زہر پیتا رہے گا۔“

(صحيح البخاري : 5778، صحيح مسلم : 109)

سوال: ایک شخص ذہنی مریض ہے، اس نے خودکشی کر لی، کیا حکم ہے؟

جواب: اگر اس کا مرض اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ اسے نفع و نقصان کا علم نہیں اور اس نے آلۂ قتل سے خود کو ہلاک کر دیا، تو وہ خودکشی کی وعید کا مستحق نہیں ہو گا، کیونکہ اس کا حکم مجنون والا ہے اور مجنون کا کوئی گناہ لکھا نہیں جاتا۔

❀ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

إِنَّ الْقَلَمَ قَدْ وُضِعَ عَنْ ثَلاثَةٍ عَنِ الْمَجْنُونِ حَتّٰى يَفِيقَ وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يَعْقِلَ وَعَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ .

”تین طرح کے لوگوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے: ① مجنون سے، جب تک کہ وہ تندرست نہ ہو جائے، ② بچے سے، جب تک کہ وہ سن شعور کو نہ پہنچ جائے اور ③ سوئے ہوئے سے، جب تک کہ وہ جاگ نہ جائے۔“

(مسند علي بن الجعد : 741، وسندهٔ صحيحٌ)

ایسے ذہنی مریضوں کے اہل خانہ کو چاہیے کہ ان کا دھیان رکھیں کہ کہیں وہ غلط قدم نہ اٹھا دیں، اپنی جان لے لیں یا کسی پر حملہ آور ہو جائیں، کیونکہ انہیں نفع نقصان اور اپنے پرائے کی تمیز نہیں رہتی۔

سوال: ایک شخص اپنی بیوی کو کہتا ہے کہ مجھے نماز فجر کے وقت مت اٹھا کریں، بلکہ جب میں آٹھ بجے دفتر جانے کے لیے اٹھوں گا، تو اسی وقت نماز فجر ادا کر لیا کروں گا، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: نماز کو اس کے مقرر وقت پر ہی ادا کرنا چاہیے، پہلے سے ہی ارادہ کر لینا کہ

میں نے نماز ہمیشہ تاخیر سے ادا کرنی ہے، بہت بڑا جرم اور ناجائز عمل فسق ہے، بلکہ بعض اہل علم کے نزدیک یہ کفر ہے، کیونکہ اس میں نماز کا استخفاف ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا﴾(النساء : ۱۰۳)

''یقیناً نماز مومنوں کے لئے وقت مقررہ پر فرض ہے۔''

سوال: جبریل اور جبرائیل دونوں میں صحیح لفظ کیا ہے؟

جواب: دونوں لفظ صحیح ہیں۔اسی طرح میکائیل اور میکال دونوں صحیح ہیں۔

سوال: کیا سلیمان علیہ السلام کا ملکہ سبأ سے نکاح ہوا تھا؟

جواب: واللہ اعلم!

سوال: جہاد فی سبیل اللہ میں مال خرچ کرنا افضل ہے یا نفلی حج کے لیے جانا؟

جواب: یقیناً جہاد فی سبیل اللہ افضل عمل ہے، لہٰذا اس پر مال خرچ کرنا نفلی حج کی بہ نسبت افضل ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَوُونَ عِنْدَ اللَّهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۞ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ﴾(التّوبة : ۱۹۔۲۰)

’’کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کو آباد کرنے (کے اجر) کو اس شخص (کے عمل) کی طرح بنا دیا ہے، جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لایا اور راہِ خدا میں جہاد کیا، یہ (دونوں) اللہ کے ہاں برابر نہیں ہو سکتے اور اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ جن لوگوں نے ایمان قبول کیا، ہجرت کی اور اپنے اموال اور جانوں کے ساتھ راہِ خدا میں جہاد کیا، وہ اللہ کے ہاں زیادہ درجہ رکھتے ہیں۔‘‘

❁ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ عِنْدَ مِنْبَرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَجُلٌ : مَا أُبَالِي أَنْ لَا أَعْمَلَ عَمَلًا بَعْدَ الْإِسْلَامِ إِلَّا أَنْ أُسْقِيَ الْحَاجَّ، وَقَالَ آخَرُ : مَآ أُبَالِي أَنْ لَا أَعْمَلَ عَمَلًا بَعْدَ الْإِسْلَامِ إِلَّا أَنْ أَعْمُرَ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ، وَقَالَ آخَرُ : الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَفْضَلُ مِمَّا قُلْتُمْ، فَزَجَرَهُمْ عُمَرُ، وَقَالَ : لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ عِنْدَ مِنْبَرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، وَلٰكِنْ إِذَا صَلَّيْتُ الْجُمُعَةَ دَخَلْتُ فَاسْتَفْتَيْتُهُ فِيمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : ﴿أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾(التّوبة : ١٩) الْآيَةَ إِلٰى آخِرِهَا .

’’میں (جمعہ کے دن) منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا، تو ایک شخص نے کہا: اسلام

لانے کے بعد میں کوئی عمل نہ کروں، تو مجھے کوئی پرواہ نہیں، سوائے حاجیوں کو پانی پلانے کے، دوسرا کہنے لگا: اسلام لانے کے بعد اگر میں صرف مسجد حرام کو آباد کروں، کوئی اور عمل نہ کروں، تو مجھے پرواہ نہیں، تیسرے نے کہا: تمہارے بتائے گئے سبھی اعمال سے افضل راہِ خدا میں جہاد کرنا ہے۔ تو انہیں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ڈانٹ دیا اور فرمایا: منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آوازیں بلند مت کریں، جبکہ یہ جمعہ کا دن ہے، البتہ جب میں جمعہ کی نماز پڑھ لوں گا، تو میں (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں) حاضر ہوں گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بابت ضرور پوچھوں گا، جس میں آپ اختلاف کر رہے ہیں، تو اس پر اللہ عز وجل نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ...... ﴾(التّوبة : ١٩)

”کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کو آباد کرنے (کے اجر) کو اس شخص (کے عمل) کی طرح بنا دیا ہے، جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لایا ......“

(صحیح مسلم : 1879)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِجْعَلُوا أَئِمَّتَكُمْ خِيَارَكُمْ فَإِنَّهُمْ وَفْدُكُمْ فِيمَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ .

”اپنے بہترین لوگوں کو (نماز کے لیے) امام مقرر کریں، کیونکہ امام آپ اور اللہ عز وجل کے درمیان آپ کا قاصد ہے۔“

(سنن الدّارقطني : 1881، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 90/3)

جواب: سند سخت ضعیف ہے۔

① سلام بن سلیمان مدائنی ضعیف و منکر الحدیث ہے۔

② حسین بن نصر مؤدب مجہول ہے۔

③ عمر بن یزید قاضی مدائن مجروح و متکلم فیہ ہے۔

❁ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُ هٰذَا الْحَدِيثِ ضَعِيفٌ .

''اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔''

(السّنن الكبرىٰ : 90/3)

❁ حافظ ابن عبد الہادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ .

''یہ حدیث منکر ہے۔''

(تنقيح التّحقيق : 468/2)

تنبیہ:

اس معنی کی دیگر روایات بھی ضعیف و غیر ثابت ہیں۔

سوال: طٰہٰ نام رکھنا کیسا ہے؟

جواب: طٰہٰ حروف مقطعات میں سے ہے، یہ کلام الٰہی ہے، اس کے ساتھ نام رکھنا درست نہیں۔ اسی طرح یٰس نام رکھنا درست نہیں۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ عَلَيْنَا الْقُرْآنَ، فَإِذَا مَرَّ بِالسَّجْدَةِ كَبَّرَ، وَسَجَدَ وَسَجَدْنَا مَعَهُ.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہم پر قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور آیت سجدہ سے گزرتے، تو اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کرتے، ساتھ ہم بھی سجدہ کرتے۔''

(سنن أبي داود: 1413)

جواب: سند ضعیف ہے۔ عبداللہ بن عمر عمری ضعیف ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(خلاصة الأحكام: 624/2)

فائدہ:

❀ امام ابوقلابہ عبداللہ بن زید جرمی اور امام محمد بن سیرین رحمہما اللہ فرماتے ہیں:

إِذَا قَرَأَ الرَّجُلُ السَّجْدَةَ فِي غَيْرِ صَلَاةٍ قَالَ: اللّٰهُ أَكْبَرُ.

''جب کوئی شخص نماز کے علاوہ بھی سجدہ تلاوت پڑھے، تو (سجدہ کرتے ہوئے) اللہ اکبر کہے گا۔''

(مصنف ابن أبي شيبة: 4186، وسندهٗ صحيحٌ)

تنبیہ:

❀ صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

مَنْ أَرَادَ السُّجُودَ كَبَّرَ وَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ وَسَجَدَ ثُمَّ كَبَّرَ وَرَفَعَ

رَأْسَهُ ...... وَهُوَ الْمَرْوِيُّ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

''جو (نماز کے علاوہ) سجدہ (تلاوت) کا ارادہ کرے، وہ اللہ اکبر کہے اور رفع الیدین نہ کرے، سجدہ کرے، پھر اللہ اکبر کہے اور سر سیدھا کرے۔ ...... یہی بات سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔''

(الهداية : 79/1)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف یہ نسبت ثابت نہیں۔

❁ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ عَنْهُ .

''سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی یہ روایت میرے علم میں نہیں۔''

(التّنبيه، ص 179)

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

''یہ روایت بے اصل ہے۔''

(نصب الراية : 179/2)

سوال: نماز جمعہ کی قرأت جہری ہوگی یا سری؟

جواب: نماز جمعہ کی دو رکعت ہیں، ان میں جہری قرأت ہے، اس پر کئی احادیث و آثار اور اجماع ہے۔

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى كَوْنِهَا رَكْعَتَيْنِ يُجْهَرُ فِيهِمَا .

”مسلمانوں کا اجماع ہے کہ نماز جمعہ کی دو رکعتیں ہیں، جن میں جہری قرأت کی جاتی ہے۔“

(خلاصة الأحكام : 809/2)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْجُمُعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ فِي جَمَاعَةٍ إِلَّا أَرْبَعَةً؛ عَبْدٌ مَّمْلُوكٌ، أَوِ امْرَأَةٌ، أَوْ صَبِيٌّ، أَوْ مَرِيضٌ .

”ہر مسلمان کے لیے باجماعت جمعہ پڑھنا حق اور واجب ہے، سوائے چار کے؛ ① غلام ② عورت ③ بچہ ④ مریض۔“

(سنن أبي داود : 1067)

جواب: روایت مرسل ہے۔ سیدنا طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ رؤیۃً صحابی ہے، ایسے صحابی کی روایت کا معاملہ مرسل تابعین والا ہوتا ہے، کیونکہ رویۃ صحابی بکثرت تابعین سے روایات لیتے ہیں، لہٰذا ایسے صحابہ کی مرسل روایات حجت نہیں۔

❀ امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

طَارِقُ بْنُ شِهَابٍ، قَدْ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ شَيْئًا .

”سیدنا طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہیں سنا۔“

(سنن أبي داود، تحت الرقم : 1067)

بعض سندوں میں طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا واسطہ ہے۔

(المستدرك للحاكم : 288/1)

مگر یہ واسطہ ذکر کرنا خطا ہے۔

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِمَحْفُوظٍ .

''(یہاں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا واسطہ ذکر کرنا) محفوظ نہیں ہے۔''

(السّنن الكبرىٰ : 172/3)

❁ سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْجُمُعَةُ وَاجِبَةٌ، إِلَّا عَلَى امْرَأَةٍ، أَوْ صَبِيٍّ، أَوْ مَرِيضٍ، أَوْ عَبْدٍ، أَوْ مُسَافِرٍ .

''جمعہ واجب ہے؛ سوائے عورت، بچہ، مریض، غلام یا مسافر کے۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 51/2)

سند سخت ضعیف و منکر ہے۔

① ضرار بن عمرو ضعیف و منکر الحدیث ہے۔

② حکم بن عمرو ابو عمرو مجہول و غیر ثقہ ہے۔

❁ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يُتَابَعْ عَلَيْهِ .

''حکم کی اس حدیث پر اس کی متابعت نہیں کی گئی۔''

(التّاريخ الكبير : 337/2)

③ ابو عبداللہ شامی کی توثیق نہیں۔

❀ حافظ ابن قطان فاسی رحمہ اللہ نے اسے ''مجہول'' کہا ہے۔

(بَيان الوهم والإيهام : 160/3)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے غیر معروف قرار دیا ہے۔

(ميزان الاعتدال : 544/4)

❀ امام ابوزرعہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ .

''یہ حدیث منکر ہے۔''

(عِلَل الحديث لابن أبي حاتم : 613)

❀ امام عقیلی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

(الضّعفاء الكبير : 221/2)

❀ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

(الجَوهر النّقي : 184/3)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(التّلخيص الحبير : 130/2)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ روایت ہے:

إِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَتْ لَهٗ جُبَّةُ فَنَكٍ أَوْ صُوفٍ يَلْبَسُهَا فِي الْأَعْيَادِ .

''نبی کریم ﷺ کا فنک یا صوف کا جبہ تھا، جسے آپ عیدوں پر پہنتے تھے۔''

(الهِداية : 84/1)

جواب: یہ روایت بے اصل و بے سند ہے۔ کتب حدیث میں مذکور نہیں۔

❁ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَہُ .

”یہ روایت میرے علم میں نہیں۔“

(التّنبیہ، ص 191)

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِیبٌ .

”یہ بے اصل روایت ہے۔“

(نصب الرّایة : 209/2)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْہُ .

”مجھے یہ روایت نہیں ملی۔“

(الدّرایة : 218/1)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ھٰذَا الْحَدِیثُ غَرِیبٌ .

”یہ حدیث بے اصل ہے۔“

(البِنایة : 100/3)

سوال: گلی کوچوں میں اذان کہنا، تا کہ لوگ نماز کی طرف آجائیں، کیسا ہے؟

جواب: نماز کے لیے اذان ایک ہی مرتبہ کہی جائے گی، یہ اذان ایک جگہ کھڑے ہو کر کہی جائے، گلی کوچوں میں اذان کہنا بدعت ہے۔

سوال: معراج کی رات اور شب برأت کو محافل منعقد کرنا کیسا ہے؟

جواب: معراج حق ہے، مگر اس کی تاریخ کا علم نہیں، اسی طرح شب برأت کی خاص فضیلت ثابت نہیں۔ لہٰذا ان دونوں راتوں کو محافل منعقد کرنا بدعت ہے۔ اسلاف اُمت ایسا نہیں کرتے تھے۔

سوال: جہمیہ کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: جہمیہ اللہ تعالیٰ کی صفات اور اسمائے حسنیٰ کا سرے سے منکر ہے، جو اسماء اللہ اور صفات اللہ کا منکر ہو، وہ کافر ہوتا ہے۔

سوال: اگر کوئی مؤذن اذان فجر میں الصلاۃ خیر من النوم کہنا بھول گیا، تو اذان کا کیا حکم ہے؟

جواب: اذان صحیح ہے۔

سوال: زید نے نماز مغرب با جماعت پڑھی، بکر آیا اور زید سے کہا کہ آؤ جماعت کرا لیتے ہیں، تاکہ مجھے بھی جماعت کا ثواب ملے، اب زید نے امامت کرائی اور نیت کی کہ وہ دو رکعت بطور نفل پڑھے گا اور بکر بقیہ رکعت بطور فرض مکمل کر لے گا، کیا ایسا کرنا درست ہے؟

جواب: ایسا کرنا درست ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ روایت ہے:

صَلَاةُ النَّهَارِ عَجْمَاءُ .

”دن کی نماز میں آہستہ قرأت ہے۔“

(الهِداية :45/1)

جواب: بے اصل روایت ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بَاطِلٌ لَا أَصْلَ لَهٗ .

”روایت باطل اور بے اصل ہے۔“

(خُلاصة الأحكام :394/1)

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

”بے اصل ہے۔“

(نصب الرّاية : 1/2)

سوال: درج ذیل اثر کی کیا حقیقت ہے؟

❀ اسود بن یزید نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے:

لَأَنْ أَعَضَّ عَلٰى جَمْرَةٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَقْرَأَ خَلْفَ الْإِمَامِ، أَعْلَمُ أَنَّهٗ يَقْرَأُ .

”یہ کہ میں منہ میں انگارا لے لوں، یہ مجھے امام کے پیچھے (مابعد الفاتحہ) قرأت کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔ میرے علم میں ہے کہ وہ قرأت کر رہا ہے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 3785)

جواب: روایت ضعیف ہے۔ ابراہیم نخعی کا عنعنہ ہے۔

نیز یہ اثر جہری نماز میں مابعد الفاتحہ قرأت پر محمول ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

❀ امام یحییٰ بن ابی کثیر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى كَرِهَ لَكُمُ الْعَبَثَ فِي الصَّلَاةِ، وَالرَّفَثَ فِي الصِّيَامِ، وَالضَّحِكَ عِنْدَ الْمَقَابِرِ .

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے ناپسند کیا ہے کہ آپ نماز میں عبث (فضول) کام کریں، روزے میں رفث (جماع اور جماع کے مقدمات) کریں اور قبرستان میں ہنسیں۔“

(الزّهد لابن المبارك : 1557، مسند الشهاب للقضاعي : 1087)

جواب: مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس روایت کو اسماعیل بن عیاش کی منکر روایات میں شمار کیا ہے۔

(ميزان الاعتدال : 242/1)

❀ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّهُ لَمْ يَثْبُتْ .

”یہ روایت ثابت نہیں۔“

(التّنبيه على مُشكلات الهداية : 634/2)